اسلامی مہینے اور ان کا تعارف

محرم
صفر
ربیع اول
ربیع ثانی
جمادی اول
جمادی ثانی
رجب
شعبان
رمضان
شوال
ذوالقعدۃ
ذوالحجۃ

تالیف
محمد ارشد کمال

نظر ثانی
پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

تالیف

محمد ارشد کمال

نظر ثانی

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

مکتبہ اسلامیہ

فہرست مضامین

۳...... ماہِ ربیع الاوّل

۴...... ماہِ ربیع الاخر

⑤...... ماہِ جمادی الاولیٰ

⑥...... ماہِ جمادی الاخریٰ

⑦...... ماہِ رجب

⑧...... ماہِ شعبان

⑨...... ماہِ رمضان

⑩...... ماہِ شوال

⑪...... ماہِ ذی القعدہ

⑫...... ماہِ ذی الحجہ

عرض مؤلف

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ (التوبة:٣٦)

''بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جیسے وہ آپس میں مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں، چنانچہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں بھی روزِ اوّل سے یہی بات مرقوم ہے۔ وہ بارہ مہینے یہ ہیں:

۱۔محرم۔۲۔صفر۔۳۔ ربیع الاوّل۔۴۔ ربیع الآخر۔۵۔ جمادی الاولیٰ۔۶۔ جمادی الاخریٰ۔ ۷۔رجب۔۸۔شعبان۔۹۔رمضان۔۱۰۔شوال۔۱۱۔ ذوالقعدہ۔۱۲۔ ذوالحجہ۔

سال کے ان بارہ مہینوں میں سے بعض کی بابت تو کتاب وسنت میں بہت سے فضائل ومسائل بیان ہوئے ہیں لیکن اکثر مہینوں کے متعلق لوگوں نے اپنی طرف سے ہی بہت ساری بدعات وخرافات گھڑ رکھی ہیں جسے یقیناً دین اسلام سے جہالت ہی کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی کتابیں بھی مارکیٹ میں موجود ہیں جو بالکل غیر مستند اور ناقابل اعتماد ہیں۔ اسی

چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے راقم نے آج سے کوئی دو اڑھائی سال قبل جماعت کے قدیم اور معروف جریدے ''ہفت روزہ الاعتصام'' میں ایڈیٹر محترم جناب حافظ عبدالوحید حفظہ اللہ کی تحریک پر ''اسلامی مہینے اوران کا تعارف'' کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جو دس اقساط میں تکمیل کو پہنچا۔ ازاں بعد احباب کی بے حد حوصلہ افزائی اور پرزور مطالبوں نے اس موضوع کو قدر تفصیل سے قلم بند کرنے پر مجبور کیا تو وہ مضامین جو ہفت روزہ الاعتصام جلد ۶۱ شمارہ ۱ تا ۱۱ کے ساٹھ کے قریب صفحات پر محیط تھے وہ چارسو سے بھی متجاوز کر گئے۔ وللہ الحمد

کیونکہ ایک تو اس میں مبتدعین کی طرف سے اسلامی مہینوں میں سرانجام دی جانے والی بدعات ورسومات کا ذکر کیا گیا اور دوسرا ہر مہینے کی فضیلت کے سلسلے میں مختلف کتب میں پائی جانے والی ضعیف وموضوع روایات کی بھی نشان دہی کی گئی۔ نیز اسلامی تاریخ کی چودہ صدیوں یعنی واقعہ ہجرت سے لے کر موجودہ سن ۱۴۳۲ ہجری تک تاریخ اسلام میں پیش آنے والے بعض اہم واقعات وحوادث کی جانب بھی اشارہ کردیا جبکہ الاعتصام میں لکھے جانے والے مضامین میں یہ سب نہ ہونے کے برابر تھا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ واقعات وحوادث کا زیادہ تر تعلق تاریخ ہی سے ہے جن میں کئی آراء کا امکان ہے اس لیے میں حتی المقدور جمہور علماء کی رائے ہی کو ترجیح دی ہے تاہم بعض مقامات پر کسی ٹھوس دلیل کی بنا پر معاملہ اس کے برعکس بھی ہے۔ سن ہجری کی سن عیسوی سے مطابقت کے لیے زیادہ تر ''تقویم تاریخی'' از مولانا عبدالقدوس ہاشمی ہی پر انحصار کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مصادر کی فہرست بھی دے دی گئی ہے تاکہ حوالہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔

بہرحال میری اس حقیر سی کاوش میں جو بھی صحیح اور بہتر بات ہے وہ محض اللہ کی توفیق سے ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں، البتہ اگر کوئی لغزش ہے تو یہ میری اپنی کم علمی کی وجہ سے ہے، اللہ معاف فرمائے۔ قاری کو چاہیے کہ جو بات کتاب وسنت کے موافق پائے اسے مضبوطی سے تھام لے اور اگر اللہ نخواستہ کوئی ایسی بات جو اللہ یا اس کے رسول کے کسی فرمان

کے خلاف ہوتو اسے دیوار پر دے مارے اوراس سے ہمیں ضرور مطلع کرے۔

آخر میں اپنے ان تمام محسنین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی بھی لحاظ سے راقم آثم کی حوصلہ افزائی فرمائی بالخصوص اپنے محسن جناب پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، حافظ عبدالوحید، مولانا محمد سرور عاصم اسی طرح بھائی مبشر انور، بھائی عاطف خان، بھائی سلمان اشرف، جمشید اشرف حفظہم اللہ وغیرہ جزاهم الله خيرًا۔

والسلام

محمد ارشد کمال بن شیر محمد عفی اللہ عنہما

۲ جمادی الاولی ۱۴۳۲ھ مطابق ۶ مئی ۲۰۱۱ء

مقدمہ

دنیا میں پیش آمدہ واقعات و معاملات کے اوقات کا تعین کرنا ایک ناگزیر امر تھا۔ اس لیے مختلف زمانوں اور علاقوں میں مختلف علاقائی کیلنڈر ترتیب دیئے اور رائج کیے گئے۔ ان کی بنیاد عام طور پر کسی بزرگ شخصیت کا یومِ ولادت، یومِ وفات، کسی بادشاہ کی تخت نشینی، یا کسی بڑے زلزلے، سیلاب، طوفان یا کسی اہم واقعہ کی نسبت سے رکھی گئی۔

تقویم:

اسلام چونکہ دین فطرت ہے۔ لہٰذا اس نے اسی فطری طریقہ حساب کو حقیقی اور اصل طریق قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ﴾ (یونس: ۱۰/۵)

”وہی اللہ ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منازل مقرر کر دیں تاکہ تم اس سے سالوں اور تاریخوں کا حساب معلوم کر سکو۔“

گویا اللہ تعالیٰ نے تعیین اوقات کے لیے قمری تقویم کو ہی اصل قرار دیا ہے۔

سال کے بارہ مہینے:

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾ (التوبۃ: ۳٦)

''حقیقت یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش ہی سے اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ مقرر ہے۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ مقرر ہے۔ شاید کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ تمام مرّوجہ تقاویم اور کیلنڈروں میں بھی تو سال کے بارہ مہینے ہی میں پھر قرآن نے کون سی انوکھی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ مگر یہ خیال درست نہیں۔ مختلف تقاویم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان تقاویم میں دن اور رات کے سوا کوئی بھی چیز انسانی دست بُرد اور تبدیلیوں سے محفوظ نہیں رہی۔ شمسی سال میں نہ تو مہینوں کے دنوں کی تعداد مقرر و متعین ہے اور نہ سال کے مہینوں کی۔ ماضی میں ان دونوں چیزوں میں متعدد بار تغیر و تبدل ہوتا رہا اور آئندہ بھی اس کا امکان ہے۔ شمسی تقویم میں چار دنوں تک کا تفاوت تو آج بھی واضح ہے۔

عیسوی تقویم جو آغاز میں رومن کیلنڈر کہلایا۔ ۷۵۳ ق م میں جب رومیوں نے اپنے مشہور شہر ''روم'' کی بنیاد رکھی تو اسی روز سے انہوں نے اپنے کیلنڈر کا آغاز کیا۔ ان کا سال ۳۰۴ دنوں کا اور سال دس ماہ کا ہوتا تھا۔ جبکہ سال کا پہلا مہینہ مارچ تھا۔ رومیوں کے سال کے آخری چار مہینوں کے نام ہی ان کی ترتیب پر دلالت کرتے ہیں یعنی ستمبر کا معنی ساتواں، اکتوبر آٹھواں، نومبر نوواں اور دسمبر کا معنی دسواں ہے۔ بعد میں انہوں نے جنوری اور فروری کا اضافہ کرکے سال کے بارہ مہینے کر دیئے۔

اسی طرح عیسوی تقویم میں سال کبھی مارچ سے شروع ہوتا کبھی ستمبر سے، کبھی ایسٹر سے اور کبھی کرسمس سے۔ بالآخر ۱۷۵۲ء میں انگلستان نے سال کا آغاز جنوری سے کیا تو یورپ وامریکہ میں بھی سال کے آغاز کو اسی مہینے سے تسلیم کرلیا گیا۔

قمری تقویم کی خصوصیات:

۱: قمری تقویم میں ایک دن کے غروبِ آفتاب سے اگلے دن کے غروبِ آفتاب کا وقت پورا ایک دن کہلاتا ہے۔ اور سورج غروب ہوتے ہی اگلا دن شروع ہوجاتا ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو سورج غروب ہوتے ہی ماہ رمضان کا آغاز ہوجاتا ہے اور اسی رات نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ماہِ رمضان کی آخری تاریخ کو سورج غروب ہونے پر شروع ہونے والی رات شوال کی پہلی رات ہوتی ہے۔

یہ نظام انتہائی سادہ اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس میں نہ تو کوئی پیچیدگی ہے اور نہ کسی قسم کا تکلف کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل عیسوی تقویم میں وقت کا معیار آدھی رات یعنی روزانہ رات بارہ بجے ہے۔ رات بارہ بجنے کے بعد نئی تاریخ اور نیا دن شروع ہوتا ہے۔ اس کے لیے انسان کے پاس گھڑی کی موجودگی ضروری ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا وقت بھی صحیح ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی کے پاس گھڑی نہ ہو یا اس کا وقت درست نہ ہو تو صحیح تاریخ کا تعین ناممکن ہوگا۔ نیز اسی طرح ہندی تقویم میں طلوع آفتاب کو وقت اور دن کے لیے معیار ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ انداز کسی حد تک فطرت کے قریب ہے۔ مگر اس سے کسی مہینے کی انتہاء اور دوسرے مہینے کے آغاز کا تعین دشوار ہے۔

ان دونوں تقویموں کے بالمقابل اسلامی تقویم جس میں غروب آفتاب کو دن کے تعین کے لیے معیار ٹھہرایا گیا ہے اس سے دنوں کے تعین کے ساتھ ساتھ مہینے کے آغاز اور اختتام کو معلوم کرنے میں بھی سہولت رہتی ہے اور اس کے لیے گھڑی یا اس قسم کی ایجادات و مصنوعات کی بھی حاجت نہیں رہتی۔

۲: عیسوی اور ہندی تقویم کے مہینے کی تاریخ بھول جائے تو کسی صاحب علم سے دریافت کیے بغیر پتہ نہیں چل سکتا کہ آج مہینے کی کون سی تاریخ ہے۔ جبکہ قمری حساب میں چاند کو دیکھ کر ہی پتہ چل سکتا ہے کہ آج کس رات کا چاند ہے؟ اگر کسی عام آدمی کو اندازہ نہ ہوسکتا ہو تو وہ چودھویں شب کے یا مہینے کے ابتداء میں چاند دیکھ کر اپنے اندازے کو درست کرسکتا ہے۔ اگر کسی مہینے کسی سے چاند کے تعین میں غلطی سرزد ہو بھی جائے تو نئے چاند سے اصلاح ممکن ہے۔

۳: اسلام میں نماز کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں۔ نمازوں کے اوقات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام وضع فرمایا ہے کہ اس کے لیے انسانی مصنوعات وایجادات کی قطعاً حاجت نہیں۔ صبح صادق کے طلوع سے نمازِ فجر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے پر عصر کا اور سورج غروب ہونے پر مغرب کا اور غروبِ شفق سے عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔

۴: اسی طرح اسلام کی دوسری اہم ترین عبادت روزے کا تعلق بھی چاند سے ہے۔ کہ اس کے ذریعے ماہِ شعبان کے اختتام اور ماہِ رمضان کے آغاز کا تعین از حد آسان اور فطری ہے۔

۵: اسی طرح یکم شوال اور پھر یکم ذوالحجہ کی تعیین میں دشواری پیش نہیں آتی۔

۶: قمری تقویم کا مکمل دار ومدار رؤیت ہلال پر ہے۔ اسے سمجھنا ایک عام اور دیہاتی کے لیے بھی اتنا ہی آسان ہے جتنا کسی صاحب علم کے لیے۔ بلکہ ہمارا تو مشاہدہ ہے کہ آج کل اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کی نسبت دیہاتی اور کم علم لوگ چاند کے طلوع وغروب کے متعلق بہتر معلومات رکھتے ہیں۔

اس نظام میں نہ تو کسی سے زیادہ دریافت کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ ہی رصدگاہوں کی۔ اسی خوبی کی وجہ سے تمام ادیان الٰہی میں قمری تقویم پر ہی انحصار کیا گیا ہے۔

۷: قمری تقویم میں ایک مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے یا تیس دن کا۔ مہینے کے یہ دن انسانی دست برد سے مکمل طور پر محفوظ ہیں۔ اگر ساری دنیا کے لوگ اس تعداد میں کمی یا بیشی کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے۔ کیونکہ چاند کا طلوع وغروب کسی انسان کی استطاعت میں نہیں۔ اگر کبھی ایسی حرکت کی بھی جائے تو نئے مہینے کا طلوع ہونے والا چاند لوگوں کی جاری کردہ حرکت کو فاش کردے گا اس کے برعکس عیسوی تقویم میں مہینے کے دنوں کی تعداد انسانوں کی اپنی مرضی پر منحصر ہے اور اس میں حسب خاطر یا حسب ضرورت تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ ہر چار سال بعد فروری کے دنوں میں ایک دن کا اضافہ کرلیا جاتا ہے۔ اخبارات گواہ ہیں کہ ۲۰۰۸ء میں یہ بحث چلتی رہی کہ اس دفعہ فروری کا مہینہ تیس دن کا قرار دے دیا جائے۔ تاہم اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

۸: قمری مہینوں کے دنوں میں صرف ایک دن کا تفاوت ہے جو مروّجہ شمسی سنین کی نسبت بہت ہی کم ہے۔ جبکہ شمسی تقویم کے مہینوں میں چار دن تک تفاوت پایا جاتا ہے۔ یعنی فروری کا مہینہ کبھی ۲۸ دن کا اور کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ اور باقی مہینے کوئی تیس دن کے اور کچھ ۳۱ دن کے بھی ہوتے ہیں۔ یہی صورت حال ہندی یا بکری سمت کی ہے کہ اس کے کچھ مہینے ۲۹ دن کے، کچھ ۳۰ دن کے، کچھ ۳۱ دن اور کچھ ۳۲ دن کے ہوتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں جب دن بڑے ہوتے ہیں تو بکری مہینوں کے دن بڑھ کر ۳۲ دن کے ہوجاتے ہیں اور موسم سرما میں جب دن چھوٹے ہوتے ہیں تو مہینوں کے دن سکڑ کر ۲۸ تک آجاتے ہیں۔

۹: قمری تقویم کا یہ طریق چونکہ انتہائی آسان، عام فہم، فطری اور سادہ ہے اسی لیے تمام ادیان الٰہی میں اسی کو اصل اور بنیاد قرار دیا گیا تھا۔ موجودہ دور میں اگرچہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب نے قمری کی بجائے شمسی تقویم کو اپنا لیا ہے۔ تاہم ابھی تک ان میں بھی قمری تقویم کے کچھ آثار باقی ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کے ہاں ایسٹر کا دن، یہودیوں کے ہاں کبور یا عاشور اور ہندوؤں کا دیپاولی تہوار اب بھی قمری حساب سے ہی منائے جاتے ہیں۔

شمسی تقویم کا آغاز اور اس کی ضرورت:

دورِ حاضر میں دنیا کے اکثر ممالک میں قمری تقویم کے سیدھے سادھے طریق کو چھوڑ کر شمسی تقویم کو اپنایا جارہا ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب انسان نے عبادت خانے تعمیر کیے تو ان کی آبادی و ترقی کے لیے وہاں پروہت (مذہبی پیش وا) بھی مقرر ہوئے۔ ان کی گزران کے لیے ان کی محنت کا معاوضہ نذرانوں کی صورت میں پیش کیا جاتا تھا۔ مذہبی تہوار

آہستہ آہستہ میلوں ٹھیلوں کی شکل اختیار کر گئے اور نذرانوں کی وصولی کا وقت یہی مذہبی تہوار یا میلے ٹھیلے ہوا کرتے تھے۔ پروہتوں نے ہی لوگوں پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار کا ایک حصہ پروہتوں کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا کریں اور بت خانوں پر چڑھاوے چڑھایا کریں۔ ظاہر ہے کہ قمری مہینے ایسے نذرانوں اور رسوم کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ ہر تین قمری سال بعد فصلوں کی تیاری میں ایک ماہ کا فرق آ جاتا تھا۔ اس مشکل کو حل کرنے اور اپنا مطالب نکالنے کے لیے قمری مہینوں میں پیوند کاری کی گئی جسے عربی میں کبیسہ، انگریزی میں لیپ اور ہندی میں لوند کہا جاتا ہے۔ اور یہی چیز شمسی تقویم کی بنیاد ثابت ہوئی۔ گویا اس کے اصل محرک وہ مذہبی پیش وایا پروہت تھے جنہوں نے محض اپنے پیٹ کی خاطر مذہب کی آڑ میں مذہب اور فطرت سے بے وفائی کی۔

اسلامی مہینے اور ان کا تعارف:

قمری سال اور اس کے مہینوں کے تعارف کے سلسلے میں عربی اور اردو میں مختصر اور مفصل بہت سی کتابیں ترتیب دی گئی ہیں۔ جن میں ان مہینوں کی تاریخ اور ان میں سرانجام دی جانے والی عبادات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے کئی کتابیں اپنے مندرجات اور مواد کے اعتبار سے حد درجہ غیر مستند، غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہیں بلکہ ان میں سے بعض میں تو بہت سے غیر شرعی امور کو دین کی حیثیت سے اور بدعات کو جائز اور مستحسن بلکہ باعث اجر وثواب امور تک ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی گئی ہے۔ (اعاذنا الله منها۔ آمین)

ضرورت تھی کہ اردو زبان میں ایک مستند اور قابل وثوق ایسی جامع اور مستند کتاب لکھی جائے جس میں قمری سال اور اس کے تمام مہینوں سے متعلق قابل اعتماد واستناد معلومات تحقیقی انداز سے جمع کر دی جائیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ کو، کہ انہوں نے پیش نظر کتاب ''اسلامی مہینے اور ان کا تعارف'' کے نام سے مرتب کی ہے۔

اس میں ہر ہر مہینے کا نام، اس کی وجہ تسمیہ، تاریخی حیثیت، قبل از اسلام اس مہینے کی

حیثیت اور اس میں سرانجام دیئے جانے والے امور اور اسلام میں ہر مہینے کی اہمیت، فضیلت اور اس میں سرانجام دی جانے والی عبادات اور اس مہینے اور عبادات کے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات بیان کی ہیں۔ نیز مبتدعین کی طرف سے بعض مہینوں میں سرانجام دی جانے والی بدعات ورسوم اور ان کی شرعی حیثیت پر بھی بڑی تحقیقی اور مستند معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

بلاشبہ یہ کتاب اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور از حد مفید ہے۔ فاضل مصنف ایک باہمت فاضل نوجوان ہیں۔ انہوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اس کا حق ادا کیا ہے۔ اس وقت تک ان کے نوکِ خامہ سے درج ذیل کتب منصۂ شہود پر آ کر اہل علم سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

۱: المسند فی عذاب القبر

۲: عذاب قبر (کتاب وسنت کی روشنی میں)

۳: تحفۃ السائلین

۴: گناہوں کومٹانے والے اعمال

۵: نیکیوں کو برباد کرنے والے اعمال

۶: سیّدنا ثعلبہ بن حاطب درعدالت انصاف

۷: استقامت دین

۸: تخریج احادیث مشکوٰۃ المصابیح

۹: تفسیر سورۃ الحجرات (سوالاً وجواباً)

۱۰: تحفہ مسلم

۱۱: اسلامی مہینے اوران کا تعارف

ان میں سے اوّل الذکر دس کتابیں ماشاء اللہ مطبوع اور مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ آخر الذکر کتاب اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ تو اسے پڑھ کرہی لگایا جاسکے گا۔

راقم نے پوری کتاب حرف بحرف پڑھی ہے۔ لائق مصنف نے اس کتاب کو ترتیب دینے میں عرق ریزی ہی نہیں بلکہ فی الواقع خوں ریزی کی ہے۔ اس کتاب سے عام قارئین کے ساتھ ساتھ اہل علم خواص بھی یقیناً مستفید ہوں گے۔ راقم کی خواہش ہے کہ کتاب کا نام ''اسلامی مہینے'' کی بجائے ''قمری مہینے اور ان کا تعارف'' ہوتا تو زیادہ موزوں تھا۔ کیونکہ یہ مہینے اور ان کے نام اسلام کے آنے سے بہت پہلے سے معروف اور مروّج تھے۔ تاہم انہیں اسلامی مہینے کہنے میں زیادہ حرج بھی نہیں۔ کیونکہ اب چودہ صدیوں سے یہ مہینے ہجری سال کے مہینے شمار ہورہے ہیں اور اہل اسلام کے ہاں ہی یہ زیادہ مروّج ہیں۔

حررہ وکتبہ
ابوحمزہ سعید مجتبیٰ السعیدی
دارالسعادۃ۔ اندرون قلعہ منکیرہ
ضلع بھکر

ماہِ محرم

محرم اسلامی سال کا پہلا قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: "مُ" مضموم "حَ" مفتوح اور "رَّ" مشدد۔ یعنی مُ۔حَرْ۔رَمْ۔

بسا اوقات یہ لفظ معرف باللام یعنی "المحرم" بھی استعمال ہوتا ہے بلکہ عرب تو اسے اَلْ کے بغیر درست ہی نہیں مانتے۔ چنانچہ شیخ احمد بن عبداللہ السلمی رقم طراز ہیں:

من الاخطاء التی یقع فیها کثیر من الناس قولهم: مُحَرَّمٌ، مجردا عن الالف واللام، والصواب ان یقال: اَلْمُحَرَّم، لان العرب لم تذکر هذا الشهر الا معرفا، وبذا وردت الاحادیث الشریفة واشعار العرب، ولا یدخلان الالف واللام فی شهر من الشهور الا فی المحرم، اذا فتسیمة المحرم سماعی ولیس قیاسی، والله اعلم. ویقول محمد العدنانی: المحرمِ، ویقولون: ولد فی محرم، والصواب: ولد فی المحرم، وفی مستدرك التاج: ان هذا الشهر الهجری ادخلوا فیه [ال] التعریف من دون الشهور الاخر. [1]

المحرم کو الف لام کے بغیر خالی "محرم" کہنا ایسی فاش غلطی ہے جس کا بہت سے لوگ شکار ہیں۔ حالانکہ درست "المحرم" کہنا ہے کیونکہ عرب اسے معرف ہی ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح احادیث شریفہ اور عربی اشعار میں بھی یہ معرف ہی وارد ہوا ہے اور صرف محرم ہی معرف باللام استعمال ہوا ہے اس صورت میں اس کا یہ نام المحرم سماعی ہوگا نہ کہ قیاسی۔ واللہ اعلم

محمد العدنانی کہتے ہیں: المحرم، لوگ کہتے ہیں کہ وہ محرم میں پیدا ہوا حالانکہ درست یوں ہے کہ وہ المحرم میں پیدا ہوا۔ مستدرک التاج میں ہے کہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت صرف محرم

[1] بدع واخطاء تتعلق بالایام والشهور، ص:۲۱۷.

ہی پر اَلْ تعریف کو داخل کیا ہے۔

محرم دراصل باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے: حرام کیا گیا، تعظیم کیا گیا، عزت کیا گیا، قابل احترام وتقدس۔ ❶

اس کی جمع محرمات، محارم اور محاریم بھی آتی ہے۔ جبکہ مادہ: ح، ر، م یعنی ''حرم'' ہے۔

ماہِ محرم کی وجہ تسمیہ:

ابوعلی احمد بن محمد الاصفہانی کہتے ہیں:

وانما سمی محرما لانهم كانوا يحرمون القتال فيه . ❷

محرم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں لوگ قتال کو حرام سمجھتے تھے۔

علامہ ابوالحسن المسعودی کہتے ہیں: اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہ لڑائیوں اور قتل وغارت کو حرام سمجھتے تھے۔ ❸

علامہ علم الدین السخاوی کہتے ہیں:

ان المحرم سمی بذلك لكونه شهرا محرما، وعندی انه سمی بذلك تاكيد لتحريمه لان العرب كانت تتلعب به فتحله عاما وتحرمه عاما . ❹

یعنی محرم کو اس کی تعظیم وتقدیس کی بنا پر محرم کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک اس نام کی وجہ اس کی حرمت کی تاکید ہے کیونکہ عرب لوگ دورِ جاہلیت میں اس کے ساتھ کھیلتے تھے۔ کبھی لڑائی کے لیے حلال کر ڈالتے اور کبھی حرام کر لیتے تھے۔

ماہِ محرم کے دیگر نام:

⊙ ماہِ محرم کو دور جاہلیت میں ''مؤتمر'' اور ''موجب'' بھی کہا جاتا تھا۔ ❺

---

❶ فیروز اللغات، ص:۱۲۷۳۔ القاموس الوحید: ۳۳۲/۱.

❷ كتاب الازمنة والامكنة، ص:۲۰۵.

❸ تاريخ المسعودی: ۱۳۵/۲.

❹ بحواله تفسير ابن كثير: ۳۸۵/۳.

❺ كتاب الازمنة والامكنة، ص:۲۰۷، ۲۱۰.

- اسی طرح محرم اور صفر دونوں کو ''صفرین'' بھی کہا جاتا تھا یعنی محرم کو ''صفر الاوّل'' اور صفر کو ''صفر الثانی'' جیسے ربیع الاوّل اور ربیع الثانی ہیں۔ [1]
- سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں اسے ''شہر اللہ'' بھی کہا گیا ہے۔ [2]
- علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے اس کا ایک نام ''شہر اللہ الاصم'' بھی ذکر کیا ہے۔ [3]
- ہمارے ہاں اسے محرم الحرام جبکہ بعض جہلاء اسے ماہِ سوگ اور ماتم کا مہینا بھی کہتے ہیں۔

ماہِ محرم کی فضیلت:

(۱) ماہِ محرم ان چار مقدس ومحترم مہینوں میں سے ہے جنہیں قرآنِ مجید میں "الشھر الحرام"،(البقرة:١٩٤) "اشھر الحرم" (التوبة:٥) اور "اربعة حرم" (التوبة:٣٦) کہا گیا ہے جبکہ احادیث میں ان کی وضاحت یوں ہے:

((اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُوْالْقَعْدَةِ وَذُوالْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادَی وَشَعْبَانَ .)) [4]

''سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین تو لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم جبکہ چوتھا رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔''

(۲) ماہِ محرم کی فضیلت وعظمت کو واضح کرنے کے لیے حدیث میں اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] المزهر فی علوم اللغة: ٢٣٩/١.

[2] مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم، رقم: ١١٦٣.

[3] لطائف المعارف، ص:٧٩.

[4] بخاری، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ان عدة الشهور......﴾، رقم: ٤٦٦٢.

((اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللّٰهِ الْمُحَرَّمِ)) [1]

''ماہِ رمضان کے بعد سب مہینوں سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔''

اس حدیث پاک میں ماہِ محرم کو تشریفا شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینا کہا گیا ہے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جس سے اس کی فضیلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ کسی خاص چیز کی نسبت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوسکتی ہے جیسے کعبہ کو ''بیت اللہ'' (اللہ کا گھر)، سیّدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ''ناقۃ اللہ'' (اللہ کی اونٹنی) اسی طرح سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ''روح اللہ'' اور ''کلمۃ اللہ'' کہا گیا ہے۔ انھیں نسبتوں کی طرح ماہِ محرم کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہوئے اسے ''شہر اللہ'' قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

وقد سَمَّى النبي ﷺ المحرمَ شهرَ اللّٰه واضافته الى الله تدل على شرفه وفضله ، فان اللّٰه تعالى لا يَضيفُ اليه الا خواصَّ مخلوقاته ، كما نسب محمدا وابراهيم واسحاق ويعقوب وغيرهم من الانبياء۔ صلوات الله عليهم وسلامه۔ الى عبوديته ، ونسب اليه بيته وناقته . ولما كان هذا الشهر مختصا باضافته الى الله تعالٰى ، وكان الصيام من بين الاعمال مضافا الى الله تعالٰى ، فانه لهٗ من بين الاعمال ، ناسب ان يختص هذا الشهرُ المضافُ الى اللّٰه بالعمل المضاف اليه ، المختص به وهو الصيام . [2]

محرم کا نام نبی ﷺ نے ''شہر اللہ'' رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی یہ اضافت اس کے شرف اور فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کی

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، رقم: ۱۱۶۳۔

[2] لطائف المعارف، ص: ۸۱، ۸۲۔

طرف کسی خاص چیز ہی کی اضافت ہوسکتی ہے جیسے سیّدنا محمد، ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کے ساتھ ہے (یعنی اللہ نے انھیں ''عبدنا'' عبدہ وغیرہ کہا) اسی طرح کعبہ شریف اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی نسبت (بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کہہ کر) اپنی طرف فرمائی اور یہ مہینا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کرتے ہوئے خاص کیا گیا ہے۔ نیز اعمال میں سے روزے کی نسبت بھی اللہ کی طرف کی گئی ہے (الصوم لی وانا اجزی به) تو ممکن ہے کہ اس مہینے کو بھی اس خاص عمل یعنی روزے کی وجہ سے اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

وقد قيل في معنى اضافة هذا الشهر الى الله عزوجل: انه اشارةٌ الى ان تحريمه الى الله عزوجل ليس لاحد تبديلُه، كما كانت الجاهلية يُحِلُّوْنَه ويحرمون مكانه صفر، فاشار الى انه شهر الله الذى حرمه فليس لاحد من خلقه تبديلُ ذلك وتغييرُه. [1]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مہینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی دوسرے کو اختیار نہیں کہ اس کی حرمت کو تبدیل کرے جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ اسے لڑائی کے لیے حلال کر لیتے اور اس کی جگہ صفر کو حرام قرار دیتے تھے۔ پس اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ اللہ کا مہینا ہے اسی نے اسے محترم بنایا ہے لہٰذا مخلوق میں سے کسی کے لیے اس میں تغیر وتبدل کرنا جائز نہیں۔

(۳) ماہِ محرم کو ایک یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ سن ہجری یعنی نئے اسلامی سال کا آغاز اسی

[1] ایضاً.

ماہِ محترم سے ہوتا ہے اور یہ بات محتاج بیان نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مسعود سے لے کر آج تک پوری امت اس پر متفق چلی آ رہی ہے کہ اسلامی سال کا پہلا مہینا محرم ہے لہٰذا یہ اسے ایک ایسی منفرد فضیلت حاصل ہے جو دوسرے مہینوں میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک عامل نے کہا: آپ لوگ تاریخ کیوں نہیں وضع کر لیتے؟ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضع تاریخ کا ارادہ کیا۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا وفات سے آغاز کیا جائے؟ لہٰذا جب وہ آپ کی ہجرت کو اسلامی تاریخ کا نقطہ آغاز مان لینے پر متفق ہو گئے تو ماہِ رمضان کو اس کا پہلا مہینا قرار دینے لگے پھر انھیں خیال آیا کہ ماہِ محرم ہی کو اسلامی سال کا پہلا مہینا قرار دیا جائے۔ [1]

❀ محمد بن سیرین رحمہ اللہ ہی کا بیان ہے کہ یمن سے ایک شخص آیا اس نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے یمن میں ایک چیز دیکھی ہے جسے تاریخ کہا جاتا ہے۔ لوگ اسے فلاں سال اور فلاں مہینے سے لکھتے ہیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو بہت اچھی چیز ہے لہٰذا تم بھی تاریخ مقرر کرو۔ پھر تاریخ کے متعلق لوگوں کو مشورہ کے لیے جمع کیا گیا۔ کسی نے کہا: ولادت نبوی سے اس کا آغاز کریں۔ کسی نے کہا: بعثت سے۔ کسی نے کہا کہ ہجرت سے۔ جبکہ کسی نے وفات نبوی سے تاریخ کا آغاز کرنے کا مشورہ دیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہجرت ہی سے اسلامی تاریخ کا آغاز کرو۔ پھر سوال اٹھا کہ کس مہینے کو اسلامی سال کا پہلا مہینا قرار دیا جائے؟ تو کسی نے کہا: رجب کو کیونکہ اہل جاہلیت بھی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ کسی نے ماہِ رمضان کا نام لیا۔ کوئی کہنے لگا کہ ذوالحج کو اسلامی سال کا پہلا مہینا مقرر کیا جائے کیونکہ اس میں حج کیا جاتا ہے۔ کسی نے کہا کہ جس مہینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کسی نے کہا کہ وہ مہینا جس میں آپ مدینہ پہنچے اسے اسلامی سال کا پہلا مہینا قرار دیا جائے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص: ۱٤۔ امام محمد بن سیرین تک اس کی سند صحیح ہے۔

کہا کہ محرم سے ابتدا کرو کیونکہ ایک تو یہ حرمت والا مہینا ہے اور دوسرا عربوں کے ہاں بھی یہی مہینا اوّل گردانا جاتا تھا۔ پھر یہ لوگوں کی حج سے واپسی کا مہینا بھی ہے۔ لہٰذا پھر محرم ہی کو اسلامی سال کا پہلا مہینا قرار دیا گیا۔ ❶

خلافت فاروقی کے چوتھے یا پانچویں سال یعنی ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں جب تاریخ کا مسئلہ سامنے آیا تو صحابہ کرام کے سامنے چار ایسے واقعات تھے جن سے تاریخ اسلامی کی ابتدا ہوسکتی تھی: ۱: ولادت نبوی ﷺ۔ ۲: بعثت نبوی ﷺ۔ ۳: ہجرت نبوی ﷺ۔ اور ۴: وفات نبوی ﷺ۔ مگر اکابر صحابہ کرام نے ہجرت ہی کو ترجیح دی کیونکہ ولادت اور بعثت میں تعیین تاریخ کا اختلاف ممکن تھا جبکہ وفات سے عمداً اعراض کیا گیا کہ اس سے ہمیشہ آپ کی وفات پر تاسف ہی ظاہر ہوتا۔ لہٰذا واقعہ ہجرت سے تاریخ کا تعین کیا گیا۔

علامہ سہیلی کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت سے تاریخ کی ابتدا کرنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ [التوبة:۱۰۸] ''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی۔'' سے اخذ کیا۔ کیونکہ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ وعزت دینا شروع کی اور اسی دن سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلی مرتبہ امن اور بے خوفی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شروع کی اور مسجد کی تعمیر ہوئی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ بنی کہ ہجرت ہی سے اسلامی تاریخ کا آغاز کیا جائے۔ گویا آیت مبارکہ میں ﴿اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ سے مراد تاریخ اسلامی کا اول دن ہے نہ کہ مطلقاً اول دن۔ ❷

❀ سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تاریخ کا شمار نبی ﷺ کی نبوت کے سال سے ہوا نہ آپ کی وفات کے سال سے۔ بلکہ اس کا شمار مدینہ کی ہجرت کے سال سے ہوا۔ ❸

---

❶ تاریخ دمشق: ۱/ ٤٠٥۔ فتح الباری: ۷/ ۳۳۶۔ امام محمد بن سیرین تک اس کی سند صحیح ہے۔

❷ فتح الباری: ۷/ ۳۳۵.

❸ بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب التاریخ، من این ارخوا التاریخ، رقم: ۳۹۳٤.

- جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ تاریخ لکھنے کا آغاز کس دن سے کریں؟ تو سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہجرت سے آغاز کریں جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض شرک کو خیر آباد کہا تھا۔ لہٰذا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ صادر فرمایا۔ [1]
- جناب عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب اصحاب رسول نے تاریخ نگاری کا ارادہ کیا تو بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لکھیں، بعض نے بعثت کا کہا اور بعض نے رائے دی کہ ہجرت سے آغاز کیا جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالشرک سے دارالایمان کی طرف ہجرت کی۔ پس ہجرت ہی سے آغاز کرنے پر سب کا اجماع ہوا۔ [2]
- جناب عمرو بن میمون رحمہ اللہ ہی کا بیان ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چیک پیش کیا گیا جو شعبان میں واجب الادا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ کون سا شعبان؟ موجودہ یا آئندہ آنے والا شعبان۔ پھر آپ نے صحابہ سے کہا کہ کوئی ایسی تاریخ مقرر کرو جس سے لوگ دن اور مہینے جان لیں۔ اس پر کسی نے کہا کہ ہمیں رومی سن اختیار کر لینا چاہیے لیکن بعض نے اس کی تردید کی کہ وہ تو ذوالقرنین سے شروع کرتے ہیں جو بہت لمبا عرصہ ہے۔ بعض نے فارسی سن اختیار کرنے کا مشورہ دیا اس پر اعتراض اٹھا کہ فارسیوں کا جب کوئی بادشاہ تخت نشین ہوتا ہے تو اس سے قبل کا زمانہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ تب سب کی رائے یہ ہوئی کہ دیکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کتنی مدت قیام فرمایا، معلوم ہوا دس سال چنانچہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ہی سے اسلامی تاریخ کا آغاز کیا گیا۔ [3]

---

[1] حاکم: ۱۳/۳ وقال: هذا حديث صحيح الاسناد.
[2] تاریخ خلیفه بن خیاط، ص: ۱٤ عمرو بن میمون تک اس کی سند صحیح ہے۔
[3] ضعیف تاریخ طبری: ۵۸/۷ عمرو بن میمون تک اس کی سند صحیح ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تاریخ کا مسئلہ سامنے آیا تو مختلف آراء کے بعد بالاتفاق ہجرت نبوی کو اسلامی تاریخ کا نقطہ آغاز تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح مہینے کے سلسلے میں بھی ماہِ محرم ہی کو سال کا پہلا مہینا قرار دیا گیا۔ جس کی کئی وجوہات تھیں، مثلاً:

- یہ حرمت والا مہینا ہے۔
- لوگوں کی حج سے واپسی کا مہینا ہے۔
- قدیم عربوں میں بھی محرم ہی کو اوّل مہینا شمار کیا جاتا تھا۔
- امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

"جمہور اسی بات پر ہیں کہ سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے کیونکہ وہ زیادہ یاد رہتا ہے تاکہ مہینوں میں گڑ بڑ نہ ہو۔" [1]

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"محرم کو اسلامی سال کا پہلا مہینا اس لیے قرار دیا گیا کیونکہ ہجرت کا ابتدائے عزم محرم ہی میں ہوا تھا۔ کیونکہ بیعت عقبہ ذوالحجہ میں ہوئی یہی ہجرت کی تمہید اور اس کا محرک بنا اس کے بعد پہلا ہلال، ہلالِ محرم ہی تھا تو اسی سے ابتدائے تاریخ مناسب تھی۔ بقول ابن حجر کہ ذکر کی گئیں مناسبات میں یہ سب سے قوی مناسبت ہے۔" [2]

ماہِ محرم کے روزوں کی فضیلت:

❀ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ، وَاَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ.)) [3]

---

[1] البداية: ۱۸۲/۷. [2] فتح الباري: ۲۳۵/۷.

[3] مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم، رقم: ۱۱۶۳.

''رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔''

❀ سیّدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَفْضَلَ الصَّلاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَةِ الصَّلاةُ فِیْ جَوْفِ اللَّيْلِ ، وَاَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الَّذِیْ تَدْعُوْنَهُ الْمُحَرَّمَ .)) [1]

''بے شک فرض نماز کے بعد افضل نماز درمیانی رات کی نماز ہے اور رمضان کے بعد افضل روزے اللہ کے مہینے کے ہیں جسے تم محرم کہتے ہو۔''

ان احادیث میں مطلق صوم محرم کا ذکر ہے جس سے پتا چلا کہ یہ فضیلت عاشوراء کے علاوہ محرم کے دوسرے دنوں کو بھی شامل ہے۔ محرم کے پورے مہینے میں رکھے جانے والے روزے بڑی فضیلت کے حامل ہیں۔ البتہ یہاں ایک اشکال ہے کہ جب صیام محرم کو رمضان کے بعد تمام مہینوں کے روزوں پر فضیلت حاصل ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محرم کے بجائے شعبان میں بہ کثرت روزہ رکھنے کا معمول کیوں تھا؟

امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دیے ہیں:

۱: ممکن ہے کہ آپ کو محرم کی فضیلت کا علم آخر عمر میں ہوا ہو۔

۲: اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے کسی عارضے مثلاً سفر یا بیماری وغیرہ کی بنا پر محرم کی بجائے شعبان میں بہ کثرت روزے رکھے ہوں۔ [2]

---

[1] طبرانی فی الکبیر: ۱/ ۴۲۸، رقم: ۱۶۷۴؛ وفی الاوسط: ۵/ ۹، رقم: ۶۴۱۷۔ وقال الھیثمی فی المجمع، ۳/ ۳۳۳: رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح؛ وقال المنذری فی الترغیب: ۲/ ۴۶ رواہ النسائی والطبرانی باسناد صحیح۔

[2] مسلم مع شرح النووی: ۱/ ۳۶۸.

ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''جس نے محرم کے ایک دن کا روزہ رکھا اس کے لیے ہر دن کے بدلے تیس نیکیاں ہیں۔''❶

یہ روایت متعدد علتوں کی بنا پر موضوع ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: السلسلة الضعيفة، رقم:٤١٣

⊙ ''محرم کا روزہ رکھو کیونکہ یہ اللہ کا مہینا ہے اس میں ایک دن ایسا بھی ہے جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسری قوم کی توبہ قبول کرے گا۔''❷

یہ روایت ضعیف ہے اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی سخت ضعیف راوی ہے۔

⊙ ''جس نے شروع محرم سے نو دن تک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے فضا میں ایک میل کا لمبا چوڑا قبہ بنا دے گا جس میں چار دروازے ہوں گے۔''❸

امام ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑی گئی ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا راوی موسیٰ الطّویل سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے بہت ساری موضوع روایتیں بیان کرتا ہے جنہیں نقل کرنا درست نہیں مگر تعجب کے طور پر۔

⊙ ''جس نے ذی الحجہ کے آخری اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھا اس نے گزشتہ سال کو روزے کی حالت میں ختم کیا اور آنے والے سال کا روزے سے افتتاح کیا اس بنا پر اللہ تعالیٰ ان دونوں روزوں کو اس کے لیے پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔''❹

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں احمد الهروی اور وهب دونوں کذاب اور وضاع ہیں۔

---

❶ طبراني في الكبير: ٥/٢٦٧، رقم:١٠٩١٩.

❷ ترمذي، كتاب الصوم، باب ما جاء في صوم المحرم، رقم:٧٤١.

❸ الموضوعات لابن الجوزي: ٢/١١٢.

❹ الموضوعات: ٢/١١٢.

یوم عاشوراء:

یوم عاشوراء ماہِ محرم کے دسویں دن کو کہا جاتا ہے۔ اسے عاشور، عاشورہ اور عشوراء بھی کہتے ہیں۔ عاشوراء دراصل عشر سے ماخوذ ہے اور فاعولاء بالمد کے وزن پر ہے اور عاشرۃ کے معنی میں ہے اس کا موصوف محذوف ہے یعنی اللیلة العاشوراء۔ اس سے مراد محرم کی دسویں تاریخ ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عاشوراء معدول عن عاشرة للمبالغة والتعظيم، وهو في الاصل صفة لليلة العاشرة لانه ماخوذ من العشر الذي هو اسم العقد واليوم مضاف اليها، فاذا قيل: يوم عاشوراء فكانه قيل يوم الليلة العاشرة الا انهم لما عدلوا به عن الصفة غلبت عليه الاسمية فاستغنوا عن الموصوف فحذفوا الليلة فصار هذا اللفظ علما على اليوم العاشر. [1]

یعنی عاشوراء عاشرۃ سے از راہ مبالغہ وتعظیم معدول ہے۔ اصل میں یہ لیلہ عاشرہ (دسویں رات) کی صفت ہے کیونکہ یہ عشر سے ماخوذ ہے جو کہ اسم عدد ہے اور یوم اس کی طرف مضاف ہے لہٰذا جب یوم عاشوراء بولا جاتا ہے تو اس سے دسویں رات کا دن مراد ہوتا ہے۔ عدول کے بعد اسمیت وصفیت پر غالب آ گئی تو موصوف سے استغناء کرتے ہوئے (اللیلۃ) کو حذف کر دیا تو یہ یوم عاشر کا علم بن گیا۔

ابن درید کا خیال ہے کہ یہ ایک اسلامی نام ہے جو جاہلیت میں معروف نہ تھا لیکن ابن دحیہ نے ابن الاعرابی کے حوالے سے اس کا ردّ کیا ہے۔ [2]

---

[1] فتح الباري: ٤/٣١١.

[2] فتح الباري: ٤/٣١١.

یومِ عاشوراء کی فضیلت:

یومِ عاشوراء کی فضیلت میں اگرچہ عوام کالانعام میں بہت ساری باتیں مشہور ہیں۔ تاہم صحیح روایات سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ

- یہ نیک دن ہے۔
- اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات عطا فرمائی۔ [1]
- یہ عظیم دن ہے۔
- اس روز اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو فرعون اور اس کی قوم سے نجات دلائی۔ [2]
- یہود اس دن کی تعظیم کرتے اور اسے عید تصور کرتے۔
- یہودیوں کی عورتیں اس روز خصوصی طور پر زیورات پہنتیں اور اپنا بناؤ سنگار کرتیں۔ [3]
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس دن بطور شکرانہ روزہ رکھتے تھے۔
- یہود بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے تھے۔ [4]
- قریش بھی دورِ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے۔ [5]
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم دیا۔ [6]
- اس دن کعبہ پر غلاف بھی چڑھایا جاتا تھا۔ [7]

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ٢٠٠٤.

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ١١٣٠.

[3] ایضاً، رقم: ١١٣١.

[4] ایضاً، رقم: ١١٣٠.

[5] بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ٢٠٠٢.

[6] ایضاً، رقم: ٢٠٠٤.

[7] بخاری، کتاب الحج، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿جعل الله الکعبة......﴾، رقم: ١٥٩٢.

یوم عاشوراء کے روزوں کی فضیلت:

❀ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اِنِّيْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ .)) [1]

''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عاشوراء کے روزے سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمادے گا۔''

❀ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشوراء کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا:

مَا عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَ يَوْمًا يَطْلُبُ فَضْلَهٗ عَلَى الْاَيَّامِ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا شَهْرًا اِلَّا هٰذَا الشَّهْرِ يَعْنِيْ رَمَضَانَ [2]

''میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن کو افضل جان کر روزہ رکھا ہو سوائے یوم عاشوراء کے اور نہ ہی آپ نے ماہِ رمضان کے سوا کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہیں۔''

صوم عاشوراء کی حالتیں:

عاشوراء کے روزے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار حالتیں مروی ہیں:

پہلی حالت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھا لیکن لوگوں کو اس کا حکم نہیں دیا۔ چناں چہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَصُوْمُهٗ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُهٗ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهٗ وَاَمَرَ

---

[1] ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء، رقم: ۷۵۲ و اللفظ له؛ مسلم، رقم: ۱۱۶۲.

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ۱۱۳۲.

بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهٗ . [1]

''دورِ جاہلیت میں قریش بھی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے۔ پھر جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں بھی آپ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے اسے چھوڑ دیا پھر جس کا جی چاہا اس نے یہ روزہ رکھا اور جس کا جی چاہا اس نے چھوڑ دیا۔''

اس حدیث سے ایک تو یہ پتا چلا کہ نبی ﷺ نے مکہ میں عاشوراء کا روزہ رکھا تھا تاہم اس وقت آپ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ قریش مکہ بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے جس کی وجہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں:

واما صيام قريش لعاشوراء فلعلهم تلقوه من الشرع السالف ولهذا كانوا يعظمونه بكسوة الكعبة فيه وغير ذلك، ثم رايت فى المجلس الثالث من "مجالس الباغندى الكبير" عن عكرمة انه سل عن ذلك فقال: اذنبت قريش ذنبا فى الجاهلية فعظم فى صدورهم فقيل لهم: صوموا عاشوراء يكفر ذلك . [2]

عاشوراء کے دن قریش کا روزہ رکھنا، ممکن ہے کہ انھوں نے اسے سابقہ شریعت سے اخذ کیا ہو اسی لیے وہ اس کی تعظیم کرتے ہوئے کعبہ کو غلاف بھی پہناتے تھے۔ میں (ابن حجر) نے ''مجالس باغندی الکبیر'' کی تیسری مجلس میں پڑھا ہے

---

[1] بخاری، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، رقم: ٢٠٠٢.

[2] فتح الباری: ٤/٣١٢.

کہ جناب عکرمہ سے اس کی بابت سوال ہوا تو انھوں نے کہا کہ قریش سے دورِ جاہلیت میں کسی بڑے گناہ کا صدور ہوا تو ان سے کہا گیا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو اس سے گناہ کا کفارہ ہوگا۔

جہاں تک بات نبی ﷺ کے روزے کی ہے تو اس کے متعلق امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قریش کے روزہ رکھنے کا سبب شریعت ابراہیمی میں اس کا وجود بھی ہوسکتا ہے اور آپ ﷺ نے اس وجہ سے روزہ رکھا کہ اعمال خیر میں مثلاً حج وعمرہ وغیرہ میں آپ ان کی موافقت کرتے تھے یا پھر اللہ تعالیٰ نے بعد از نبوت آپ کو اس کے فعل خیر ہونے کی وجہ سے اجازت دی ہو۔ ہجرت کے بعد جب یہود کے بھی روزہ رکھنے کی بابت علم ہوا تو صحابہ کرام کو بھی ان کے استیلاف کی خاطر روزہ رکھنے کا حکم دیا جس طرح قبلے کے مسئلے میں ان کی موافقت تھی۔ بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ ان کی اقتدا کی وجہ سے عاشوراء کا روزہ نہیں رکھا کیوں کہ یہ روزہ تو آپ پہلے بھی رکھتے تھے۔ [1]

دوسری حالت:

نبی ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو اہل کتاب کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن کا روزہ رکھتے ہیں جب کہ آپ کو ایسی چیزوں کے بارے میں جن میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہوا ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت پسند تھی۔ چناں چہ ان کی موافقت کرتے ہوئے آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا بلکہ اس کی اس قدر تاکید فرمائی کہ مسلمان اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھوانے لگے۔ چناں چہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ: ((مَا هٰذَا)) قَالُوْا: هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ، هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوْسٰى، قَالَ: ((فَاَنَا اَحَقُّ

[1] فتح الباري: ٤/ ٣١٤.

بِمُوْسٰی مِنْکُمْ)) فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ . [1]

نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو وہ کہنے لگے کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اس میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ رکھا۔ آپ نے فرمایا: ''میں موسیٰ کے (شریک مسرت ہونے میں) تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔'' لہٰذا آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔

❀ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ ، فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا ، يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِیْ تَصُوْمُوْنَهٗ)) قَالُوْا: هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ ، اَنْجَی اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ ، فَصَامَهٗ مُوْسٰی شُكْرًا ، فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْكُمْ)) فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ . [2]

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اس دن روزہ رکھنے کا سبب کیا ہے؟'' انہوں نے کہا: یہ ایک عظیم دن ہے، اس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم موسیٰ علیہ السلام کے (شکرانے میں) تم سے زیادہ حق رکھنے والے

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ۲۰۰۴.

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ۱۱۳۰.

ہیں۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے اس دن کا خود بھی روزہ رکھا اور حکم بھی دیا۔

مطلب یہ نہیں کہ آپ نے عاشوراء کے روزے کی ابتدا یہود کو دیکھ کر کی بلکہ ممکن ہے کہ آپ کو یہود کے اس وجہ سے روزہ رکھنے کا علم ہجرت کے بعد ہوا ہو تو آپ نے انھیں قریب کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا ہو وگرنہ روزہ تو آپ پہلے بھی رکھتے تھے اور بعد میں بھی رکھا۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ اَهْلُ خَيْبَرَ يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ، يَتَّخِذُوْنَهٗ عِيْدًا، وَيَلْبِسُوْنَ نِسَاءَ هُمْ فِيْهِ حُلِيَّهُمْ وَشَارَتَهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ)) [1]

خیبر کے یہودی یوم عاشوراء کا روزہ رکھ کر اسے عید بناتے اور اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے اور ان کا بناؤ سنگھار کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس دن روزہ رکھو۔"

معلوم ہوا کہ یہود عاشوراء کے دن روزہ رکھ کر عید مناتے لیکن آپ نے صحابہ کو صرف روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

❀ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُوْرَآءَ اِلٰى قُرَى الْاَنْصَارِ: ((مَنْ اَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهٖ، وَمَنْ اَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ)) قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُوْمُهٗ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَاِذَا بَكٰى اَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ اَعْطَيْنَاهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ. [2]

---

[1] مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، رقم: ١١٣١.

[2] بخاري، كتاب الصوم، باب صوم الصبيان، رقم: ١٩٦٠.

عاشوراء کی صبح نبی ﷺ نے انصار کے محلوں میں پیغام بھیجا کہ ''صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزے سے) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔'' ربیع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو بھی رکھواتے انھیں ہم اون کے کھلونے دے کر بہلایا کرتے، جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہ کھلونے ہی دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صوم عاشوراء کے متعلق آپ کا تاکیدی حکم سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو بھی یہ روزہ رکھوانے لگے تاکہ انہیں بھی اس کی عادت پڑ جائے۔

❀ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

اَمَـرَ النَّبِیُّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ اَنْ ((اَذِّنْ فِی النَّاسِ اَنَّ مَنْ کَانَ اَکَلَ فَـلْیَـصُمْ بَقِیَّةَ یَوْمِهٖ ، وَمَنْ لَمْ یَکُنْ اَکَلَ فَلْیَصُمْ ، فَاِنَّ الْیَوْمَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ .)) [1]

''نبی ﷺ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک آدمی کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کا حکم دیا کہ ''جو کھا چکا ہے وہ دن کے باقی حصے میں کھانے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو وہ اپنا روزہ پورا کرے کیوں کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔''

❀ سیدنا عبداللہ بن بدر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں کو فرمایا:

((هٰـذَا یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ فَصُوْمُوْا .)) ''یہ عاشوراء کا دن ہے۔ لہٰذا اس کا روزہ رکھو۔''

قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اپنی قوم کو ایسے حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ ان میں کچھ روزے سے ہیں اور کچھ بے روز ہیں تو آپ نے فرمایا:

((اِذْهَبْ اِلَیْهِمْ فَمَنْ کَانَ مِنْهُمْ مُفْطِرًا فَلْیُتِمَّ صَوْمَهٗ .)) [2]

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ۲۰۰۷.

[2] احمد: ٦/ ٤٦٧ صحیح.

"ان کے پاس جاؤ اور جو بے روز ہیں انہیں کہو کہ اس روزے کو پورا کریں۔"

تیسری حالت:

عاشوراء کے روزے کے متعلق تیسری حالت یہ ہے کہ جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دن کا روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دے دیا۔ چناں چہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

صَامَ النَّبِیُّ ﷺ عَاشُوْرَآءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا یَصُوْمُهٗ اِلَّا اَنْ یُّوَافِقَ صَوْمَهٗ. [1]

نبی ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا تھا مگر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اسے چھوڑ دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عاشوراء کا روزہ نہ رکھتے مگر جب ان کے روزے کے دن ہی یوم عاشوراء آن پڑتا (اس وقت رکھ لیتے۔)

یعنی معمول کے مطابق جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے روزے کا دن آتا مثلاً سوموار یا جمعرات وغیرہ اور اتفاقاً عاشوراء بھی اسی دن آن پڑتا تو آپ روزہ رکھ لیتے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِیَّةِ كَانُوْا یَصُوْمُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ، وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَامَهٗ وَالْمُسْلِمُوْنَ قَبْلَ اَنْ یُّفْتَرَضَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ عَاشُوْرَآءَ یَوْمٌ مِنْ اَیَّامِ اللّٰهِ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهٗ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهٗ.)) [2]

اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور فرضیت رمضان سے قبل رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے بھی اس کا روزہ رکھا پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو

---

[1] بخاري، كتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان، رقم: ١٨٩٢.

[2] مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، رقم: ١١٢٦.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عاشوراء اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔''

❀ جناب حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (اپنے دور خلافت میں) جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انہوں نے عاشوراء کے دن خطبہ دیا اور کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن کے متعلق فرماتے ہوئے سنا ہے:

((هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ، وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، وَاَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ اَحَبَّ مِنكُمْ اَنْ يَّصُوْمَ فَلْيَصُمْ، وَمَنْ اَحَبَّ مِنكُمْ اَنْ يُفْطِرَ فَلْيُفْطِرْ.)) [1]

''یہ عاشوراء کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض نہیں کیا۔ حالاں کہ میں روزے سے ہوں سو تم میں سے جو کوئی اس دن روزہ رکھنا پسند کرے وہ یہ روزہ رکھے اور جو کوئی نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔''

❀ جناب اشعث بن قیس رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب کہ وہ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: اے ابومحمد! آؤ ناشتہ کرلو۔ جناب اشعث رحمہ اللہ نے کہا: کیا آج یوم عاشوراء نہیں؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم یوم عاشوراء کی حقیقت جانتے ہو؟ جناب اشعث رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ کیا؟ تو سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

اِنَّمَا هُوَ يَوْمٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُهُ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَلَمَّا نَزَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ تُرِكَ. [2]

ماہ رمضان کی فرضیت سے قبل رسول اللہ ﷺ اس دن روزہ رکھتے تھے لیکن

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ۱۱۲۹.

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ۱۱۲۷.

جب ماہ رمضان فرض ہوا تو آپ نے عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا۔

❀ سیّدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ، وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ، وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا، وَلَمْ يَنْهَنَا، وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ. [1]

رسول اللہ ﷺ ہمیں عاشوراء کے روزے کا حکم دیتے، اس پر آمادہ کرتے اور اس کا اہتمام فرماتے، لیکن جب رمضان فرض ہوا تو نہ آپ نے ہمیں حکم دیا، نہ روکا اور نہ ہی اس کا اہتمام کیا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی فرضیت کے بعد نبی ﷺ نے عاشوراء کے روزے کے متعلق صحابہ کو اختیار دے دیا تھا کہ وہ چاہیں تو اس کا روزہ رکھیں نہ چاہیں تو نہ رکھیں۔

چوتھی حالت:

آپ نے اپنی حیات کے آخری دور میں اس بات کا پختہ ارادہ فرما لیا تھا کہ وہ اکیلا عاشوراء ہی کا روزہ نہیں رکھیں گے بلکہ اس کے ساتھ ایک دن اور ملائیں گے تاکہ اس سے اہل کتاب کی مخالفت رہے۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ۔ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ)) قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. [2]

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم: ١١٢٨.

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب ای یوم یصام فی عاشوراء، رقم: ١١٣٤.

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس دن کی یہود ونصاری بڑی تعظیم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آئندہ سال ہم ان شاء اللہ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔'' لیکن آئندہ سال سے پہلے ہی آپ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

فائدہ: اس حدیث میں نصاریٰ کا بھی یوم عاشوراء کی تعظیم کرنے کا ذکر آیا ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واجيب باحتمال ان يكون عيسى كان يصومه وهو مما لم ينسخ من شريعة موسى لان كثيرا منها ما نسخ بشريعة عيسى لقوله تعالى ﴿وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ [آلِ عمران: ٥٠] ﴾ ويقال: ان اكثر الاحكام الفرعية انما تتلقاها النصارى من التوراة . [1]

احتمال ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی اس دن روزہ رکھتے ہوں اور یہ ان امور میں سے ہو جو ان کی شریعت میں موسیٰ کی شریعت سے منسوخ نہیں ہوئے۔ کیوں کہ اس کے اکثر امور ایسے ہیں جو عیسیٰ کی شریعت سے منسوخ کردیئے گئے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ''اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں۔'' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکثر فرعی احکام نصاریٰ نے تورات ہی سے لیے ہیں۔

❀ جناب حکیم بن اعرج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہ زمزم کے پاس اپنی چادر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے عاشوراء کے روزے کے متعلق بتلائیں تو انہوں نے فرمایا: محرم کا چاند دیکھنے کے بعد تم دن گنتے رہو اور نویں تاریخ کی صبح روزے سے کرو۔ میں نے پوچھا: کیا

---

[1] فتح الباری: ٤/ ٣١٤، ٣١٥.

رسول اللہ بھی اسی طرح روزہ رکھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ [1]

عاشوراء کا روزہ کب رکھا جائے؟

صوم عاشوراء کے متعلق راجح بات یہی ہے کہ یہ نو اور دس محرم کو رکھا جائے۔ کیوں کہ:

- نبی ﷺ نے دس محرم کا روزہ خود رکھا ہے اور اہل کتاب کی مخالفت کے لیے نویں کے روزے کی خواہش فرمائی۔ جیسا کہ اوپر احادیث میں گزر چکا ہے۔
- نویں محرم کے روزے کا اعلان محض یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی بنا پر کیا گیا تھا۔ کیوں کہ اگر آپ نویں کا اعلان نہ فرماتے اور یہود کی مخالفت میں دسویں کا روزہ ترک کر دیتے تو امت ایک عظیم ثواب سے محروم رہ جاتی۔ چناں چہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ عِشْتُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِلٰى قَابِلٍ صُمْتُ التَّاسِعَ مَخَافَةَ اَنْ يَفُوتَنِيْ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ.)) [2]

''اگر اگلے سال تک زندگی نے ساتھ دیا تو میں ان شاء اللہ نو محرم کو روزہ رکھوں گا اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں مجھ سے یوم عاشوراء (کی فضیلت) فوت نہ ہو جائے۔''

بہر حال نویں، دسویں کے روزے سے ثواب اپنی جگہ برقرار، نبی کی قولی، فعلی سنت بھی زندہ اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت بھی ہو جاتی ہے۔

- سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ بھی نویں اور دسویں کے دو روزوں کا ہے۔ جیسا کہ جناب عطاء رحمہ اللہ تابعی کا بیان ہے کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یوم عاشوراء کے روزے کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا:

خَالِفُوا الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ. [3]

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب ای یوم یصام فی عاشوراء، رقم: ۱۱۳۳.

[2] طبرانی فی الکبیر: ٥/ ٢٢٦، رقم: ١٠٦٦٤ صحیح.

[3] مصنف عبدالرزاق: ٤/ ٢٨٧، رقم: ٧٨٣٩ صحیح.

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو نویں اور دسویں کا روزہ رکھو۔

⊙ امام شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ یہود کی مخالفت میں نویں اور دسویں کے دو روزے رکھے جائیں۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال الشافعی واصحابه واحمد واسحاق واخرون: یستحب صوم التاسع والعاشر جمیعا لان النبی ﷺ صام العاشر ونوی صیام التاسع . [2]

امام شافعی، ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل، اسحاق اور دوسرے کہتے ہیں کہ نویں اور دسویں محرم کے دو روزے مستحب ہیں۔ کیوں کہ دسویں کا روزہ نبی ﷺ نے رکھا ہے جب کہ نویں کی نیت فرمائی۔

⊙ لفظ عاشوراء سے بھی یہی بات ذہن میں آتی ہے کہ اصل روزہ دس محرم ہی کا ہے۔ کیوں کہ عاشورا دس محرم کو کہا جاتا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وذهب جماهیر العلما من السلف والخلف الی ان عاشوراء هو الیوم العاشر من المحرم وممن قال ذلك سعید بن المسیب والحسن البصری ومالك واحمد واسحاق وخلائق وهذا ظاهر الاحادیث ومقتضی اللفظ . [3]

سلف خلف میں جمہور علماء جن میں سعید بن میسب، حسن بصری، مالک، احمد، اسحاق وغیرہ شامل ہیں اس طرف گئے ہیں کہ عاشوراء دس محرم کو کہا جاتا ہے۔

---

[1] ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی عاشوراء ای یوم هو؟ تحت حدیث: ۷۵۵.

[2] شرح النووی: ۱/ ۳۵۹.

[3] ایضاً.

احادیث کا ظاہر بھی یہی ہے جب کہ الفاظ کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''عاشوراء کے دن روزہ رکھو اور اس میں ایک دن پہلے یا بعد کا ساتھ ملا کر یہود کی مخالفت کرو۔''[1]

یہ روایت ضعیف ہے اس میں ابن ابی لیلیٰ ضعیف الحدیث، سیٔ الحفظ ہے۔

❀ ''عاشوراء کے دن کشتی نوح جودی پہاڑ پر اتری تو سیّدنا نوح علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا۔''[2]

یہ روایت ضعیف ہے اس میں عبدالصمد بن حبیب ضعیف اور اس کا باپ حبیب بن عبداللہ مجہول ہے۔

❀ ''ممولہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔''[3]

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔[4]

❀ ''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن یوم عاشوراء کا روزہ فرض کیا جو محرم کا دسواں دن ہے۔ لہٰذا تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے اہل پر اس دن خرچ کرنے میں فراخی کرو۔ کیونکہ جو کوئی عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورا سال فراخی کرے گا۔

تم اس دن روزہ رکھو کیونکہ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ اسی دن ادریس علیہ السلام کو بلند مقام پر اٹھایا۔ اسی دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا۔ اسی دن نوح علیہ السلام کو کشتی سے اتارا۔ اسی دن موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ اسی دن اسمٰعیل علیہ السلام کو فدیہ دے کر ذبح سے بچایا۔ اسی دن یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی دلائی۔ اسی دن

---

1. احمد: ١/٢٤٢.
2. احمد: ٢/٣٦٠.
3. تاريخ مدينة السلام: ٧/٢٩٠.
4. ميزان الاعتدال: ٤/١٣٧.

یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی۔ اسی دن ایوب علیہ السلام سے مصائب دور کیے۔ اسی دن یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔ اسی دن بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا۔ اسی دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے۔ اسی دن موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے پار اتارا۔ اسی دن قوم یونس کی توبہ قبول کی۔

جس شخص نے اس دن کا روزہ رکھا تو اس کا یہ روزہ اس کے لیے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

یوم عاشوراء ہی دنیا کا وہ پہلا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق ایام میں سب سے پہلے پیدا کیا۔ اور اسی دن آسمان سے پہلی بارش اتاری اور اسی دن اپنی سب سے پہلی رحمت نازل کی۔ جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا گویا اس نے پورا زمانہ روزہ رکھا اور یہی عاشوراء کا روزہ انبیاء علیہم السلام کا روزہ ہے۔

اور جس نے عاشوراء کی پوری رات عبادت میں گزاری اس نے گویا ساتوں آسمان کے عبادت گزاروں جیسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

اور جس نے اس دن چار رکعت نماز پڑھی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور پچاس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ پچاس سال اور آئندہ پچاس سال کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اس کے لیے ملا اعلیٰ میں ایک کروڑ نور کے منبر بنا دے گا۔

اور جس نے اس دن ایک گھونٹ کسی کو پانی پلا دیا گویا اس نے ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔

اور جس نے اس دن مسکینوں کے کسی گھرانے کو آسودہ کر دیا وہ پل صراط پر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا۔

اور جس نے اس دن کوئی صدقہ کیا گویا اس نے کبھی بھی کسی سائل کو محروم واپس نہ کیا۔

اور جس نے اس دن غسل کیا مرض الموت کے سوا کسی مرض میں وہ مبتلا نہ ہوگا۔

اور جس نے اس دن سرمہ لگایا اس کو سال بھر آشوبِ چشم کی شکایت نہ ہوگی۔ اور جس

نے اس دن کسی یتیم کے سر پر دست شفقت رکھا گویا اس نے بنی آدم کے سارے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

اور جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اس کو دس ہزار فرشتوں کا، ایک ہزار حج اور عمرہ کرنے والوں کا اور ایک ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا۔ اور ساتوں آسمان بھر کا ثواب دیا جائے گا۔

یوم عاشوراء ہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کو پیدا کیا۔ اور اسی دن عرش اور لوح وقلم پیدا کیے۔ اور جبرئیل کو بھی اسی دن پیدا کیا گیا۔ اسی دن عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ اسی دن سلیمان علیہ السلام کو حکومت عطا کی۔ اور اسی دن قیامت برپا ہوگی۔

جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے بنی آدم کے سارے مریضوں کی عیادت کی''۔ [1]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی بھی سمجھ دار آدمی شک نہیں کرے گا۔ گھڑنے والے نے بھی کمال کر دیا ہے کہ کیسے کیسے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھایا، اسے ذرا بھی شرم نہ آئی کہ وہ کتنی ناممکن بات کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ عاشوراء کا دن وہ پہلا دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق ایام میں سب سے پہلے پیدا کیا۔ یہ کتنا بے وقوف ہے کہ جس دن کا نام ہی عاشوراء (یعنی دسواں دن) ہے وہ تخلیق ایام میں پہلا دن کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اس کو دسواں ہونے کے لیے نو دن کا وجود اس سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ یوم عاشوراء ہی کو آسمان، زمین اور پہاڑ سب پیدا کیے گئے حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا ہے۔ اور اس موضوع روایت میں ثواب کا جو طول وعرض بیان کیا گیا ہے وہ کسی طرح بھی محاسن شریعت سے میل نہیں کھاتا۔ اسے کیسے اچھا کہہ

---

[1] الموضوعات: ۲/۱۱۳، ۱۱۴۔

سکتے ہیں کہ ایک آدمی صرف ایک دن کا روزہ رکھ لے تو اسے ہزار حاجیوں اور شہیدوں کے برابر ثواب دے دیا جائے۔ یہ تو اصول شرع کے بھی خلاف ہے۔ اگر ہم اس روایت پر یکے بعد دیگرے تنقید کریں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت موضوع ہے مگر یہ معاملہ عجیب ہے کہ اس من گھڑت روایت کو ثقہ راویوں کی حدیثوں میں گھسیڑ دیا گیا ہے۔

❀ ''جس نے عاشوراء کے دن اثمد سرمہ لگایا اس کی کبھی آنکھ نہیں دکھے گی۔''[1]

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ روایت منکر ہے اور خاص عاشوراء کے دن سرمہ لگانے کے متعلق نبی ﷺ سے کوئی اثر منقول نہیں۔ یہ ایک بدعت ہے جسے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے کسی قاتل نے ہی گھڑا ہے۔[2]

❀ ''جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ سال کے صیام وقیام کی عبادت لکھ دی جائے گی اور اسے دس ہزار فرشتوں، ایک ہزار حاجیوں وعمرہ کرنے والوں اور دس ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں ساتوں آسمان بھر کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔

اور جس کے پاس عاشورہ کے دن کوئی مومن افطاری کرے تو گویا اس کے پاس ساری امت محمدیہ نے افطاری کی۔

اور جس نے اس دن کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیا اس نے گویا آپ کی امت کے تمام فقیروں کو کھانا کھلایا اور آسودہ کیا۔

اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلے جنت میں اس کا ایک ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! اے اللہ کے رسول ﷺ! یوم عاشوراء کے ذریعے اللہ نے ہمیں بڑی فضیلت عطا کی ہے۔ آپ نے فرمایا: بے شک یہی تو وہ دن ہے جس میں اللہ نے

[1] الموضوعات: ۲/ ۱۱۶۔ [2] المقاصد الحسنة: ۱۰۴۹؛ الموضوعات الکبریٰ: ۲۲۲.

آسمان، زمین، پہاڑ، ستارے، لوح وقلم، جبرئیل، فرشتے، آدم اور ولد ابراہیم کو پیدا کیا۔

اسی دن ابراہیم علیہ السلام آتش نمرود سے صحیح وسلامت نکالا۔ اسی دن اسماعیل علیہ السلام کو دنبہ کا فدیہ دے کر بچایا۔ اسی دن فرعون کو غرق کیا۔ اسی دن ادریس علیہ السلام کو اٹھایا اور اسی دن انھیں پیدا کیا۔

یہی وہ دن ہے جس میں آدم کی توبہ قبول ہوئی، داؤد کی مغفرت فرمائی، سلیمان کو سلطنت عطا کی۔

اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اور قیامت بھی اسی روز آئے گی۔" ❶

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث بھی بلاشبہ موضوع ہے۔ امام احمد نے فرمایا: اس حدیث میں حبیب بن ابی حبیب جھوٹا راوی ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ شخص حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور بے بنیاد ہے۔ حبیب صرو کا رہنے والا تھا، حدیثیں گھڑ کر ثقہ راویوں پر چسپاں کر دیتا لہٰذا اس کی حدیثیں نقل کرنی جائز نہیں سوائے تنقید کے۔

- "جس شخص نے عاشوراء کے روز ظہر اور عصر کے درمیان چالیس رکعات اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، دس بار آیۃ الکرسی پڑھی اور سلام پھیر کر ستر دفعہ استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں سفید خیمہ عطا کرے گا، جس میں سبز رنگ کے قیمتی پتھروں کا گھر ہوگا، اس کی وسعت اس دنیا سے تین گنا زیادہ ہوگی، اس گھر میں نور کی چارپائی ہوگی جس کے پائے سفید عنبر کے ہوں گے اور اس پر زعفران کے ایک ہزار بستر بچھے ہوں گے۔" ❷

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، کلمات رسول اس قسم کی باتوں سے منزہ ہیں، اس کے راوی مجہول ہیں۔

---

❶ الموضوعات: ۲/ ۱۱۴، ۱۱۵. ❷ الموضوعات: ۲/ ٤٦.

ماہِ محرم کے متعلق غلط نظریات اور ان کا جائزہ:

⊙ لوگوں میں عام طور پر یہ بات معروف ہے کہ محرم اور بالخصوص یوم عاشوراء کی فضیلت کا باعث سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ:

۱: اس مہینے کی فضیلت کا سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ دین اسلام تو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تقریباً نصف صدی پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔

۲: کتاب وسنت سے بھی ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ شہادت حسین ہی محرم یا عاشورہ کی فضیلت کا باعث ہے۔

۳: افسوس کہ ایک طرف تو شہادت حسین کو محرم کی فضیلت کا باعث گردانا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف یہی لوگ اس ماہِ مقدس ومحترم کو منحوس قرار دیتے ہیں۔

۴: اگر شہادت کسی مہینے یا دن کی فضیلت کا باعث ہے تو دیگر اصحاب رسول کی جن ماہ وایام میں شہادتیں ہوئیں ان کے متعلق کیا خیال ہے؟

⊙ بعض لوگ محرم کو سوگ کا مہینا قرار دیتے ہیں اسی لیے وہ اس میں شادی بیاہ یا کوئی اور خوشی کا کام کرنا بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ زیب وزینت اور عمدہ لباس ترک کر کے غم کا اظہار کرتے ہیں، اس ماہ کے پہلے عشرے میں ننگے پاؤں، ننگے سر، اور ننگے بدن رہنے کو معمول بنا لیتے ہیں، چارپائیاں وغیرہ الٹ دیتے ہیں حالانکہ اگر واقعی محرم سوگ کا مہینا ہے تو پھر:

۱: اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان باتوں سے مطلع کیوں نہ کیا؟

۲: صحابہ کرام، تابعین عظام یا دیگر سلف صالحین نے ہمیں اس کی خبر کیوں نہ دی؟

۳: اگر شہادت مستقل کسی مہینے یا دن کے سوگ کا باعث ہے تو دیگر اصحابِ رسول کی جن ماہ وایام میں شہادتیں ہوئیں ان کے متعلق کیا خیال ہے؟

۴: یہ بھی یاد رہے کہ شریعت محمدی میں سوگ کا تعلق صرف عورتوں سے ہے نہ کہ مردوں سے اور پھر یہ تین دن سے زیادہ منانا جائز بھی نہیں سوائے اس عورت کے کہ جس کا

خاوند فوت ہو جائے اور وہ بھی صرف چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔ [1]

سوگ کا مطلب ہے کہ عورت نہ سرمہ لگائے، نہ خوشبو اور نہ ہی کنگھی کرے، نہ رنگین کپڑے پہنے، نہ خضاب لگائے، نہ مہندی اور نہ ہی زیور وغیرہ استعمال کرے۔ [2]

۵: گو سوگ کا تعلق عورتوں سے ہے مگر اب تو کسی عورت کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ یا آپ کے ساتھیوں کا سوگ منائے کیونکہ ان نفوسِ قدسیہ کو شہید ہوئے تو صدیاں بیت چکی ہیں لہٰذا سوگ چہ معنی دارد؟ اور پھر صرف ہر سال محرم ہی میں کیوں؟

⊙ نو بیاہتا عورت کا محرم کا چاند میکہ میں دیکھنا: کہا جاتا ہے کہ نو بیاہتا دلہن کا محرم کا چاند سسرال میں دیکھنا سسرال والوں کے لیے بھاری ہوتا ہے اس لیے اکثر نو بیاہتا عورتیں محرم کا چاند اپنے میکے جا کر دیکھتی ہیں اور عاشورہ سے پہلے سسرال واپس نہیں لائی جاتی کہ یہ بھی سسرال پر بھاری پڑتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ازواج مطہرات نے بھی اپنی اپنی شادیوں کے بعد پہلا محرم اپنے اپنے میکوں میں گزارا تھا؟ تمام کتبِ حدیث اور تاریخی روایات اس سوال کا جواب نفی میں دیتی ہیں کہ ازواج مطہرات نے ہرگز ایسی کوئی رسم نہیں اپنائی تھی اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس قسم کا کوئی حکم دیا تھا لہٰذا مسلمان بھائیوں بہنوں کو ایسی جاہلانہ باتیں ترک کر دینی چاہییں اسی میں عافیت ہے۔

بدعاتِ محرم:

ماہِ محرم اور خصوصاً یوم عاشوراء کے متعلق عوام الناس میں بے شمار رسوم و بدعات نے جنم لے رکھا ہے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

قبرستان جانا:

ماہِ محرم، خصوصاً نویں اور دسویں محرم کو مرد و خواتین، بچے بوڑھے سبھی قبرستان کا رخ کرتے ہیں۔ قبروں پر مٹی ڈالتے ہیں، ان کی لیپا پوتی کرتے ہیں، وہاں فوت شدگان کو

---

[1] بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها اربعة اشهر وعشرا، رقم: ٥٣٣٤.

[2] بخاری، کتاب الطلاق، باب القسط للحارة عند الطهر، رقم: ٥٣٤١؛ ابوداؤد، رقم: ٢٣٠٢، ٢٣٠٤؛ نسائی، رقم: ٣٥٣٤.

پارے پڑھ پڑھ کر بخشتے ہیں۔ اسی طرح قبروں پر دال، چاول اور چینی وغیرہ پھینکتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب چیزیں بدعات وخرافات کے زمرے میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم دیا ہے نہ رسولِ اکرم ﷺ نے اجازت دی اور نہ ہی یہ عمل صحابہ کرام میں سے کسی نے کیے ہیں۔

نصیحت اور آخرت کی یاد کی خاطر قبرستان جانا کوئی معیوب بات نہیں بلکہ مستحب اور مسنون ہے مگر ہمارے ہاں تو نو اور دس محرم کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قبرستان میں مینا بازار لگا ہو۔ کیا صحابہ وصحابیات بھی ایسا کیا کرتے تھے؟

اگر قبر پر کوئی شگاف وغیرہ پڑ جائے یا وہ سطح زمین سے نیچی ہو جائے تو ایسی حالت میں محرم ہو یا غیر محرم مٹی ڈالنا جائز ہے لیکن مخصوص محرم کے مہینے میں اور پھر بلاوجہ مٹی ڈالنا بھلا کیسے مستحسن ہوسکتا ہے۔ ﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین﴾

اور پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ ان تمام کاموں سے فراغت کے بعد شیرینی وغیرہ بانٹی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر شیرینی نہ بانٹی تو صاحب قبر پر بوجھ رہے گا۔ اس کی روح ناخوش ہوگی اور کوئی نقصان کر جائے گی۔ العیاذ باللہ

غیر اللہ کی نذر ونیاز:

ماہِ محرم میں ہونے والی بدعات وخرافات میں سے ایک سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کے نام پر دی جانے والی نذر ونیاز بھی ہے جس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً:

۱: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ و دیگر شہدائے کربلا کے نام پر شربت اور دودھ کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔

۲: قسم قسم کے کھانے پکا کر تقسیم کیے جاتے ہیں۔

۳: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر آبخورے اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی پیالیاں وپلیٹیں (کجیاں ٹھوٹھیاں) شربت، میٹھے چاول، کھیر یا حلوے وغیرہ سے بھر کر بانٹے جاتے ہیں۔

حالانکہ یہ تمام امور ناجائز اور حرام ہیں کتاب وسنت میں ان کی کوئی سند نہیں ملتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ مَآ أُهِلَّ بِهِ

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴾ (البقرة:١٧٣)

''بے شک تم پر مردار، (بہا ہوا) خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو، حرام ہے۔ پس جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا، زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ ﴾

(الانعام:١٦٢،١٦٣)

''آپ فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ اپنی نمازوں میں پڑھتے:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ .)) [1]

یعنی میری قولی، فعلی اور مالی، تمام عبادات اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

عبادات کی یہ تینوں اقسام (قولی، فعلی، مالی) صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو لوگ ان میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں تو گویا وہ خالق کا حق چھین کر مخلوق کو تفویض کرتے ہیں اور یہی وہ شرک ہے جسے قرآنِ مجید میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:١٣)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب التشهد فی الآخرة، رقم:٨٣١.

عبادات قولی میں زبان سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اس کا نام لینا اس کا ذکر کرنا۔ عبادات فعلی میں رکوع، سجدہ، قیام وغیرہ اور عبادات مالی میں ہر قسم کا صدقہ وخیرات، نذر ونیاز وغیرہ شامل ہیں۔ [1]

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے لیے (خواہ وہ نبی ہو یا صحابی یا کوئی اللہ کا ولی ہو) نذر ونیاز دینا صرف بدعت ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے۔ نیز اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے کیا جاتا ہے تو اس میں محرم کی تخصیص کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ خیرات کرنے کے لیے تو نہ کسی خاص دن کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی مہینے کی تخصیص۔

جعلی اور بناوٹی نمازیں:

محرم کی جملہ بدعات میں سے مخصوص فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس میں پڑھی جانے والی چند مخصوص نمازیں بھی ہیں جن کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مبتدعین نے اپنی طرف سے دین میں اضافہ کرتے ہوئے انھیں گھڑ رکھا ہے لہٰذا یہ سب بدعت ہیں جنہیں پڑھنے سے بجائے ثواب کے گناہ ہی ملتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) [2]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا کام ایجاد کیا جو اس سے نہیں تھا تو وہ مردود ہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [3]

''حمد وثنا کے بعد! یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور سب سے برے امور وہ ہیں جنہیں دین میں نیا ایجاد کیا جائے اور ہر

---

[1] شرح صحیح بخاری از مولانا داؤد راز: ۲/۳۲.

[2] بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی......، رقم: ۲۶۹۷.

[3] مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، رقم: ۸۶۷.

بدعت گمراہی ہے۔"

اب آتے ہیں محرم کی ان مخصوص نمازوں کی طرف جو لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھی ہیں اور جن کی ادائیگی پر بڑے ثواب کی بشارتیں سنائی جاتی ہیں:

⊙ جو کوئی محرم کی پہلی شب چھ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

پھر سلام کے بعد تین مرتبہ:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْح . پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ثواب عظیم حاصل ہوگا۔

⊙ جو کوئی محرم کی پہلی شب نماز مغرب کے بعد دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورۂ الانعام اور دوسری رکعت میں سورۂ الفاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین پڑھے تو اُسے بفضل باری تعالیٰ بے شمار عبادت کرنے کا ثواب ملے گا۔

⊙ جو کوئی محرم کی پہلی شب نماز عشاء کے بعد دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کے نامہ اعمال میں بے شمار نیکیاں لکھتا ہے۔

⊙ جو کوئی یکم محرم کو دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگے:

اللّٰهم انت الله الابد القديم ، هذه سنة جديدة ، اسئلك فيها العصمة من الشيطن الرجيم ، والامان من السلطان الجابر ، ومن شر كل ذى شر ، ومن البلاء والافات ، واسئلك العون والعدل على هذه النفس الامارة بالسوء والاشتغال بما يقربنى اليك ، يا بر ، يا رؤف ، يا رحيم ، يا ذالجلال والاكرام .

تو بفضل باری تعالیٰ اس عمل کی برکت سے پروردگار عالم اس شخص کو شر شیطان سے محفوظ رکھے گا اور اسے اپنی حفظ وامان میں رکھے گا۔ اس کے رزقِ حلال میں خیر و برکت پیدا فرمائے گا۔ [1]

- جو کوئی عاشورہ کے دن چاشت کے وقت دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد لَوْ اَنْزَلْنَا سے سورۂ حشر کی آخری آیات تک پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درودِ پاک پڑھے اور پھر ایک مرتبہ یہ دعا نہایت توجہ و یکسوئی سے پڑھے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o یا اول الاولین، یا اخر الاخرین، لا الہ الا انت خلقت ما خلقت فی مثل ھذا الیوم، وتخلق اخر ما تخلق فی مثل ھذا الیوم اعطنی فیہ خیر ما اولیت فیہ انبیاءك واولیاءك واصفیاءك من ثواب البلایا، واسھم لی مثل ما اعطیتھم فیہ من الکرامۃ، وبحق محمد ﷺ.

بفضل باری تعالیٰ اس نفل نماز اور دعا کی برکت سے بے پناہ ثوابِ عظیم حاصل ہوگا۔ [2]

- جو کوئی خوش نصیب عاشورہ کی رات چار رکعات نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گزشتہ گناہ اور آئندہ پچاس سالوں کے گناہ معاف فرما دے گا اور اس کے لیے ملاءِ اعلیٰ میں ایک ہزار محل تیار کیے جاتے ہیں۔ [3]
- اگر کوئی شخص عاشورہ کی رات کو چھ رکعات نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اکیس اکیس بار پڑھے۔ پھر دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فلق اکتیس اکتیس بار پڑھے۔ پھر تیسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ الناس اکتالیس اکتالیس مرتبہ پڑھے۔ اس نماز کے ادا کرنے کے بعد بیٹھ کر

---

[1] بارہ مہینوں کی نفلی عبادت، ص:۱۹، ۲۰.

[2] بارہ مہینوں کی نفلی عبادت، ص:۲۱.   [3] دورانِ سال بارہ ماہ کی نفلی عبادات، ص:۲۹.

ستر مرتبہ یہ دعا پڑھے تو اس کو دینی ودنیوی فیوض وبرکات حاصل ہوں گی۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار . [1]

- جو کوئی عاشورہ کے دن چھ رکعت نفل اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ سورہ والشمس، سورہ والضحیٰ، سورہ اذا زلزلت، سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے۔ یہ نفل نماز اشراق کے وقت پڑھے اور پڑھنے کے بعد سجدہ میں جا کر سات مرتبہ سورۂ کافرون پڑھے اور اپنی جائز حاجت کے لیے دعا مانگے۔ پھر یہ دعا مانگے:

اللّٰهم اجعلنی ممن دعاك فاجبته، وامن بك فهديته، ورغب اليك فاعطيته، وتوكل عليك فكضيته، واقترب منك فادنيته، اللّٰهم امدد بعيشى فى الخيرات مدا واجعل لى فى قلوب المؤمنين ودا، اللهم اسئلك الايمان بك، واسئلك الفضل من الرزق، واسئلك العافية من البلايا، واسئلك حسن العافية فى الدنيا والاخرة، يا ذالجلال والاكرام.

ان شاء اللہ جو بھی حاجت ہوگی وہ ضرور پوری ہوگی۔ [2]

- عاشورہ کی رات کو عشا کی نماز کے بعد دو دو کر کے آٹھ رکعت نفل یوں پڑھے جائیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں سورۂ اخلاص اکتالیس بار پڑھے۔ نوافل کے بعد ایک سو گیارہ بار درج ذیل آیت کا ورد کرے تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نوافل پڑھنے والے پر رحم فرمائے گا اور اس کے گناہ معاف فرمائے گا اور وہ عالم برزخ میں عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ دعا یہ ہے:

ربنا امنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خير الراحمين . [3]

---

[1] ایضاً۔
[2] بارہ مہینوں کی نفلی عبادات، ص:۲۰
[3] دورانِ سال ۱۲ ماہ کی نفلی عبادات، ص:۳۰

جائزہ:

سطور بالا میں محرم اور عاشوراء کے متعلق جن نفلی نمازوں کا بیان ہوا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے انھیں بیان کر کے اپنی کتابوں کے اوراق سیاہ کیے ہیں انھوں نے کوئی حوالہ دینے کی زحمت نہیں کی۔ اگر یہ مسنون اور ان کا ادا کرنا کارِ ثواب ہوتا تو ضرور نبی اکرم ﷺ بیان فرماتے اور احادیث کی معتبر کتب میں ان کا ذکر ہوتا۔

جعلی اور بناوٹی وظائف:

مبتدعین نے اللہ تعالیٰ کے محترم مہینے محرم کے حوالے سے بھی بے شمار وظائف اور ان کے فضائل گھڑ کر اپنی کتابوں کی زینت بنا رکھے ہیں۔ دین سے بے خبر عوام ایسی ہی من گھڑت چیزوں کو دین سمجھ کر اصل سے بے خبر ہو چکے ہیں ہمیں حیرت ہے کہ ان ظالموں نے کتنی دیدہ دلیری سے انھیں گھڑا ہے حالانکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے جو دخول نار کا باعث ہے۔ لیجیے ملاحظہ فرمایے ماہِ محرم کے بناوٹی وظائف:

- محرم کی پہلی شب سے دسویں تاریخ تک روزانہ بلا ناغہ نماز عشا کے بعد ایک سو مرتبہ یہ دعا اس طرح پڑھے کہ اوّل و آخر سات سات مرتبہ درود پاک پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ نامہ اعمال میں بے شمار نیکیاں لکھی جائیں گی:

  بسم الله الرحمن الرحيم ۝ اللّٰهم لا مانع لما اعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا راد لما قضيت، ولا ينفع ذالجد منك الجد.

- جو کوئی محرم کی پہلی شب سے دسویں تاریخ کی شب تک روزانہ بلا ناغہ نماز عشاء کے بعد ایک سو مرتبہ چوتھا کلمہ توحید پڑھے تو بفضل باری تعالیٰ اس کو گناہوں کی معافی عطا ہو گی پروردگار عالم اس پر خصوصی فضل و کرم نازل فرمائے گا۔

- جو کوئی عاشورہ کے دن نماز عصر کے بعد نہایت توجہ و یکسوئی کے ساتھ ذیل میں دی ہوئی

دعا پڑھ کر اپنی حاجت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی اور جلد ہی اس کی حاجت بھی پوری ہوگی۔ دعا یہ ہے:

الهی بحرمة الحسین ، واخیه ، وامه ، وابیه ، وجده ، وبنیه ، فرج عما انا فیه ، وصلی الله علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین .

⊙ جو کوئی محرم کے مہینے میں روزانہ بلا ناغہ ایک سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له ، له الملك وله الحمد ، یحیی و یمیت ، وهو حی لا یموت ، بیده الخیر ، وهو علی كل شیء قدیر ، اللّٰهم لا مانع لما اعطیت ، ولا معطی لما منعت ، ولا رادا لما قضیت ، ولا ینفع ذالجد منك الجد .

اس دعا کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرے اور چہرے پر پھیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے گناہوں سے ایسا پاک فرمائے گا کہ جیسے ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

⊙ جو کوئی عاشورہ کے دن باوضو حالت میں ستر مرتبہ یہ پڑھے:

حسبی الله ونعم الوكيل ، نعم المولی ونعم النصیر .

تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کی معافی عطا فرمائے گا۔

⊙ جو کوئی عاشورہ کے دن باوضو حالت میں ایک سو مرتبہ ذیل میں دیئے ہوئے کلمات اس طرح پڑھے کہ اوّل وآخر درود پاک پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کے کام کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کلمات یہ ہیں:

لا اله الا اللّٰه العلی العظیم ، لا اله الا اللّٰه الحکیم الکریم ، سبحان اللّٰه رب السموت السبع ورب العرش العظیم .

⊙ جو کوئی عاشورہ کے دن ذیل میں دی ہوئی دعا سات مرتبہ پڑھے گا تو بفضل باری تعالیٰ سارا سال جملہ آفات وبلیات سے محفوظ رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سال موت کا حملہ بھی اس پر نہ ہوگا اور جس سال اس کی موت ہوگی اس سال اس دعا کو پڑھنے کی توفیق نہ ہوگی۔ دعا یہ ہے:

سبحان اللّٰه ، ملاء الميزان ، ومنتهى العلم ، ومبلغ الرمنى ، وزنة العرش ، لا ملجاء ولا منجاء من اللّٰه الا اليه ، سبحان اللّٰه عدد الشفع والوتر ، وعدد كلماته التامات ، واسئلك السلامة كلها برحمتك يا ارحم الراحمين ، ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم ، وحسبى اللّٰه ونعم الوكيل ، نعم المولى ونعم النصير ، وصلى اللّٰه تعالى على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين ، وسلما تسليما كثيرا كثيرا . [1]

جائزہ:

یہ سب اذکار و وظائف بناوٹی اور جعلی ہیں ان میں سے کوئی ایک وظیفہ بھی ایسا نہیں جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام یا تابعین عظام سے بسند صحیح ثابت ہو۔ بلکہ بعض وظائف تو ایسے ہیں جن سے شرک کی بدبو آرہی ہے۔ لہٰذا انھیں پڑھنا بدعت ہے۔

شیخ احمد بن عبداللہ السلمی فرماتے ہیں:

لا يشرع فى هذا اليوم شى غير الصيام لكن البعض احدثوا فيه امورا لا اصل لها او انها تعتمد على احاديث موضوعة او ضعيفة . [2]

---

[1] بارہ مہینوں کی نفلی عبادت، ص:۲۱ تا ۲۴

[2] بدع واخطا تتعلق بالايام والشهور، ص:۲۲۹.

عاشوراء کے روز سوائے روزے کے اور کوئی چیز ثابت نہیں۔ تاہم بعض لوگوں نے اس میں ایسے ایسے امور (جیسا کہ آپ سطور بالا میں ملاحظہ کر چکے ہیں) ایجاد کر رکھے ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، ضعیف یا من گھڑت روایات کو دلیل بنا کر یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔

شیعی بدعات:

محرم کا مہینا جونہی امن وسلامتی کا پیغام لے کر ہم پر سایہ فگن ہوتا ہے تو شیعہ حضرات کی طرف سے بھی طرح طرح کی بدعات وخرافات دیکھنے میں آتی ہیں جگہ جگہ مجلس اور محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں مرثیہ خوانی ہوتی ہے۔ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت مبالغہ آمیز انداز میں بیان کر کے اس پر اظہار غم وتاسف کیا جاتا ہے۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو وتحقیر بلکہ سب وشتم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ وماتم کیا جاتا ہے۔ یکم محرم ہی سے چارپائیاں الٹا دی جاتی ہیں۔ بعض نوجوان ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پہن کر خود کو سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قیدی ظاہر کرواتے ہیں، سیاہ لباس استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ آگ جلا کر اس میں سے گزر کر اپنے آپ کو سچا باور کرواتے ہیں۔ اسی طرح تعزیے کے جلوس اور گھوڑے نکالے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام افعال ایسے ہیں جن کا سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ تو درکنار دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان افعال قبیحہ کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور نہ ہی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اجازت دی۔ جملہ اہل بیت بھی اس قسم کی لغویات اور بدعات سے کوسوں دور تھے۔ خیر القرون میں ان کا تصور تک نہ تھا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا تكلف لا حاجة اليه في الدين ولا في الدنيا، ولو كان هذا اثرا محمودا لكان صدر هذه الامة وخيرتها اولى به، اذ لو كان خيرا لسبقونا اليه، واهل السنة يقتدون ولا يبتدون.[1]

---

[1] البداية والنهاية: ١٢/ ٢٢٠.

یہ امور محض تکلف ہیں۔ دین و دنیا میں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر یہ اچھے کام ہوتے تو اس امت کے ابتدائی اور بہتر لوگ اس کے زیادہ اہل تھے۔ اگر ان کاموں میں کوئی بھلائی ہوتی تو اس میں وہ ضرور ہم سے سبقت لے جاتے۔ اور اہل سنت اقتدا کرتے ہیں اپنی طرف سے بدعتیں نہیں گھڑتے۔

علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

واما اتخاذه ماتما كما تفعله الرافضة لاجل قتل الحسين بن علي رضي الله عنهما فيه، فهو من عمل من ضل سعيه في الحياة الدنيا وهو يحسب انه يحسن صنعا، ولم يامر الله ولا رسوله باتخاذ ايام مصائب الانبياء وموتهم ماتما، فكيف بمن دونهم. ❶

اور عاشورا کے دن کو ماتم کا دن بنالینا جیسا کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کی بناء پر رافضیوں نے کیا ہے تو یہ ایسے شخص کا عمل ہے جس کی محنت دنیا ہی میں ضائع ہوگئی جب کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کوئی اچھا کام کررہا ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول نے یہ حکم نہیں دیا کہ انبیاء کے مصائب اور ان کی وفات کے ایام کو ماتم کا دن بنالیا جائے تو ان سے کم درجے کے بزرگوں کی وفات کے دن کو ماتم کا دن کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

تاریخ سے بھی یہی بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ ان بدعات وخرافات نے خیر القرون کے بعد چوتھی صدی ہجری کے وسط میں رواج پکڑا، اس کی ترویج وترقی میں بویہی خاندان نے بڑا واضح کردار ادا کیا۔ معز الدولہ بن بویہ اس کا بانی ہے جس نے ۳۵۲ھ میں سرکاری سطح پر اسے منانے کا اعلان کیا ورنہ اس سے قبل ان بدعات کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ احداث ۳۵۲ھ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

---

❶ لطائف، ص: ۱۱۳۔

يوم عاشوراء، قال ثابت: الزم معز الدولة الناس بغلق الاسواق ومنع الهراسين والطباخين من الطبيخ، ونصبوا القباب فى الاسواق وعلقوا عليها المسوح، واخرجوا نساء منشّرات الشعور مضجّات يلطمن فى الشوارع ويقمن المآتم على الحسين عليه السلام، وهذا اوّل يوم نيح عليه ببغداد. [1]

''یوم عاشوراء، ثابت کہتے ہیں کہ معز الدولہ نے زبردستی (اس دن) بازار بند کروائے، نانبائیوں کو روٹی وغیرہ پکانے سے منع کیا، بازاروں میں لکڑیوں کے ڈھانچے بنا کر ان پر موٹے کپڑے چڑھائے، خواتین سے جن کے بال کھلے ہوئے تھے سڑکوں پر ماتم حسین کروایا، بغداد میں یہ پہلا دن تھا جب اس طرح نوحہ وزاری کرائی گئی۔''

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے المنتظم (۴/۲۰۸)، ابن الاثیر رحمہ اللہ نے الکامل فی التاریخ (۷/۲۶۶)، ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (۱۲/۲۱۶)، ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۴/۴۷۷) اور سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء (ص:۳۷۹) میں یہی بات بیان کی ہے۔ تاہم جہاں تک چھریاں یا خنجر مار کر اپنے آپ کو زخمی اور لہولہان کرنے کا تعلق ہے جیسے ہمارے ہاں ہوتا ہے تو اس کے متعلق ڈاکٹر موسیٰ الموسوی رقم طراز ہیں:

ہمیں یہ تو بالضبط معلوم نہیں ہوسکا کہ عاشوراء کے دن آہنی زنجیروں سے کندھے پیٹنے کا آغاز کب ہوا اور ایران، عراق وغیرہ جیسے شیعی علاقوں میں اس رسم نے کب رواج پایا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تلواروں سے سرکوبی اور اسے زخمی کر کے عاشوراء محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اظہارِ غم کا طریقہ ایران اور عراق میں ہندوستان سے انگریزی استعمار کے زمانے میں گیا ہے اور انگریز شاطر نے شیعہ کی جہالت، سادگی اور امام حسین کے ساتھ اندھی عقل سوز

---

[1] تاريخ الاسلام: ٢٦/٥.

محبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں امام کے غم میں سرکوبی کی تعلیم دی۔

حتیٰ کہ ماضی قریب میں بھی بغداد اور تہران میں برطانوی سفارت خانے حسینی تعزیہ کے جلوسوں کی مدد کرتے رہے ہیں جو اسی مذکورہ بالا بدترین مظاہرے کی شکل میں گلیوں اور بازاروں میں چکر لگاتے تھے۔ انگریزی استعمار کے ان بدترین جلوسوں کی کارروائی کی ترویج واشاعت کے پس پردہ انتہائی مکروہ سیاسی مقاصد تھے وہ ان کی نمائش کو برطانوی عوام اور آزاد اخبارات کے سامنے جو حکومت برطانیہ کے ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں نو آبادیاتی نظام کی مخالفت کرر ہے تھے بطور ایک معقول وجہ جواز کے پیش کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ ان ممالک کے عوام کے وحشیانہ مظاہر سے یہ ثابت کر سکے کہ یہ قومیں کسی ایسے منتظم کی محتاج ہیں جو انہیں جہالت و بربریت سے نکال سکے۔ یہ تعزیتی جلوس جو دس محرم کو عام بازاروں کے چکر لگاتے ان میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے جو آہنی زنجیروں سے اپنی پیٹھوں کو لہولہان کر لیتے۔ تلواروں اور خنجروں سے اپنے سروں کو زخمی اور خون آلود کر لیتے۔ ان کی تصویریں یورپ کے انگریزی اخبارات میں چھاپی جاتیں۔ اس سے شاطر سامراجی یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جن اقوام کی ثقافت کا مظہر یہ تصویری جھلکیاں ہیں، نو آبادیاتی نظام کے ذریعے ان ممالک کے عوام کو شہرت و ترقی کے راستے پر گامزن کرنا ہماری انسانی ذمہ داری ہے۔

کہتے ہیں کہ عراق میں انگریزی عہد اقتدار میں اس وقت کے عراقی وزیراعظم یاسین ہاشمی جب انگریزی راج ختم کرانے کے لیے مذاکرات کرنے لندن گئے تو انگریز نے ان سے کہا ہم تو صرف اس لیے عراق میں رکے ہوئے ہیں کہ عراقی قوم کو احمقانہ انارکی سے نکالیں تا کہ وہ ہم دوشِ سعادت ہو سکے۔ یاسین ہاشمی اس بات پر برافروختہ ہو کر غصے کی حالت میں کمرۂ مذاکرات سے باہر نکل آئے تو انگریز نے ان سے بڑی لجاجت اور نرم خوئی سے معذرت کر لی پھر پورے احترام سے ہاشمی کو عراق کے بارے میں ایک دستاویزی فلم دیکھنے کو کہا جس میں نجف، کربلاء اور کاظمیہ کی شاہراہوں پر چکر لگاتے ہوئے تعزیہ حسین کے جلوس دکھائے گئے تھے جو بڑے خوفناک اور قابل نفرت منظر پیش کرر ہے تھے گویا انگریز یہ کہنا چاہتا تھا کہ

جس قوم میں ذرّہ بھر بھی تہذیب کا حصہ ہو وہ خود اپنے ساتھ یہ مار دھاڑ کر سکتی ہے؟ [1]

ماہِ محرم واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ سیّدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ از طرف قطن	۴ھ	جون ۶۲۵ء
⊙ سریہ سیّدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ از طرف عرنہ [2]	۴ھ	جون ۶۲۵ء
⊙ غزوۂ ذات قرد [3]	۷ھ	مئی ۶۲۷ء
⊙ غزوۂ خیبر [4]	۷ھ	مئی ۶۲۷ء

نوٹ: غزوۂ خیبر کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ سیّدنا عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ از طرف بنی تمیم [5]	۹ھ	اپریل ۶۳۰ء
⊙ عاملین زکوٰۃ کا باقاعدہ تقرر [6]	۹ھ	اپریل ۶۳۰ء
⊙ وفد نخع کی آمد [7]	۱۱ھ	مارچ ۶۳۲ء

---

[1] اصلاح شیعہ، ص:۱۷۶، ۱۷۸.

[2] طبقات، ابن سعد: ۲۸٤/۱؛ سیر اعلام النبلاء: ۲٦٥/۱؛ کتاب المغازی، ص:۲٥۷؛ تاریخ الاسلام: ۱۲٦/۲.

[3] مسلم، رقم: ۱۸۰۷؛ بخاری، رقم: ٤۱۹٤؛ فتح الباری: ٥۷٥/۷.

[4] صحیح تاریخ طبری: ۲٤۰/۲؛ جوامع السیرۃ، ص:۲۲٥؛ الکامل فی التاریخ: ۹۸/۲؛ البدایة والنهایة: ۳۹٦/٤؛ فتح الباری: ٥۷۹/۷؛ ابن خلدون: ۱۲۲/۱؛ السیرۃ النبویة لابن حبان: ۳۰۰/۱.

[5] ابن سعد: ۳۷۳/۱؛ زاد المعاد: ٦۲٦/۲؛ الرحیق المختوم، ص:٥۷٥.

[6] ابن سعد: ۳۷۳/۱؛ سیرت النبی: ٤۷/۲؛ الرحیق المختوم، ص:٥۷٤؛ عهد نبوت کے ماہ وسال، ص:۳۳۲.

[7] زاد المعاد: ۷۰۷/۳؛ الرحیق المختوم، ص:٦۰۹؛ عهد نبوت کے ماہ وسال، ص:۳۸۸.

⊙ جنگ قادسیہ [1] — ۱۴ھ — فروری ۶۳۵ء

نوٹ: جنگ قادسیہ کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

⊙ وفات سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا [2] — ۱۶ھ — فروری ۶۳۷ء

⊙ خلافت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ [3] — ۲۴ھ — نومبر ۶۴۴ء

⊙ حادثہ کربلا وشہادت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ [4] — ۶۱ھ — اکتوبر ۶۸۰ء

⊙ عبیداللہ ابن زیاد کا قتل [5] — ۶۷ھ — اگست ۶۸۵ء

⊙ وفات محمد بن علی ابن الحنفیۃ رحمہ اللہ [6] — ۸۱ھ — فروری ۷۰۰ء

⊙ وفات خلیفہ محمد بن منصور المہدی [7] — ۱۶۹ھ — جولائی ۷۸۵ء

⊙ وفات امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ [8] — ۱۹۷ھ — ستمبر ۸۱۲ء

⊙ خلیفہ امین الرشید کا قتل وخلافت مامون الرشید [9] — ۱۹۸ھ — ستمبر ۸۱۳ء

---

[1] صحیح تاریخ طبری: ۳/۱۹۶؛ المسعودی: ۲/۲۴۹؛ المنتظم: ۴/۱۶۰؛ ابن خلدون: ۱/۲۵۲.

[2] صحیح تاریخ طبری: ۳/۲۳۱؛ سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۹۰؛ البدایہ: ۷/۱۸۲؛ الاصابۃ: ۴/۲۶۳؛ الاستیعاب: ۴/۴۶۵.

[3] تاریخ الیعقوبی: ۲/۲۶۱؛ البدایہ: ۷/۲۸۰؛ تہذیب الکمال: ۷/۵۹؛ سیر اعلام النبلاء: ۲/۳۳۹؛ تہذیب التہذیب: ۷/۱۲۵.

[4] صحیح تاریخ طبری: ۴/۷۷؛ تاریخ خلیفہ، ص: ۲۲۱؛ تاریخ مدینۃ السلام: ۱/۴۷۴؛ تاریخ المسعودی: ۳/۹۱؛ الیعقوبی: ۲/۴۰۴؛ سیر اعلام النبلاء: ۴/۱۶۱؛ البدایہ: ۸/۲۷۸؛ تہذیب الکمال: ۲/۶۸۳؛ الاستیعاب: ۱/۴۴۲.

[5] البدایۃ: ۹/۳۵ نوٹ: دوسرا قول ۶۶ھ کا ہے۔

[6] البدایہ: ۹/۱۸۴؛ ابن سعد: ۵/۱۱۵؛ تاریخ ابن خلکان: ۴/۵۵۰؛ سیر اعلام النبلاء: ۴/۳۷۳.

[7] تاریخ مدینۃ السلام: ۳/۳۹۴؛ الیعقوبی: ۲/۶۳۷؛ المسعودی: ۳/۳۷۳؛ البدایہ: ۱۰/۴۱۰؛ السیرۃ النبویۃ لابن حبان: ۲/۵۷۲؛ تاریخ خلیفہ، ص: ۲۹۰.

[8] تاریخ مدینۃ السلام: ۱۵/۶۶۷؛ سیر اعلام النبلاء: ۷/۹۴.

[9] تاریخ مدینۃ السلام: ۴/۵۴۱؛ المسعودی: ۳/۴۸۹؛ السیرۃ النبویۃ لابن حبان: ۲/۵۷۴؛ تاریخ القضاعی، ص: ۱۲۹.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات امام ابن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ [1]	۲۳۵ھ	اگست ۸۴۹ء
⊙ وفات قاضی احمد بن ابی داؤد المعتزلی [2]	۲۴۰ھ	جون ۸۵۴ء
⊙ خلیفہ مستعین باللہ کی معتز باللہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری [3]	۲۵۲ھ	جنوری ۸۶۶ء
⊙ نوحہ و ماتم و دیگر بدعات عاشوراء کا آغاز [4]	۳۵۲ھ	جون ۹۶۳ء
⊙ ولادت سلطان محمود غزنوی [5]	۳۶۱ھ	اکتوبر ۹۷۱ء
⊙ ولادت ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ امام الحرمین رحمہ اللہ [6]	۴۱۹ھ	جنوری ۱۰۲۸ء
⊙ وفات حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی رحمہ اللہ [7]	۴۳۰ھ	اکتوبر ۱۰۳۸ء

نوٹ: دوسرا قول صفر کا ہے۔

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات خلیفہ مقتدی بامر اللہ و خلافت مستظہر باللہ [8]	۴۸۷ھ	جنوری ۱۰۹۴ء
⊙ ولادت حافظ ابن عساکر ابوالقاسم علی بن الحسن [9]	۴۹۹ھ	ستمبر ۱۱۰۵ء
⊙ نہاوند میں ایک متنبی کا قتل [10]	۴۹۹ھ	ستمبر ۱۱۰۵ء
⊙ وفات بانی مراکش یوسف بن تاشفین [11]	۵۰۰ھ	ستمبر ۱۱۰۶ء

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۸/۷۸؛ تاریخ مدینة السلام: ۱۱/۲۶۷.

[2] تاریخ مدینة السلام: ۵/۲۵۲؛ البدایة: ۱۱/۱۴۸؛ تاریخ الاسلام: ۱۷/۲۳.

[3] تاریخ مدینة السلام: ۲/۴۸۸، ۴۹۰؛ البدایة: ۱۱/۲۲۶؛ السیرة النبویة: ۲/۵۷۷؛ الکامل فی التاریخ: ۶/۱۷۸.

[4] البدایه: ۱۲/۲۱۶؛ تاریخ الاسلام: ۲۶/۵؛ ابن خلدون: ۴/۴۷۶؛ المنتظم: ۴/۲۰۸؛ الکامل فی التاریخ: ۷/۲۶۶.

[5] ابن خلکان: ۵/۲۱۱. [6] ابن خلکان: ۳/۱۳۴.

[7] سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۲۴۹؛ البدایة: ۱۳/۹۰؛ ابن خلکان: ۱/۹۷.

[8] البدایة: ۱۳/۲۴۵؛ الکامل فی التاریخ: ۸/۴۷۰.

[9] ابن خلکان: ۳/۲۵۱؛ سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۶۶۹.

[10] البدایة: ۱۳/۲۷۶؛ تاریخ الخلفاء، ص: ۴۰۴؛ تقویم تاریخی، ص: ۱۲۵.

[11] ابن خلکان: ۷/۱۳۵؛ تاریخ الاسلام: ۳۴/۱۶۹؛ تاریخ اسلام از اکبر نجیب آبادی: ۳/۱۱۶۲؛ تقویم تاریخی، ص: ۱۲۵.

⊙ وفات علامہ ابوالحسن علی بن محمد الکیا الہراسی [1]	۵۰۴ھ	جولائی ۱۱۱۰ء
⊙ ولادت امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی [2]	۶۳۱ھ	اکتوبر ۱۲۳۳ء
⊙ وفات شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی [3]	۶۳۲ھ	ستمبر ۱۲۳۴ء
⊙ ہلاکو خان کے ہاتھوں سقوط بغداد کا سانحہ [4]	۶۵۶ھ	جنوری ۱۲۵۸ء
⊙ خلیفہ مستنصر باللہ کا قتل [5]	۶۶۰ھ	نومبر ۱۲۶۱ء
⊙ ولادت ظہیر الدین بابر [6]	۸۸۸ھ	فروری ۱۴۸۳ء
⊙ وفات علامہ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی [7]	۹۲۳ھ	جنوری ۱۵۱۷ء
⊙ حکومت شیر شاہ سوری [8]	۹۴۷ھ	مئی ۱۵۴۰ء
⊙ وفات ملاں باقر مجلسی الرافضی [9]	۱۱۱۰ھ	جولائی ۱۶۹۸ء
⊙ وفات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [10]	۱۱۷۶ھ	اگست ۱۷۶۲ء
⊙ وفات مرزا مظہر جان جاناں [11]	۱۱۹۵ھ	دسمبر ۱۷۸۰ء
⊙ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کا قیام [12]	۱۲۸۳ھ	مئی ۱۸۶۷ء

[1] ابن خلكان: ۳/۲۳۳؛ البدايه: ۱۴/۱۲؛ الكامل فى التاريخ: ۹/۱۴۸؛ المنتظم: ۵/۶۲.

[2] سير اعلام النبلاء: ۱۵/۴۱۲؛ تاريخ الاسلام: ۵۰/۱۸۰.

[3] ابن خلكان: ۳/ ۳۶۰، سير: ۱۴/۷۸.

[4] البداية: ۱۵/ ۳۱۵؛ تاريخ الخلفاء، ص:۴۴۲؛ تقويم تاريخى، ص:۱۶۴.

[5] البداية: ۱۵/۳۸۲؛ تاريخ الاسلام: ۴۸/۳۲۸.

[6] برصغير ميں علم فقه، ص:۲۵۳.

[7] البدر الطالع: ۱/۹۶؛ تقويم تاريخى، ص:۲۳۱.

[8] تقويم تاريخى، ص:۲۳۷.

[9] تقويم تاريخى، ص:۲۷۸.

[10] تذكرة النبلاء، ص:۴۳؛ برصغير ميں اهل حديث خدام قرآن، ص:۶۷۶.

[11] تقويم تاريخى، ص:۲۹۹.

[12] فقهاء پاك وهند: ۳/۲۵۲؛ سوانحى قاسمى: ۲/۲۱۵.

- وفات بانی آریہ دھرم سوامی دیانند سرسوتی[1] ۱۳۰۲ھ اکتوبر۱۸۸۴ء
- ولادت شاہ محبّ اللہ الراشدی[2] ۱۳۴۰ھ اکتوبر۱۹۲۱ء
- وفات مولانا اکبر الٰہ آبادی[3] ۱۳۴۰ھ ستمبر۱۹۲۱ء
- وفات قاضی سلیمان منصور پوری[4] ۱۳۴۹ھ مئی۱۹۳۰ء
- آزادی مصر[5] ۱۳۵۵ھ مارچ۱۹۳۶ء
- وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان کا قتل[6] ۱۳۷۱ھ اکتوبر۱۹۵۱ء
- آزادی صومالیہ[7] ۱۳۸۰ھ جون۱۹۶۰ء
- وفات مولانا عبدالسلام بستوی[8] ۱۳۹۴ھ فروری۱۹۷۴ء
- بیت اللہ شریف پر شر پسندوں کا قبضہ[9] ۱۴۰۰ھ نومبر۱۹۷۹ء
- سانحہ بہاولپور، جنرل ضیاء الحق جاں بحق[10] ۱۴۰۹ھ اگست۱۹۸۸ء
- کویت پر عراق کا حملہ[11] ۱۴۱۱ھ اگست۱۹۹۰ء
- بے نظیر حکومت برطرف[12] ۱۴۱۱ھ اگست۱۹۹۰ء
- وفات مولانا ابوالبرکات احمد[13] ۱۴۱۲ھ جولائی۱۹۹۱ء
- وفات خطیب اسلام حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری ۱۴۲۵ھ فروری۲۰۰۴ء
- شہادت بانی حماس شیخ احمد یٰسین ۱۴۲۵ھ مارچ۲۰۰۴ء
- وفات مناظر اسلام مولانا یحییٰ گوندلوی ۱۴۳۰ھ جنوری۲۰۰۹ء

---

[1] تقویم تاریخی، ص:۳۲۶. [2] تذکرة النبلاء، ص:۳۹۷.
[3] یادِ رفتگاں، ص:۲۴؛ تقویم تاریخی، ص: ۳۳۵.
[4] سفر نامه حجاز از غلام رسول مهر؛ ص:۱۶۸،
[5] تقویم تاریخی، ص:۳۳۹.
[6] ایضاً، ص:۳۴۳. [7] ایضاً، ص:۳۴۵.
[8] اسلامی خطبات: ۶/۱. [9] بیسوی صدی کے اہم واقعات، ص:۳۳۰.
[10] ایضاً، ص:۳۸۰. [11] ایضاً، ص:۳۸۶.
[12] ایضاً، ص:۳۸۸. [13] دبستانِ حدیث، ص:۳۹۳.

ماہِ صفر

ماہِ صفر اسلامی سال کا دوسرا قمری مہینا ہے یہ صفر (بالکسر) سے ماخوذ ہے۔ اس میں ''ص'' اور ''ف'' دونوں مفتوح (زبر کے ساتھ) ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لفظ ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔ صفر کی جمع اصفاء ہے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ سب علماء اسے منصرف قرار دیتے ہیں سوائے ابوعبیدہ کے جنہوں نے اجماع کو توڑتے ہوئے اسے غیر منصرف قرار دیا ہے اور کہا کہ اسباب منع صرف علیت اور تانیث ہیں اور یہ الساعة (لمحہ، وقت، گھڑی) کے معنی میں ہے۔ ثعلب نے کہا کہ یہ بے وقوفی ہے، ابوعبیدہ کو یہی علم نہیں کہ زمانے سارے ہی ساعات ہیں۔ [1]

لغوی اعتبار سے صفر کا معنی ہے خالی ہونا۔ سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ، يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ، اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا.)) [2]

''بے شک اللہ تمہارا رب بہت حیا والا اور سخی ہے۔ بندہ جب اس کی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ انہیں خالی لوٹائے۔''

صفر الید خالی ہاتھ، بیت صفر من المتاع ایسے گھر کو کہتے ہیں جو سامان سے خالی ہو۔

ماہِ صفر کی وجہ تسمیہ:

الشیخ ابوعلی احمد بن محمد الاصفہانی کہتے ہیں:

سمی صفرا لانهم كانوا يغزون الصفرية، وهي مواضع كانوا يمتارون الطعام منها، وقيل: لانهم كانت او طانهم تخلوا من

[1] الشماریخ، ص:۳۸

[2] ابو داؤد، كتاب الوتر، باب الدعاء، رقم: ١٤٨٨ وسنده ضعيف.

الالبان، ومن كلامهم: نعوذ بالله من صفر الاناء وقرع الغناء. ❶

ماہِ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرب لوگ اس مہینے میں تفریحی مقامات جنہیں ''صفریہ'' کہا جاتا تھا، کا رخ کرتے اور وہاں خوب کھاتے پیتے اور دعوتیں اڑاتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں ان کے ہاں دودھ کی قلت ہوجاتی اور برتن خالی ہوجاتے، اس لیے اسے صفر کہتے، اسی مفہوم میں ان کے ہاں یہ محاورہ بھی تھا: برتن اور میدان خالی ہونے سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

علامہ علم الدین السخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سمی بذلك لخلو بيوتهم منهم حين يخرجون للقتال والاسفار، يقال: صفر المكان اذا خلا. ❷

''ماہِ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں لوگ عموماً جنگوں اور تجارتی سفروں کے لیے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے اور ان کے گھر خالی ہوجاتے۔ جب گھر خالی ہوجاتے تو کہتے: صَفَرَ الْمكان۔''

مورخ مسعودی کہتے ہیں کہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں یمن میں بازار لگتے جنہیں ''صفریہ'' کہا جاتا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اس کی مخالفت کرنے اور اس سے روگردانی کرنے والا بھوکوں مرجاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مہینے میں شہر خالی ہوجاتے اور لڑائیوں کے لیے نکل پڑتے اس لیے اسے صفر کہا جاتا کیوں کہ لوگ اس مہینے میں مکان خالی کر جاتے۔ ❸

ماہِ صفر کے دیگر نام:

دورِ جاہلیت میں ماہ صفر کو ''ناجر'' بھی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح محرم اور صفر دونوں کو

---

❶ كتاب الازمنة والامكنة، ص:٢٠٥.

❷ بحواله تفسير ابن كثير: ٣٨٥/٣.

❸ المسعودي: ١٣٥/٢.

''صفرین'' (دوصفر) بھی کہا جاتا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال فيها: لم يكن المحرم معروفا في الجاهلية وانما كان يقاله له ولصفر: الصفرين، وكان اوّل الصفرين من اشهر الحرم، فكانت العرب تارة تحرمه وتارة تقاتل فيه وتحرم صفر الثاني مكانه، قلت: وهذه فائدة لطيفة لم ارها الا في الجمهرة، فكانت العرب تسمى صفر الاوّل وصفر الثاني، وربيع الاوّل وربيع الثاني وجمادي الاولى وجمادي الاخرة فلما جاء الاسلام وابطل ما كانوا يفعلونه من النسيء. [1]

اور ابن درید نے اپنی کتاب ''الجمہرہ'' میں فرمایا کہ دورِ جاہلیت میں محرم کا نام معروف نہ تھا بلکہ اسے اور صفر دونوں کو ''الصفرین'' کہا جاتا۔ ان میں سے پہلا حرمت والا تھا جسے عرب لوگ اپنی مرضی کے مطابق کبھی محترم ٹھہراتے اور کبھی اس میں قتال کرتے اور اس کی جگہ دوسرے صفر کو محترم قرار دیتے۔ میں (سیوطی) کہتا ہوں کہ یہ بڑا لطیف نکتہ ہے جسے میں نے ''الجمہرہ'' ہی میں دیکھا ہے کہ عرب لوگ ربیع الاوّل، ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ کی طرح انھیں بھی صفر الاوّل اور صفر الثانی کہا کرتے لیکن جب اسلام آیا تو اس نے ان کی اس رسم نسی کو باطل قرار دیا۔

ہمارے ہاں ماہ صفر کو صفر المظفر یا صفر الخیر بھی کہا جاتا ہے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مظفر کے معنی ہیں کامیابی وکامرانی والی چیز اور الخیر کے معنی بھلائی کے ہیں۔ دورِ جاہلیت میں صفر کے مہینے کو منحوس تصور کیا جاتا تھا اس لیے اس کے ساتھ المظفر یا الخیر کا لفظ لگا کر صفر المظفر یا صفر الخیر کہا جاتا ہے تاکہ اسے منحوس سمجھنے کی بجائے کامیابی اور خیر وبرکت کا مہینا سمجھا جائے۔

شیخ احمد بن عبداللہ السلمی اس کا یوں ردّ فرماتے ہیں:

---

[1] المزهر في علوم اللغة: ١/ ٢٣٩.

شاع بين الناس: ان يصفوا شهر صفر بقولهم: صفر الخير ، وهذا باب رد الخطأ بالخطأ والجهل بالجهل ، اذا الوصف مشعر بتاصيل عقيدة التشاؤم بهذا الشهر ، فينبغي تركه .

يقول العلامة بكر ابو زيد: بل ترى بعضهم يقول: صفر الخير تفاولا يرد فيه ما يقع في نفسه من اعتقاد التشاؤم فيه ، فهذه لوثة جاهلية من نفس لم يصقلها التوحيد بنوره .[1]

لوگوں میں جو ماہِ صفر کو صفر الخیر کہنا عام ہے یہ ایک ایسی چیز ہے جو غلطی کا غلطی سے اور جہالت کا جہالت سے ردّ کرتی ہے۔ جب یہ وصف ہی اس مہینے کے متعلق عقیدہ نحوست کی مضبوطی کا پتا دے رہا ہے تو اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

علامہ بکر ابوزید کہتے ہیں: بعض لوگوں کو آپ نیک شگون کے طور پہ صفر الخیر کہتا دیکھیں گے تاکہ اس سے بدشگونی کی تردید ہو سکے جو اس کے متعلق پائی جاتی ہے۔ پس یہ اپنی طرف سے جاہلانہ بے وقوفی ہے جو توحید کو اس کے نور کے ساتھ پالش نہیں کرتی۔

سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین یا دیگر سلف صالحین میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے ماہِ صفر کو صفر المظفر یا الخیر کہا ہو۔ فافهم وتدبر

ماہِ صفر سے بدشگونی لینا:

بدشگونی لینے کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو خیر و برکت سے خالی سمجھنا، بعض ضعیف العقیدہ لوگ دورِ جاہلیت کی طرح آج بھی ماہِ صفر سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اس میں کسی کام مثلاً کاروبار وغیرہ کی ابتدا نہیں کرتے، اس میں شادی بیاہ کرنے سے گریزاں ہیں، لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اس قسم کے اور بھی کئی کام ہیں جنہیں کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا

[1] بدع واخطأ تتعلق بالايام والشهور، ص:٢٥٢.

اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ہر وہ کام جو اس مہینے میں شروع کیا جائے وہ منحوس یعنی خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض لوگ ماہِ صفر میں سفر کرنا اچھا نہیں سمجھتے بالخصوص اس کے ابتدائی تیرہ دن تو بہت زیادہ منحوس تصور کیے جاتے ہیں، حالانکہ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ کیونکہ مہینے سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ان میں نفع ونقصان اسی ذات کی طرف سے ہے نہ ماہِ صفر منحوس ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا مہینا۔

ماہِ صفر سے بدشگونی لینے کی وجوہات:

۱: ماہِ صفر سے بدشگونی لینے کی پہلی وجہ جہلاء کا یہ اعتقاد ہے کہ اس مہینے میں بلاؤں، آفات اور دیگر شر و فتن کا نزول ہوتا ہے۔ ایک جاہل نے تو اپنی کتاب میں یہاں تک لکھ مارا کہ یہ مہینا نزول بلا کا مہینا کہلاتا ہے کیونکہ پورے سال میں دس لاکھ اسّی ہزار بلائیں یا مصیبتیں دنیا میں انسانوں پر نازل ہوتی ہیں تو ان میں سے نو لاکھ بیس ہزار خاص ماہِ صفر میں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جو کوئی مجھے صفر کا مہینا گزر جانے کی خبر دے گا میں اسے جنت میں جانے کی بشارت دوں گا۔"[1]

جاہلانہ اور توہمانہ بدبو سے لبریز اس عبارت پر ہمیں کسی تبصرے کی ضرورت نہیں، البتہ جو حدیث بیان کی گئی ہے یہ بالکل من گھڑت ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے: لا اصل لہٗ اس کی کوئی اصل نہیں۔[2]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

قال الصنعانی: موضوع، وکذا قال العراقی.

یعنی اسے علامہ صنعانی اور عراقی نے موضوع کہا ہے۔[3]

---

[1] دورانِ سال ۱۲ ماہ کی نفلی عبادات، ص: ۳۳

[2] الموضوعات الکبریٰ، رقم: ۸۸٦. [3] المفوائد المجموعة: ۱/ ٤۳۸.

۲: دوسری وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ دورِ جاہلیت میں ماہِ محرم میں جنگ وقتال کو حرام سمجھا جاتا تھا اور یہ حرمت قتال ماہِ صفر تک برقرار رہتی لیکن جب صفر کا مہینا آ جاتا تو جنگ وجدال دوبارہ شروع ہوجاتے لہٰذا یہ مہینا منحوس سمجھا جاتا ہے۔

ماہِ صفر سے بدشگونی لینے کی تردید:

بدشگونی لینے سے شریعت میں بڑی سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ)) ثَلَاثًا ((وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ.)) [1]

''بدشگونی لینا شرک ہے، بدشگونی لینا شرک ہے، بدشگونی لینا شرک ہے۔'' تین بار کہا۔ (پھر فرمایا) ''اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے توکل کی برکت سے زائل فرما دیتا ہے۔''

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قوله: ((الطيرة من الشرك))، اى: لاعتقادهم ان الطيرة تجلب لهم نفعا، او تدفع عنهم ضرا، فاذا عملوا بموجبها فكانهم اشركوا بالله فى ذلك، ويسمى شركا خفيا، وقال بعضهم: يعنى: من اعتقد ان شيا سوى الله تعالىٰ ينفع او يضر بالاستقلال، فقد اشرك، اى: شركا جليا. وقال القاضى: انما سماها شركا، لانهم كانوا يرون ما يتشاء مون به سببا مؤثرا فى حصول المكروه، وملاحظة الاسباب فى الجملة شرك خفى، فكيف اذا انضم اليها جهالة وسوء اعتقاد. [2]

---

[1] ابو داؤد، كتاب الكهانة، باب فى الطيرة، رقم: ۳۹۱۰ صحيح.

[2] تحفة الاحوذى: ۵/۲۲۹، ۲۳۰.

''آپ ﷺ کا فرمان: ''بدشگونی شرک ہے۔'' یعنی لوگوں کا اعتقاد تھا کہ بدشگونی نفع لاتی ہے یا نقصان دور کرتی ہے تو جب انھوں نے اسی اعتقاد کے مطابق عمل کیا تو گویا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک خفی کیا۔ اور بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز بھی بذاتِ خود نفع یا نقصان کی مالک ہے تو اس نے شرک یعنی شرک جلی کیا۔ قاضی نے کہا کہ بدشگونی کا نام شرک اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگ جس چیز کو منحوس سمجھتے، اسے ناپسندیدہ چیز کے حصول کا مؤثر سبب سمجھتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اسباب کو ہی ملحوظ رکھنا شرک خفی ہے، تو جب اس کے ساتھ جہالت اور سوءِ اعتقاد مل جائے تو اس وقت معاملہ کتنا خطرناک ہوگا؟

قرآنِ مجید سے پتا چلتا ہے کہ بدشگونی لینا اہل کفر کا پرانا عقیدہ ہے جیسا کہ فرعون اور اس کی آل سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں سے بدشگونی لیتے تھے۔'' (الاعراف: ۱۳۱) قومِ ثمود سیّدنا صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے بدشگونی لیتے تھے۔

(النمل: ٤٦، ٤٧)

اسی طرح سورۃ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کا ذکر فرمایا، جن کے پاس یکے بعد دیگرے تین رسول تشریف لائے لیکن ان بدبختوں نے ان مبارک ہستیوں سے بدشگون پکڑا۔

(یٰسٓ: ۱۸، ۱۹)

اہل عرب کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی۔ چنانچہ سیّدنا معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم (دورِ جاہلیت میں) بدشگونی لیتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ((ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ، فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ.)) [1]

''یہ (بدشگونی) محض تمہارے دل کا خیال ہے، لہٰذا یہ تمہیں کسی کام سے مت روکے۔''

---

[1] مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة......، رقم: ٥٣٧.

❀ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ .)) [1]

''کوئی بیماری متعدی نہیں، نہ بدشگونی کوئی چیز ہے، ہامہ کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی صفر میں نحوست ہے۔''

مذکورہ حدیث میں چار جاہلی عقائد کی تردید فرمائی گئی ہے:

((لَا عَدْوٰی)): ''کوئی بیماری متعدی نہیں۔'' یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی، جسے چھوت چھات بھی کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جو شخص کسی بیمار کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا، اس کے ساتھ کھائے پیئے گا، تو اس کی بیماری اسے بھی لگ جائے گی۔ لہٰذا اس کی تردید فرمائی گئی کہ کوئی بیماری فی نفسہ متعدی نہیں۔ یاد رہے کہ موجودہ دور کے سائنس دان اور ڈاکٹر حضرات جراثیم کے ذریعے سے بیماری پھیلنے کے قائل ہیں لیکن ساتھ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جراثیم تبھی اثر کر سکتے ہیں جب جسم میں موجود قوت مدافعت کمزور پڑ جائے۔ یعنی اگر قوت مدافعت ٹھیک درست ہے، اپنا کام کر رہی ہے، تو یہ جراثیم کچھ اثر نہیں کر سکتے۔ گویا اصل سبب جراثیم کا وجود نہیں بلکہ جسم کے حفاظتی نظام کی کمزوری ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی کوئی بیماری فی نفسہ متعدی نہیں۔

((وَلَا طِیَرَۃَ)): ''بدشگونی کوئی چیز نہیں۔'' یعنی کسی چیز کو منحوس سمجھنا یا کسی چیز سے بدشگونی لینا، بدفالی لینا، جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ پرندوں، جانوروں اور تیروں کے ذریعے ان کے دائیں یا بائیں جانے پر اچھی یا بری فال وشگون لیا کرتے تھے اور توہم پرستی کی وجہ سے لوگ اپنے مقاصد سے رک جاتے اور سمجھتے کہ فال وغیرہ کے ذریعے حصول نفع اور دفع ضرر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس چیز کی تردید فرمائی گئی کہ کسی چیز سے بدشگون لینے یا نحوست وغیرہ پکڑنے کی کوئی حیثیت نہیں۔

((وَلَا هَامَةَ)): ''ہامہ کی کوئی حیثیت نہیں۔'' ہامہ عربی میں اُلو کو بھی کہتے ہیں۔ دورِ جاہلیت

---

[1] بخاري، كتاب الطب، باب لا هامة، رقم: ٥٧٥٧.

میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جب کسی کے گھر پر اُلو آ کر بولے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی فرد مر جاتا ہے اس لیے لوگ اسے منحوس سمجھتے تھے جیسا کہ آج بھی بعض لوگوں کا یہی خیال ہے۔

اسی طرح اہل جاہلیت کے توہمات میں یہ بات بھی تھی کہ اگر کوئی قتل ہو جائے اور اس کا بدلہ نہ لیا جائے تو مقتول کی کھوپڑی سے ایک جانور نکلتا ہے جسے ہامہ کہتے ہیں، وہ اس کی قبر پر منڈلاتا رہتا ہے اور کہتا ہے: مجھے قاتل کا خون پلاؤ، مجھے قاتل کا خون پلاؤ۔ تو اگر مقتول کا بدلہ لے لیا جائے، تو وہ چلا جاتا ہے ورنہ نہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جیسے بھی ہو سکتا بدلہ لینے پر اصرار کرتے۔

دورِ جاہلیت میں لوگوں کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کی روح یا ہڈیاں ہامہ یعنی ایک پرندہ بن کر اڑ جاتی ہیں۔ یہ اعتقاد اہل تناسخ کے اعتقاد سے ملتا جلتا ہے۔ بہرحال رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے اعتقادات کی نفی فرما کر انھیں باطل قرار دیا۔

((وَلَا صَفَرَ)): ''صفر منحوس نہیں۔'' ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واما قوله ﷺ: ((وَلَا صَفَرَ)) فاختلف في تفسيره، فقال كثير من المتقدمين: الصفر داء في البطن يقال: انه دود فيه، كبار كالحيات، وكانوا يعتقدون انه يعدى، فنفى ذالك النبي ﷺ.

نبی ﷺ کے فرمان: ((وَلَا صَفَرَ)) کی تشریح میں اختلاف ہے۔ اکثر متقدمین کے نزدیک صفر ایک بیماری ہے جو پیٹ میں ہوتی ہے۔ پیٹ میں بڑے بڑے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جاہلیت میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ بیماری متعدی ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے یہ نفی فرمائی ہے۔

آگے چل فرماتے ہیں:

وقالت طائفة: بل المراد بصفر، شهر صفر، ثم اختلوا في تفسيره على قولين: احدهما: ان المراد نفي ما كان اهل

الجاهلية يفعلونه في النسيء، فكانوا يحلون المحرم ويحرمون صفر مكانه، وهذا قول مالك. والثاني: ان المراد ان اهل الجاهلية كانوا يستشئمون بصفر، ويقولون: انه شهر مشؤم، فابطل النبي ﷺ ذلك، وهذا حكاه ابوداؤد عن محمد بن راشد المكحولي عمن سمعه يقول ذلك، ولعل هذا القول اشبه الاقوال.

اور ایک جماعت کا قول ہے کہ صفر سے مراد ماہِ صفر ہی ہے۔ اس میں دو قول ہیں:

پہلا قول: ولا صفر سے مراد رسمِ نسی ء کی نفی ہے۔ یعنی اہل جاہلیت محرم کو لڑائی جھگڑے کے لیے حلال قرار دیتے اور اس کی جگہ صفر کو حرمت کا مہینا بنا دیتے۔ یہ قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اہل جاہلیت ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے اور کہتے کہ یہ منحوس مہینا ہے تو نبی ﷺ نے ان کے اس نظریے کو باطل قرار دیا۔ یہ بات امام ابوداوٗد نے محمد بن راشد المکحولی سے نقل کی ہے اور یہ قول دوسرے تمام اقوال کی بہ نسبت حدیث سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

وكثير من الجهال يتشاءم بصفر، وربما ينهى عن السفر فيه، والتشاؤم بصفر هو من جنس الطيرة المنهى عنها، وكذلك التشاؤم بيوم من الايام كيوم الاربعاء. [1]

بہت سے جاہل ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں سفر کرنے سے رکے رہتے ہیں۔ صفر کو منحوس سمجھنا یہ بدشگونی کی جنس سے ہے جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی دن کو منحوس سمجھنا جیسے بدھ کا دن ہے یہ بھی منع ہے۔

---

[1] لطائف المعارف، ص: ١٤٧، ١٤٨.

ماہِ صفر سے متعلق توہم پرستیاں:

بعض لوگ اس ترقی یافتہ دور میں بھی ماہِ صفر کے متعلق اسلامی تعلیمات کی کمی اور دین سے دوری کے باعث ایسے ایسے خیالات اور توہمات کا شکار ہیں جن کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ اسی جہالت اور بے علمی کا نتیجہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی لوگوں کے اندر وہی زمانہ جاہلیت کی سی توہم پرستیاں موجود ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ماہِ صفر اور تیرہ تیزی:

بعض جہلاء نے تو ماہِ صفر کا نام ہی ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کی پہلی تیرہ تاریخیں سخت بھاری اور تیز ہوتی ہیں۔ ان میں کثرت سے بلاؤں، آفات اور فتن کا نزول ہوتا ہے۔ لہٰذا بعض لوگ تیرہ تاریخ کو صدقہ سمجھ کر چنے ابال کر یا چوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ یہ آفات ٹلی رہیں۔

جہاں تک اس تیرہ تیزی کا تعلق ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہم پرستی کا شاخسانہ ہے جس کی شریعت میں کوئی حقیقت نہیں یہ شریعت پر زیادتی اور سخت گناہ ہے۔

علامہ وحید الزماں رقم طراز ہیں:

افسوس کہ اب تک ہندوستان کے مسلمان ایسے واہی خیالات میں مبتلا ہیں، کسی تاریخ کو منحوس کہتے ہیں، کسی دن کو نامبارک جانتے ہیں، تیرہ تیزی کے صدقے نحوست کو دفع کرنے کے لیے نکالتے ہیں۔ اسلام میں ان باتوں کی کوئی اصل نہیں، سب دن اللہ کے ہیں اور جو اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے، نجومی اور پنڈت سب جھوٹے ہیں۔ [1]

(۲) جنات کا نزول:

بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینے میں لنگڑے، لولے، اندھے اور کانے جنات بہ کثرت زمین پر اترتے ہیں جو چلنے پھرنے والوں سے کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھ کر قدم رکھنا

---

[1] لغات الحدیث: ۲/ ۶۰۵.

کہیں جنات کو تکلیف نہ ہو۔

بعض لوگ اس مہینے میں صندوقوں، پیٹیوں اور در و دیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں تاکہ جنات بھاگ جائیں۔

واضح رہے کہ جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں جن کے وجود سے انکار نہیں لیکن ماہِ صفر کے حوالے سے لوگوں کے اندر پائے جانے والے مذکورہ بالا نظریات خاص توہمانہ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۳) مکڑی کے جالے صاف کرنا:

بعض علاقوں میں یہ رسم بھی جاری ہے کہ جونہی ماہِ صفر اختتام پذیر ہوتا ہے تو عورتیں جھاڑو وغیرہ لے کر گھروں سے مکڑی کے جالے صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں: اے صفر! چلا جا، اے صفر! چلا جا۔ گو مکڑی کے جالے صاف کرنا شریعت کی رو سے جائز بلکہ بہتر ہے کیونکہ یہ بھی صفائی کے ضمن میں آتا ہے مگر مذکورہ قیودات کی پابندی کی وجہ سے یہ بھی توہم پرستی ہے۔

(۴) آخری چہار شنبہ:

چہار شنبہ فارسی میں بدھ کو کہتے ہیں۔ یہاں آخری چہار شنبہ سے مراد ماہِ صفر کا آخری بدھ ہے۔ اس میں بعض جہلاء اپنی مرضی کرتے ہوئے تہوار مناتے ہیں، تفریحی مقامات کا رخ کرتے ہیں، گھروں میں شرینی تقسیم کرکے خوشی کا ظہار کیا جاتا ہے، خصوصاً روٹی کوٹ کر گھی اور شکر میں ملا کر ''چوری'' صدقے کے طور پر تقسیم کی جاتی ہے۔ ان تمام رسومات کے جواز کے لیے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے تو آپ غسل صحت فرما کر سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشی میں چوری بنا کر صدقہ کی تھی۔

حالانکہ یہ ساری کہانی من گھڑت اور پیٹ پرستی کا بہانہ ہے۔ کسی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے نہ ہی تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں اور نہ ہی اسے کسی ثقہ سیرت نگار نے بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ تمام رسومات لغو اور ایجاد فی الدین ہیں۔ شرعاً ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن جناب رسول اللہ ﷺ کو شدت مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہوگئی۔ نعوذ بالله من شرور انفسنا، ومن سيات اعمالنا۔ [1]

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور ﷺ کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ [2]

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پورے سال میں تین لاکھ بیس ہزار بلائیں وآفات زمین کا رُخ کرتی ہیں اور یہ ساری کی ساری ماہِ صفر کے آخری بدھ میں اترتی ہیں۔ لہٰذا یہ سال کا سخت ترین دن ہوتا ہے۔ تو جو کوئی اس میں چار رکعت نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، سترہ بار سورۂ کوثر، پندرہ بار سورۂ اخلاص جبکہ معوذتین ایک بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر یہ دعا پڑھے تو اس کی اللہ تعالیٰ ان تمام آفات سے حفاظت فرمائے گا جو اس دن نازل ہوتی ہیں اور سارا سال کوئی آفت اس کے قریب بھی نہ پھٹکے گی۔

وہ دعا یہ ہے:

بسم الله، اللهم! يا شديد القوة، وياشديد المحال، يا عزيز، يا من ذلت لعزتك جميع خلقك، اكفني من شر خلقك، يا محسن، يا مجمل، يا متفضل، يا منعم، يا متكرم، يا من لا اله الا انت، ارحمني برحمتك يا ارحم الراحمين، اللهم بسر الحسن واخيه وجده وابيه وامه وبنيه، اكفني شر هذا اليوم وما ينزل فيه، يا كافي المهمات، ويا

---

[1] تاليفات رشيديه، ص:١٥٤.

[2] احکامِ شریعت: ١٨٩/٢.

دافع البليات ، فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم ، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين . [1]

اسی طرح یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جو کوئی بہت زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہے اور اللہ سے اپنے گناہ معاف کروانا چاہے اور اس بات کو پسند کرے کہ اسے نیکی کی توفیق مل جائے تو وہ آخری چہار شنبہ کے دن چاشت کی نماز کے بعد چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ پھر جب سلام پھیرے تو ستر مرتبہ سورۂ الم نشرح، ستر مرتبہ سورۂ والتین، ستر مرتبہ سورۂ نصر اور ستر مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ [2]

اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ میں نفل نمازیں پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بندے پر خصوصی فضل وکرم فرماتا ہے۔ آخری چہار شنبہ کے دن نماز اشراق کے بعد غسل کر کے پاکیزہ لباس پہنے اور بغیر کسی سے کوئی کلام کرے چار رکعت نفل نماز اس طرح سے ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ستر مرتبہ سورۂ کوثر، پانچ مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک ایک مرتبہ معوذتین پڑھے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد اپنا سر سجدے میں رکھے اور ایک مرتبہ یَا وَهَاب اور الحي الحق کہے۔ اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ جائے اور اکسٹھ مرتبہ سورۂ الم نشرح، اکسٹھ مرتبہ سورۂ والتین، اکسٹھ مرتبہ اذا جآء، اکسٹھ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ پھر ایک ہزار چودہ مرتبہ یـا وهاب کا ورد کرے۔ اس کے بعد سو مرتبہ اَلْحَيُّ الْحَقُّ پڑھے۔ پھر سجدے سے سر اٹھائے اور تین مرتبہ یہ درود پاک پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيْ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ . [3]

---

[1] البدع الحولية، ص:١٢٦، ١٢٧.

[2] بارہ مہینوں کی نفلی عبادات، ص:٣١

[3] ایضاً، ص:٢٩.

آخری چہار شنبہ کے حوالے سے یہ چیز بھی بیان کی جاتی ہے کہ جو کوئی اس روز طلوع آفتاب کے وقت باوضو حالت میں یہ تعویذ لکھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ الٓمٓ. الٓمٓصٓ. كٓهٰيٰعٓصٓ. طٰهٰ. طٰسٓمٓ. يٰسٓ. صٓ. حٰمٓ. عٓسٓقٓ. قٓ. نٓ.

تعویذ لکھنے کے بعد پانی میں خوب اچھی طرح گھول دے اور اس میں سات مرتبہ چاندی کا چھلا بجھائے۔ اس کے بعد اگر حاملہ عورت اس کو دردِ زہ کے وقت اپنی کمر سے باندھے تو اسے درد کی شدت میں کمی ہوگی اور وہ بہت جلد فراغت حاصل کرے گی۔ اگر یہ چھلا بواسیر کا مریض اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مرض رفع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے شفائے کاملہ سے نوازے گا۔ نہایت مجرب وآزمودہ عمل ہے۔ [1]

ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو کوئی اس دن پانچوں فرض نمازوں کے بعد نہایت توجہ ویکسوئی کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھ کر ایک مرتبہ ذیل میں دی ہوئی آیاتِ مبارکہ پڑھ کر پانی پر دم کرے اور یہ پانی خود بھی پیے اور اپنے گھر والوں کو بھی پلائے تو بفضل باری تعالیٰ وہ ہر طرح کی مصیبت وپریشانی سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ دم کیا ہوا پانی پینے والے کی جان ومال کی حفاظت فرمائے گا، اس کی عمر میں برکت عطا فرمائے گا۔ آیاتِ مبارکہ یہ ہیں:

﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ سَلٰمٌ هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○﴾

جائزہ:

قارئین کرام! ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کے حوالے سے مذکورہ بالا جتنے بھی نوافل ووظائف یا جو ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے یہ سب من گھڑت، جعلی اور ایجاد فی الدین ہے۔

---

[1] ایضاً، ص: ۳۰.

دین اسلام اس قسم کی بدعات وخرافات سے پاک ہے۔ درود وسلام ہوں پیارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر جنہوں نے اللہ کا سچا دین آج سے چودہ سو سال قبل پورے کا پورا امت تک پہنچا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے ان نفوس قدسیہ پر جنہوں نے رسالت مآب ﷺ کی زبان اطہر سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اس امت تک پہنچایا جو آج ہمارے پاس کتاب وسنت کی صورت میں موجود محفوظ ہے۔

واللہ! ان لوگوں پر حیرت آتی ہے جنہوں نے دین اسلام میں ان چیزوں کو ایجاد کیا اور ان لوگوں پر تعجب ہے جو خالص کو چھوڑ کر اس قسم کی ملاوٹ شدہ، جعلی اور دو نمبر چیزوں کو عبادات سمجھ کر قبول کرتے ہیں۔

اس حوالے سے آخری گزارش یہ ہے کہ ماہِ صفر بھی اللہ تعالیٰ کے مہینوں میں سے ایک مہینا ہے جس کی کوئی مخصوص فضیلت ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس مہینے کے کسی مخصوص دن میں عام معمول سے ہٹ کر کوئی مخصوص عبادت مثلاً نوافل یا وظائف وغیرہ پڑھے ہوں۔ یا ان کا حکم دیا ہو یا اسے آفات اور بلاؤں مصیبتوں کا مہینا کہا ہو۔ سطور بالا میں جو چیزیں ہم نے بیان کی ہیں یہ سب من گھڑت ہیں۔ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔

شیخ احمد بن عبداللہ السلمی لکھتے ہیں:

لم یصح فی فضله حدیث عن النبی ﷺ، وقال العلامة صدیق حسن خان: لم اقف علی حدیث فی فضل شهر صفر، ولا ذمة یعنی حدیثا ثابتا. [1]

یعنی ماہِ صفر کی فضیلت میں نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں اور علامہ صدیق حسن خان نے کہا کہ میں ماہِ صفر کی فضیلت یا مذمت کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں جانتا۔

---

[1] بدع واخطأ تتعلق بالایام والشهور، ص: ۲۵۱.

ماہِ صفر اور رسم نسی:

نسیء باب نسأ ینسیء (فَتَحَ یَفْتَحُ) سے مصدر ہے اس کا معنی ہے: دیر کرنا، ملانا، ہٹا دینا، کسی چیز کو اس کے وقت سے آگے پیچھے کرنا۔

عرب میں پہلے سے یہ معمول چلا آ رہا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب خاص ادب واحترام کے مہینے شمار ہوتے تھے۔ ان چار مہینوں کو اشھر حرم کہا جاتا تھا یعنی ایسے مہینے جو انتہائی قابل احترام اور عظمت والے ہیں۔ ان میں خون ریزی اور جنگ وجدال قطعاً بند کر دیا جاتا۔ عرب لوگ اس زمانے میں حج وعمرہ اور تجارتی کاروبار وغیرہ کے لیے امن وامان کے ساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے۔ ان میں کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل سے بھی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا۔ اسلام کے آنے سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت وجہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض قبیلوں کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو "نسیء" کی رسم نکالی گئی یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کرنا، محرم کو صفر اور صفر کو محرم کی جگہ کر دیتے۔ اس کی تین بڑی وجوہات تھیں:

۱: جب کسی زور آور قبیلے کا ارادہ محرم کے مہینے میں جنگ کرنے کا ہوتا تو ایک سردار اعلان کر دیتا کہ اس سال ہم نے محرم کو "اشھر حرم" سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا ہے۔ پھر اگلے سال کہہ دیتا کہ اس مرتبہ پرانے دستور کے مطابق محرم کا مہینا حرام اور صفر کا مہینا حلال رہے گا۔ اس طرح وہ سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن ان کی تعیین میں اپنی خواہش کے مطابق ردّ وبدل کرتے رہتے تھے۔

۲: حج چونکہ قمری سال کے ذی الحج کے مہینے میں ادا کیا جاتا تھا اس لیے یہ ایسے موسم میں بھی آ جاتا جب سخت سردی یا گرمی ہوتی اس سے مناسک حج کی ادائیگی میں دقت آتی جس کے منفی اثرات ان کی تجارت پر بھی پڑتے کیونکہ حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے تاجر آتے جو بسا اوقات شدت موسم کی وجہ سے ان دنوں میں آنے سے کنی

کتراتے تھے۔ اس مشکل سے بچاؤ کے لیے انھوں نے رسم نسیٔ نکالی کہ مہینوں کو آگے پیچھے کر کے حج ہمیشہ معتدل موسم میں ہی کیا جائے۔

۳: تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ وہ لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کانوا یرون ان العمرة فی اشهر الحج من افجر الفجور فی الارض، ویجعلون المحرم صفر ویقولون: اذا برا الدبر، وعفا الاثر، وانسلخ صفر، حلت العمرة لمن اعتمر. [1]

یعنی وہ لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین پر سب سے بڑا گناہ تصور کرتے تھے، محرم کو صفر بنا لیتے اور کہتے: جب زخمی اونٹوں کی پشتیں ٹھیک ہوجائیں، حاجیوں کے قدموں کے نشانات مٹ جائیں اور صفر کا مہینا گزر جائے تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ حلال ہوجاتا ہے۔

یہ وجوہات تھیں جن کی بنا پر رسم نسی نکالی گئی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّ يُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللهُ ط زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ط وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ۝﴾

(التوبة:۳۷)

''دراصل مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں زیادتی ہے جس کے ذریعے وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال حرام کر لیتے ہیں تاکہ اس گنتی کی موافقت کر لیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں پھر اللہ نے جو حرام کیے ہیں انھیں حلال کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

---

[1] بخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران ......، رقم: ١٠٦٤.

مشرکین عرب رسم نسی سے سمجھتے تھے کہ اس سے ہماری نفسانی اغراض بھی پوری ہوتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سخت گرفت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ حیلہ کفر میں مزید زیادتی کا باعث ہے اس سے تمہاری گمراہی میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہے گا کیونکہ تم کسی سال حرمت والے مہینے کو محترم قرار دیتے ہو اور کسی سال اس کی خلاف ورزی کرتے ہو۔ صرف گنتی پوری کرنے سے حکم الٰہی کی تعمیل نہیں ہوتی بلکہ جو حکم جس مہینے کے لیے دیا گیا ہے اسی مہینے میں اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

ماہِ صفر واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ غزوۂ ابواء، ودان [1]	۲ھ	اگست ۶۲۳ء
⊙ واقعہ رجیع [2]	۴ھ	جولائی ۶۲۵ء
⊙ واقعہ بئر معونہ [3]	۴ھ	جولائی ۶۲۵ء
⊙ سریہ سیّدنا غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ از طرف فدک [4]	۸ھ	جون ۶۲۹ء
⊙ سیّدنا خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام [5]	۸ھ	جون ۶۲۹ء

---

[1] سیرۃ ابن ھشام: ۲/۴۳۹؛ المغازی، ص:۴۵؛ تاریخ خلیفه، ص:۱۹؛ جوامع السیرۃ، ص:۱۰۰؛ سیر اعلام النبلاء: ۱/۱۸۰؛ البدایة: ۴/۱۸.

[2] المغازی، ص:۲۶۶؛ جوامع السیرۃ، ص:۱۷۶؛ سیر اعلام النبلاء: ۱/۲۶۵؛ البدایة: ۴/۲۴۴؛ السیرۃ النبویة: ۱/۲۳۳؛ الکامل فی التاریخ: ۲/۵۹.

[3] المغازی، ص: ۲۶۱؛ ابن سعد: ۱/۲۸۵؛ ابن ھشام: ۳/۱۲۷؛ تاریخ خلیفه؛ ص:۳۳؛ صحیح تاریخ طبری: ۲/۱۵۲؛ جوامع السیرہ، ص:۱۷۸؛ البدایة: ۴/۲۵۴؛ الکامل فی التاریخ: ۲/۶۲.

[4] المغازی، ص:۵۱۰؛ ابن سعد: ۱/۳۴۵؛ صحیح تاریخ طبری: ۲/۲۵۷؛ المنتظم: ۱/۳۸۱.

[5] سیر اعلام النبلاء: ۱/۳۷۶؛ البدایة: ۴/۴۷۱؛ الکامل فی التاریخ: ۲/۱۰۸؛ الاستیعاب: ۳/۲۶۷.

⊙ سریہ سیّدنا قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ از طرف قبیلہ خثعم [1]	۹ھ	مئی ۶۳۰ء
⊙ وفد بنو عزرہ کا قبولِ اسلام [2]	۹ھ	مئی ۶۳۰ء
⊙ لشکر سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تیاری [3]	۱۱ھ	مئی ۶۳۲ء
⊙ جنگ مذار [4]	۱۲ھ	اپریل ۶۳۳ء
⊙ جنگ ولجہ [5]	۱۲ھ	مئی ۶۳۳ء
⊙ جنگ الیس [6]	۱۲ھ	مئی ۶۳۳ء
⊙ فتح مدائن [7]	۱۶ھ	مارچ ۶۳۷ء
⊙ جنگ صفین [8]	۳۷ھ	جولائی ۶۵۷ء
⊙ وفات سیّدنا محمد بن مسلمۃ الانصاری رضی اللہ عنہ [9]	۴۳ھ	مئی ۶۶۳ء

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

⊙ وفات خلیفہ سلیمان بن عبد الملک وخلافت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ [10]	۹۹ھ	ستمبر ۷۱۷ء
⊙ زید بن علی رحمہ اللہ کا خروج اور قتل [11]	۱۲۲ھ	جنوری ۷۴۰ء

[1] المغازی، ص: ۶۵۰؛ ابن سعد: ۱/۳۷۴؛ المنتظم: ۱/۳۹۹؛ زاد المعاد: ۲/۶۲۸.

[2] ابن سعد: ۲/۷۸؛ عیون الاثر: ۲/۳۰۹؛ زاد المعاد: ۳/۶۹۳.

[3] ابن سعد: ۱/۳۹۴؛ المغازی، ص:۷۳۳؛ المنتظم: ۱/۴۱۶؛ فتح الباری: ۸/۱۹۰.

[4] المتظم: ۱/۴۹۹؛ البدایة: ۷/۶۶؛ اٹلس فتوحات اسلامیه؛ ص:۷۷.

[5] البدایة: ۷/۶۷؛ الکامل فی التاریخ: ۲/۲۳۴؛ اٹلس فتوحات اسلامیه؛ ص:۱۰۴.

[6] البدایة: ۷/۶۸؛ الکامل: ۲/۲۳۵؛ اٹلس فتوحات، ص:۷۸.

[7] الکامل: ۲/۳۴۵؛ البدایة: ۷/۱۷۲؛ تاریخ الاسلام: ۳/۷۴.

[8] تاریخ خلیفه؛ ص:۱۱۵؛ المسعودی: ۲/۳۱۷؛ سیر اعلام النبلاء: ۲/۴۲۷؛ البدایة: ۷/۴۴۸؛ ابن خلدون: ۱/۴۱۴.

[9] مجمع الزوائد: ۹/۳۹۳؛ سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۱۵؛ الاصابة: ۳/۱۷۳؛ الاستیعاب: ۳/۴۳۳.

[10] تاریخ خلیفه، ص:۲۰۲؛ صحیح تاریخ طبری: ۴/۲۳۲، ۲۳۶؛ البدایة: ۹/۳۸۰؛ المنتظم: ۲/۳۴۸؛ سیر: ۵/۷۷؛ تاریخ القضاعی؛ ص: ۱۱۰، ۱۱۱؛ الکامل: ۴/۳۱۸.

[11] ابن سعد: ۵/۲۴۶؛ تاریخ ابن ابی خیثمة: ۲/۴۱؛ تهذیب الکمال: ۳/۷۰۱؛ الکاشف: ۱/۲۹۳؛ البدایة: ۱۰/۱۷۴.

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

⊙ وفات امام ابوعمرو عبدالرحمٰن الاوزاعی رحمہ اللہ [1]	۱۵۷ھ	جنوری ۷۷۴ء
⊙ وفات امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ [2]	۱۹۸ھ	اکتوبر ۸۱۳ء
⊙ وفات امام علی الرضا بن موسیٰ رحمہ اللہ [3]	۲۰۳ھ	ستمبر ۸۱۸ء
⊙ وفات محمد بن کرام (بانی فرقہ کرامیہ) [4]	۲۵۵ھ	جنوری ۸۶۹ء
⊙ ولادت امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ [5]	۲۶۰ھ	دسمبر ۸۷۳ء
⊙ ولادت امام ابوحفص ابن شاہین رحمہ اللہ [6]	۲۹۷ھ	اکتوبر ۹۰۹ء
⊙ وفات امام احمد بن علی النسائی رحمہ اللہ [7]	۳۰۳ھ	اگست ۹۱۵ء

نوٹ: دوسرا قول شعبان کا ہے۔

⊙ معزولی خلیفہ المتقی باللہ وخلافت المستکفی باللہ [8]	۳۳۳ھ	اکتوبر ۹۴۴ء
⊙ وفات امام محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ [9]	۴۰۵ھ	اگست ۱۰۱۴ء
⊙ بغداد میں شیعہ وسنی فسادات [10]	۴۴۳ھ	جون ۱۰۵۱ء

---

[1] سیر: ٦/٧٣؛ الکاشف: ٢/ ١٧٤؛ ابن خلکان: ٣/٩٩؛ البدایة: ١٠/٣٦٦.

[2] تاریخ مدینة السلام: ١٦/٢١٤؛ ابن سعد: ٧/٢٠٨؛ تهذیب الکمال: ١٠/٦٨٦؛ سیر: ٧/١٠٥؛ الکاشف: ٣/٢٤٣؛ الکامل: ٥/٤٠٦.

[3] تاریخ خلیفة، ص:٣١٢؛ العبر، وفیات: ٢٠٣ ھ؛ البدایة: ١١/١١؛ الکامل: ٥/٤٣٨؛ رحمة للعالمین: ٢/٣٧٦.

[4] المنتظم: ٣/٤٤٤؛ البدایة: ١١/٢٤٤؛ تاریخ الاسلام: ١٩/٢٢٧.

[5] سیر اعلام النبلاء: ١٠/٣٩٩.

[6] سیر اعلام النبلاء: ١٠/٥٩٧؛ الکامل: ٧/٤٤١.

[7] المنتظم: ٤/٨٢؛ تهذیب الکمال: ١/١٠٩؛ سیر: ٩/٤٠٢؛ البدایة: ١٢/١٢.

[8] تاریخ المسعودی: ٤/٨٦٥؛ المنتظم: ٤/١٧٥؛ البدایة: ١٢/١٦٣؛ تاریخ القضاعی، ص:١٥٣؛ تاریخ الخلفاء، ص:٣٧٥.

[9] تاریخ مدینة السلام: ٣/٥١١؛ سیر: ١١/٨٩؛ ابن خلکان: ٤/٦٣٥؛ المنتظم: ٣/٣٢٠.

[10] المنتظم: ٤/٤٠٢؛ البدایة: ١٣/١١٧؛ الکامل: ٨/٢٧٢.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ [1]	۵۸۹ھ	مارچ ۱۱۹۳ء
⊙ خلیفہ المستعصم باللہ کا تاتاریوں کے ہاتھوں قتل [2]	۶۵۶ھ	فروری ۱۲۵۸ء
⊙ ولادت تقی الدین السبکی [3]	۶۸۳ھ	اپریل ۱۲۸۴ء
⊙ وفات امام ابوالحجاج جمال الدین المزی رحمہ اللہ [4]	۷۴۲ھ	جولائی ۱۳۴۱ء
⊙ وفات امام ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ [5]	۷۴۵ھ	جولائی ۱۳۴۴ء
⊙ وفات شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی [6]	۱۰۳۴ھ	دسمبر ۱۶۲۴ء
⊙ وفات خواجہ الطاف حسین حالی [7]	۱۳۳۳ھ	دسمبر ۱۹۱۴ء
⊙ پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ [8]	۱۳۳۷ھ	نومبر ۱۹۱۸ء
⊙ وفات محمود الحسن دیوبندی [9]	۱۳۳۹ھ	اکتوبر ۱۹۲۰ء
⊙ وفات احمد رضا خان (بانی فرقہ بریلویہ) [10]	۱۳۴۰ھ	اکتوبر ۱۹۲۱ء
⊙ وفات علامہ انور شاہ کاشمیری [11]	۱۳۵۲ھ	مئی ۱۹۳۳ء
⊙ وفات شاہ سلیمان پھلواری [12]	۱۳۵۴ھ	جون ۱۹۳۵ء

---

[1] سیر: ١٣/١٥٥؛ الكامل: ١٠/٢٢٩؛ البداية: ١٤/٤١٣.

[2] البداية: ١٥/٣١٩؛ سير: ١٤/٢٠١.

[3] البدر الطالع: ١/٤٤٦.

[4] البداية: ١٦/٢٩٧.

[5] طبقات الشافعية الكبرى: ٩/١٥٠.

[6] تاريخ دعوت وعزيمت: ٤/١٧٣؛ تقويم تاريخى، ص:٢٥٩.

[7] تقويم تاريخى، ص:٣٣٤؛ نزهة الخواطر: ٨/١٢٩.

[8] تقويم تاريخى، ص:٣٣٥.

[9] أيضاً.

[10] نزهة الخواطر: ٨/٩٩؛ تقويم تاريخى، ص:٣٣٥.

[11] يادِ رفتگاں، ص:١٤٦؛ نزهة الخواطر: ٨/١٤٥.

[12] ياد رفتگاں، ص:١٥٦.

⊙ وفات شاعر مشرق علامہ محمد اقبال [1]	۱۳۵۷ھ	اپریل ۱۹۳۸ء
⊙ قراردادِ پاکستان	۱۳۵۹ھ	مارچ ۱۹۴۰ء
⊙ وفات مولانا محمد جونا گڑھی [2]	۱۳۶۰ھ	فروری ۱۹۴۱ء
⊙ آزادی برما [3]	۱۳۶۷ھ	جنوری ۱۹۴۸ء
⊙ وفات مولانا ابوالقاسم بنارسی [4]	۱۳۶۹ھ	نومبر ۱۹۴۹ء
⊙ وفات علامہ شبیر احمد عثمانی [5]	۱۳۶۹ھ	دسمبر ۱۹۴۹ء
⊙ اسرائیل کے ہاتھوں عربوں کو شکست [6]	۱۳۷۷ھ	جون ۱۹۶۷ء
⊙ وفات مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی [7]	۱۳۸۱ھ	جون ۱۹۶۴ء
⊙ وفات مولانا داؤد راز [8]	۱۴۰۲ھ	دسمبر ۱۹۸۱ء
⊙ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کا قتل [9]	۱۴۰۵ھ	اکتوبر ۱۹۸۴ء
⊙ وفات مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی [10]	۱۴۰۸ھ	اکتوبر ۱۹۸۷ء
⊙ یومِ تکبیر، پاکستان کا ایٹمی تجربہ	۱۴۱۹ھ	مئی ۱۹۹۸ء

---

[1] تقویم تاریخی، ص: ۳٤٠.

[2] تذکرة النبلاء، ص: ۳٥۲.

[3] واقعات عالم، ص: ١١.

[4] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ٥٣.

[5] تقویم تاریخی، ص: ۳٤۳.

[6] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۲۲۲.

[7] دبستانِ حدیث، ص: ۲۳٠.

[8] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ٥٦٨.

[9] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۳٥٧.

[10] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ۳۹۲.

ماہِ ربیع الاوّل

ربیع الاوّل اسلامی سال کا تیسرا قمری مہینا ہے۔ ربیع میں "رَ" مفتوح (زبر کے ساتھ) "بِ" مکسور (زیر کے ساتھ) اور "یْ" ساکن ہے۔ ربیع کی جمع اربعاء، ارباع اور اربعۃ آتی ہے۔ اسے ربیع الاوّل اور شہر ربیع الاوّل دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ پہلی صورت یعنی ربیع الاوّل میں لفظ ربیع اپنے مابعد لفظ الاوّل کی طرف مضاف ہے اور اس کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اس کے آخر میں زیر آتی ہے یعنی رَبِیْعُ الْاَوَّلِ۔

دوسری صورت یعنی شہر ربیع الاوّل پڑھنے کی صورت میں الاوّل شہر کی صفت ہوگا اور لام پر پیش پڑھی جائے گی یعنی اپنے موصوف کے تابع ہوگا۔ تثنیہ کی صورت میں ''شہرا ربیع الاوّلان'' اور جمع کی صورت میں ''شہور ربیع الاوائل'' یا ''شہور ربیع الأُوَل'' کہیں گے۔

بعض حضرات اس مہینے کے نام کو واحد کی صورت میں ''ربیع الاوّل'' اور ''اربعۃ الاوّل'' بھی کہتے ہیں۔ تثنیہ کی صورت میں اربعۃ الاولیات اور جمع اربعة الأُوَّل کہتے ہیں۔ [1]

ربیع الاوّل کو ربیع الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ امام فراء کہتے ہیں:

یقال: الاول، ردا علی الشهر والاولی ربیع . [2]

یعنی اسے لفظ شہر پر لوٹائیں تو ''الاوّل'' کہا جائے گا اور اگر ''ربیع'' پر لوٹائیں تو ''الاولیٰ'' کہا جائے گا۔

ربیع کا معنی ہے: موسم بہار یعنی سردی اور گرمی کے درمیان کا موسم، اسی طرح موسم بہار کی بارش کو بھی ربیع کہتے ہیں۔ [3]

ایک طویل حدیث کے الفاظ ہیں:

((اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ .)) [4]

---

[1] کتاب الازمنة والامکنة، ص:۲۰۵.

[2] الشماریخ للسیوطی، ص:۳۹.

[3] القاموس الوحید: ۵۹۳/۱. [4] احمد: ۳۹۱/۱ وسنده ضعیف.

''اے اللہ! قرآن کو میرے دل کی بہار بنا دے۔''

ماہِ ربیع الاوّل کی وجہ تسمیہ:

الشیخ ابوعلی احمد بن محمد الاصفہانی لکھتے ہیں:

وسميا ربيعين لارتباع القوم۔ اى اقامتهم. [1]

یعنی ربیع کی وجہ تسمیہ ان مہینوں میں لوگوں کا اپنے گھروں میں اقامت اختیار کرنا ہے۔

علامہ علم الدین السخاوی لکھتے ہیں:

سمى بذلك لارتباعهم فيه، والارتباع، الاقامة فى عمارة الربع. [2]

عرب لوگ اس مہینے میں موسم بہار گزارنے کی غرض سے گھروں میں اقامت اختیار کر لیتے تھے۔ اور عربی میں ارتباع کے معنی موسم بہار میں قیام کرنے کے ہیں۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابتدا میں اس مہینے کا نام رکھا گیا تو اس وقت موسم ربیع کی ابتدا تھی اس لیے یہ مہینا موسم ربیع کے آغاز میں واقع ہونے کی وجہ سے ربیع الاوّل یعنی پہلا موسم بہار یا آغازِ بہار کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ربیع الاوّل کے دیگر نام:

ماہِ ربیع الاوّل کو دور جاہلیت میں ''خوان'' بھی کہا جاتا تھا۔ [3] بعض لوگ اسے ''مورِد'' بھی کہتے تھے۔ [4]

ہمارے ہاں آج کل اسے بعض مبتدعین ''ربیع النور'' بھی کہتے ہیں جس کے پیچھے عقیدہ نور من نور اللہ ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کی اس ماہِ مبارک میں ولادت ہوئی اس لیے نبی ﷺ کو ''نور من نور اللہ'' کہنے والے بدعتیوں نے اس مہینے کا نام بھی ''ربیع النور'' گھڑ لیا جو یقیناً

[1] كتاب الازمنة والامكنة، ص:٢٠٥.

[2] تفسير ابن كثير: ٣/٣٨٥.

[3] الشماريخ، ص:٣٩.

[4] كتاب الازمنة والامكنة، ص:٢١٠.

شریعت میں زیادتی کے مترادف ہے۔ ھداھم اللہ

ماہِ ربیع الاوّل اور ولادت مصطفیٰ ﷺ:

ہمارے پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی کی دنیا میں تشریف آوری یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر وضلالت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کے لیے رحمت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہان والوں پر رحمت کرتے ہوئے۔''

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ط﴾ (التوبۃ:۶۱)

''اور وہ (نبی) ایمان والوں کے لیے رحمت ہے۔''

سورۂ آلِ عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ (آلِ عمران:۱۶۴)

''بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول خود انہی میں سے بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

ان آیات بینات سے پتا چلتا ہے کہ دنیا میں آپ کی تشریف آوری یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ مگر آپ کی دنیا میں تشریف آوری کب ہوئی؟ کون سا مبارک دن تھا، مہینا اور سال کون سا تھا اور پھر آگے اس بابرکت مہینے کی کون سی تاریخ تھی جب نبی مکرم رسولِ معظم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی؟

ان تمام سوالوں کے جوابات کے لیے ہمیں لازمی طور پر حدیث کے ساتھ ساتھ مستند تاریخ کی طرف بھی رجوع کرنا پڑے گا۔

① سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

((ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ .)) [1]

''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت ہوئی یا (فرمایا) اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔''

اس حدیث مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کا بخوبی پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز سوموار ہے۔

② اسی طرح سن ولادت کے حوالے سے اصحاب سیر کے ہاں یہ بات بھی معروف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے بلکہ اسی پر علماء کا اتفاق اور یہی درست ہے۔ چنانچہ سیّدنا قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے۔'' [2]

مؤرخ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ کہتے ہیں: والمجتمع عليه عام الفيل . [3]

یعنی آپ کا سن ولادت عام الفیل ہے اور اس پر اجماع ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

واما عام ولادته ، فالاكثرون على انه عام الفيل ، وممن قال ذلك قيس بن مخرمة ، وقباث بن اشيم ، وابن عباس ، وروى عنه انه ولد يوم الفيل ، وقيل: ان هذه الرواية وهم ،

---

[1] مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام......، رقم: ١١٦٢ .

[2] ابن سعد: ١٠١/١ وسنده حسن ان شاء الله.

[3] تاريخ خليفة، ص:١٦ .

انما الصحيح عنه انه قال: عام الفيل . ومن العلماء من حكى الاتفاق على ذلك ، وقال: كل قول يخالفه وهم ، والمشهور انه ﷺ ولد بعد الفيل بخمسين يوما .

اکثر علماء کے نزدیک آپ کا سن ولادت عام الفیل ہے۔ یہ قول قیس بن مخرمہ، قباث بن اشیم اور سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ یوم الفیل کو پیدا ہوئے لیکن یہ وہم ہے جبکہ صحیح روایت عام الفیل والی ہے۔ اور بعض علماء تو ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر وہ قول جو اس کے خلاف ہے وہ وہم ہے۔ اور مشہور بھی یہی ہے کہ آپ واقعہ فیل سے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔

آگے لکھتے ہیں:

قال ابراهيم بن المنذر الخزامى: الذى لا يشك فيه احد من علمائنا انه ﷺ ولد عام الفيل . [1]

ابراہیم بن منذر الخزامی نے کہا: ہمارے علماء میں سے کسی کو بھی اس بات میں شک نہیں کہ آپ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

ابوعمرو ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ولا خلاف انه ولد عام الفيل . [2]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کا سن ولادت عام الفیل ہے۔

علامہ عز الدین بن جماعۃ الکنانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

المشهور ان سيّدنا رسول الله ﷺ ولد بمكة عام الفيل . [3]

---

[1] لطائف المعارف، ص:۱۸۵۔

[2] الاستيعاب فى معرفة الاصحاب: ۱/۱۳۷۔

[3] المختصر الكبير فى سيرة الرسول، ص:٦۔

یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے سردار رسول اللہ ﷺ عام الفیل مکہ میں پیدا ہوئے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لا خلاف انه ولد ﷺ بجوف مكة، وان مولده كان عام الفيل. [1]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ مکہ میں عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

③ جہاں تک مہینے کی بات ہے یعنی کس بابرکت ماہ میں آپ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی؟ تو اس سلسلے میں گو اختلاف ہے تاہم جمہور علماء ماہِ ربیع الاوّل ہی کو راجح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واما شهر ولادته، فقد اختلف فيه، فقيل: في شهر رمضان، روى عن عبد الله بن عمرو باسناد لا يصح. وقيل: في رجب، ولا يصح، وقيل: في ربيع الاوّل، وهو المشهور بين الناس، حتى نقل ابن الجوزي وغيره عليه الاتفاق، ولكنه قول جمهور العلماء. [2]

اور آپ ﷺ کے ماہ ولادت میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ماہِ رمضان تھا یہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ماہِ رجب تھا مگر یہ قول بھی صحیح نہیں۔ ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہِ ربیع الاوّل میں ہوئی ہے اور یہی بات لوگوں میں زیادہ معروف ہے حتیٰ کہ ابن جوزی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے تاہم یہ جمہور کا قول ہے۔

---

[1] زاد المعاد: ١/ ٢٨.

[2] لطائف المعارف، ص: ١٨٤.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثم الجمهور على ان ذلك كان فى شهر ربيع الاوّل. ❶

جمہور اس بات پر ہیں کہ آپ کا ماہِ ولادت ربیع الاوّل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فعلى الصحيح المشهور ان مولده فى شهر ربيع الاوّل. ❷

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے میں ہوئی۔

الشیخ صالح بن عواد المغامسی لکھتے ہیں:

الامر الثانى المتفق عليه انه ولد فى شهر ربيع الاول. ❸

دوسری بات جس پر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واتفقوا على انه ولد يوم الاثنين من شهر ربيع الاوّل. ❹

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بروز سوموار ماہِ ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے۔

④ تاریخ ولادت کے حوالے سے آخری بات یہ ہے کہ ماہِ ربیع الاوّل کی وہ کون سی تاریخ تھی جس میں پاک پیغمبر علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی؟ تو اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ اہل علم کے اقوال مختلف ہیں جن میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا خاصا مشکل ہے تاہم ان میں سے چند معروف اقوال درج ذیل ہیں:

---

❶ البداية والنهاية: ٣/٣١.

❷ فتح البارى: ٧/٢٠٧.

❸ الايام النظرة والسيرة العطرة، ص: ١٤.

❹ تهذيب الاسماء واللغات: ١/٣٠.

پہلا قول: آپ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ یہ قول جمہور کا ہے۔
چنانچہ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والمشهور الذی علیه الجمهور انه ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاوّل، وهو قول ابن اسحاق وغیره. ❶

جمہور کا قول مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سوموار کے دن بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ یہ قول ابن اسحاق وغیرہ کا ہے۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول یہ ہے:

ولد رسول الله ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشره لیلة خلت من شهر ربیع الاوّل عام الفیل. ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز سوموار بارہ ربیع الاوّل عام الفیل میں ہوئی۔

ابن سیّد الناس رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

ولد سیدنا ونبینا محمد رسول الله ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاوّل عام الفیل. ❸

ہمارے سردار اور نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے دن بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔

ابوعبداللہ محمد بن سلامہ القضاعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولد رسول الله ﷺ ببطحاء مكة فی اللیلة التی صبیحتها یوم الاثنین لا ثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الاوّل من عام الفیل. ❹

---

❶ لطائف المعارف، ص:۱۸۵.

❷ سیرت ابن هشام: ۱/۱۵۸.

❸ عیون الاثر: ۱/۳۹.

❹ تاریخ القضاعی، ص:۴۷.

رسول اللہ ﷺ بطحا مکہ میں سوموار کی صبح بارہ ربیع الاوّل عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ولـد النبی ﷺ عام الفیل یوم الاثنین لا ثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاوّل . ❶

نبی ﷺ عام الفیل بروز سوموار ماہِ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو پیدا ہوئے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وقیـل: لثنتی عشرة خلت منه ، نص علیه ابن اسحاق ، ورواه ابـن ابی شیبة فی مصنفه عن عفان ، عن سعید بن میناء ، عن جابر وابن عباس ، انهما قالا: ولد رسول الله ﷺ عام الفیل ، یـوم الاثـنیـن الثـانی عشر من شهر ربیع الاوّل ، وفیه بعث ، وفیـه عرج به الی السماء ، وفیه هاجر ، وفیه مات ، وهذا هو المشهور عند المجمهور . والله اعلم ❷

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے یہ بات ابن اسحاق نے بیان کی ہے۔ اور مصنف میں امام ابن ابی شیبہ نے عفان سے انھوں نے سعید بن میناء سے اور انھوں نے سیّدنا جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل، بروز سوموار بارہ ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے۔ بارہ ربیع الاوّل ہی کو مبعوث ہوئے، اسی روز معراج ہوئی، اسی دن ہجرت کی اور اسی دن فوت ہوئے۔ ❸ جمہور کے نزدیک یہی مشہور تاریخ ہے۔ واللہ اعلم

---

❶ السیرة النبویة: ۱/۳۳،۳٤.

❷ البدایة والنهایة: ۳/۳۱،۳۲.

❸ نوٹ: راقم کو کافی تلاش کے باوجود مذکورہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ملی۔ نیز امام ابن کثیر رحمہ اللہ ہی نے آگے جا کر اسے منقطع بھی قرار دیا ہے۔

دوسرا قول: آپ کی ولادت آٹھ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقيل لثمان خلون منه، حكاه الحميدى عن ابن حزم. ورواه مالك، وعقيل، ويونس بن يزيد، وغيرهم، عن الزهرى، عن محمد بن جبير بن مطعم، ونقل ابن عبدالبر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه، وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسى الخوارزمى، ورجحه الحافظ ابو الخطاب بن دحية فى كتابه، التنوير فى مولد البشير والنذير. [1]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت آٹھ ربیع الاوّل ہے۔ یہ قول حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے۔ نیز امام مالک، عقیل اور یونس بن یزید وغیرہ نے بھی یہی قول امام زہری سے اور انھوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے مؤرخین سے اس کی تصحیح اور درست ہونا نقل کیا ہے۔ حافظ کبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے بھی اسی قول کو قطعی قرار دیا ہے۔ اور کتاب "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" میں حافظ ابوالخطاب بن دحیہ نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال الخوارزمى: وولد رسول الله ﷺ بعد ذلك بخمسين يوما، يوم الاثنين لثمان خلت من ربيع الاوّل، وذلك يوم عشرين من نيسان. [2]

خوارزمی یعنی محمد بن موسیٰ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد سوموار کے روز آٹھ ربیع الاوّل، بیس اپریل کو پیدا ہوئے۔

---

[1] البداية والنهاية: ٣١/٣. [2] الاستيعاب: ١٣٧/١.

امام ابوعبداللہ محمد بن سلامہ القضاعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وزعم اصحاب الزيج انه ولد ليلة الاثنين لثمان خلون من شهر ربيع الاوّل بعد قدوم الفيل بخمسين يوما . ❶

اور اصحابِ فلکیات کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ ﷺ سوموار کی رات، آٹھ ربیع الاوّل واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔

مطہر بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں:

وكان مولده ﷺ يوم الاثنين لثمانى ليال خلون من ربيع الاوّل . ❷

آپ ﷺ بروز سوموار آٹھ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔

دیوان الاسلام کے مؤلف ابن الغزی نے لکھا ہے:

واختلفوا فى تعيين اليوم ، فالمشهور انه فى ثانى عشره ، قيل: ليلا او نهارا ، وقيل فى ثانيه ، وقيل فى ثامنه ، وصححه جماعة من الائمة ، وقيل فى عاشره . ❸

آپ کے یومِ ولادت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ پس مشہور بارہ ربیع الاوّل ہے۔ کہا گیا ہے کہ رات یا دن کے وقت۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو ربیع الاوّل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ آٹھ ربیع الاوّل ہے۔ اس قول کو ائمہ کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور دس ربیع الاوّل بھی یوم ولادت بتلائی گئی ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قلت: واما تاريخ يوم الولادة ، فقد ذكر فيه ، وفى شهره

---

❶ تاريخ القضاعى، ص:٤٧.

❷ البدء والتاريخ: ١/٢٢٥.

❸ ديوان الاسلام، ص:١.

اقوال، ذكرها ابن كثير في الاصل، وكلها معلقة بدون اسانيد، يمكن النظر فيها، وزنها بميزان علم مصطلح الحديث الا قول من قال: انه في الثامن من ربيع الاوّل، فانه رواه مالك وغيره بالسند الصحيح عن محمد بن جبير ابن مطعم، وهو تابعي جليل، ولعله لذلك صحح هذا القول اصحاب التاريخ، واعتمدوه، وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسى الخوارزمي، ورجحه ابو الخطاب بن دحية، والجمهور على انه في الثاني عشر منه. والله اعلم [1]

میں (البانی) کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کے یوم ولادت کی تاریخ کے متعلق کئی اقوال ہیں جنہیں امام ابن کثیر نے بیان کیا ہے اور وہ سب معلق اور بے سند ہیں۔ ان کی تحقیق کرنی چاہیے اور علم مصطلح الحدیث کے ترازو میں تولنا چاہیے۔ سوائے آٹھ ربیع الاوّل والے قول کے۔ جسے امام مالک وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ جلیل القدر تابعی محمد بن جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے۔ شاید اسی لیے مؤرخین اس قول کو صحیح کہتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ حافظ کبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے بھی اسے ہی قطعی قرار دیا ہے۔ ابوالخطاب بن دحیہ بھی اسے ہی راجح کہتا ہے۔ تاہم جمہور کے نزدیک بارہ ربیع الاوّل ہے۔ واللہ اعلم

شیخ الحدیث محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان سب تاریخوں میں آٹھ ربیع الاوّل زیادہ راجح ہے۔ [2]

تیسرا قول: آپ ﷺ کی ولادت دو ربیع الاوّل کو ہوئی۔ یہ قول ابومعشر نجیح المدنی کا ہے جسے محمد بن سعد نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [3]

---

[1] حاشیه صحیح السیرة النبویة، ص:۱۳۔

[2] فتاویٰ سلفیه، ص: ۱۷۔ [3] ابن سعد: ۱/ ۱۲۱۔

علامہ جمال الدین المزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولد رسول الله ﷺ عام الفيل في ربيع الاوّل، يوم الاثنين ليلتين خلتا منه، وقيل: لا ثنتي عشرة ليلة خلت منه. [1]

رسول اللہ ﷺ عام الفیل بروز سوموار دو ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔ اور بارہ ربیع الاوّل کا قول بھی بیان کیا جاتا ہے۔

امام نووی، ابن عبدالبر، ابن رجب، ابن جوزی اور دیگر کئی ایک علماء نے بھی اس قول کا ذکر کیا ہے۔

چوتھا قول: آپ ﷺ کی پیدائش نو ربیع الاوّل کو ہوئی۔ متاخرین میں سے نام ور مؤرخوں اور سیرت نگاروں کی ایک جماعت نے اسی قول کو راجح و مختار قرار دیا ہے، جن میں مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی (تاریخ اسلام: ۱/۷۶)، معین الدین ندوی (تاریخ اسلام: ۱/۲۵)، علامہ شبلی نعمانی، سیّد سلیمان ندوی (سیرۃ النبی: ۱/۱۰۰)، قاضی محمد سلیمان منصور پوری (رحمۃ للعالمین: ۱/۳۵)، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (قصص القرآن: ۴/۱۹۰) اور عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (مختصر سیرت الرسول: ۲۶) وغیرہ شامل ہیں۔ سیرت نبوی پر دنیا بھر میں اوّل انعام یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' کے مؤلف مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری بھی نو ربیع الاوّل ہی کو آپ کی تاریخ ولادت قرار دیتے ہیں۔ (الرحیق المختوم: ۸۳)

"تاریخ دُوَل العرب والاسلام" میں محمد طلعت عرب نے بھی نو ربیع الاوّل ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انھوں نے دلائل ریاضیہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت نو ربیع الاوّل بروز دوشنبہ بمطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی تھی۔ [2]

پانچواں قول: آپ کی پیدائش دس ربیع الاوّل کو ہوئی۔ یہ قول محمد بن سعد نے ابو جعفر محمد

---

[1] تهذيب الكمال: ۱/۳۸.

[2] حاشیه اٹلس سیرت نبوی: ۹۲، ۹۳.

بن علی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [1]

امام ذہبی کے شیخ ابومحمد الدمیاطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

والصحیح قول ابی جعفر . ابوجعفر کا قول صحیح ہے۔ [2] نیز ابن جوزی کا میلان بھی اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ [3]

چھٹا قول: آپ کی ولادت سترہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ اسے ابن دحیہ نے بعض شیعہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ [4]

مسعود خان خاکی نے ماہنامہ ''البشیر'' لاہور کے ''ہادی انسانیت نمبر'' میں اپنے مضمون بنام ''چودہ معصومین'' میں لکھا ہے کہ فقہ جعفریہ کے علماء کے نزدیک طے شدہ تاریخ سترہ ربیع الاوّل ہے۔ [5]

علاوہ ازیں تاریخ ولادت کے متعلق اور بھی کئی اقوال ملتے ہیں جن کی تفصیل سے یہ چند سطور قاصر ہیں۔ تاہم اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ماہِ ربیع الاوّل کی کس تاریخ کو ہوئی اس کے متعلق کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی حکمت بالغہ کی بنا پر پردہ غیب میں رکھا ہے لہٰذا اگر نبی ﷺ کی تاریخ ولادت کے متعلق امت کے لیے کوئی خاص حکم وابستہ ہوتا تو اللہ علیم وقدیر اسے بھی پردہ غیب میں نہ رکھتے اور اس میں اس قدر اختلاف نہ ہوتا۔

تاریخ ولادت میں اختلاف کی وجہ:

جب بھی کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو (اللہ کے سوا) کسے کے علم میں نہیں ہوتا کہ یہ کیسی زندگی گزارے گا، کیا کیا کارنامے انجام دے گا، کون کون سی صفاتِ حمیدہ یا غیر حمیدہ سے

[1] ابن سعد: ١/١٢١.

[2] تاریخ الاسلام: ١/١٦.

[3] الوفاء، ص: ٩٠

[4] البدایة والنهایة: ٣/٣١.

[5] بحواله اسلامی مهینے اور بدعات مروّجه، ص: ٥٨.

متصف ہوگا۔ یہ تو اُس کی عملی زندگی کے آغاز ہی سے پتا چلتا ہے اور عموماً زندگی مکمل ہونے کے بعد لوگ اُس کے بارے میں زبانی یا تحریری طور پر اظہارِ خیال کرتے ہیں اور دیوان تیار ہونے لگتے ہیں۔ بعینہٖ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے، ظاہر ہے کہ اُن کی پیدائش ہوئی مگر کسی کو حتی کہ اُن کے والدین تک کو علم نہیں تھا کہ ہمارے ہاں نبی پیدا ہوا ہے، اور نہ کسی نے ان کو اس حوالے سے ہدیہ تبریک ہی پیش کیا کہ آپ کے ہاں پیغمبر کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ قرآنِ مجید میں حضرات آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ وغیرہ انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص کی ضروری تفصیل ذکر ہوئی ہے مگر ان کی تاریخ ولادت کا قطعاً ذکر نہیں ہوا۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور یحییٰ علیہم السلام کی ولادت کا ذکر تو ہوا ہے مگر یہ تفصیل کہیں نہیں کہ ان کی پیدائش کس تاریخ کو، کس مقام پر اور کس گھڑی ہوئی۔

یہی صورتِ حال رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی ہے کہ دنیا میں آپ کی تشریف آوری کے موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا خاندان خصوصاً اور اہل مکہ عموماً بہت خوش تھے مگر اس لیے نہیں کہ پیغمبر کی ولادت ہوئی ہے۔ بلکہ اس لیے کہ سردار عبدالمطلب کے انتہائی چہیتے فرزند عبداللہ کے ہاں (جو کہ چند ماہ پہلے وفات پا گیا تھا) ایک بیٹا پیدا ہوا ہے، اور بس۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ ہی پہلے واقعہ فیل پیش آیا تھا جس میں قدرت کے خفیہ ہاتھ ہی کار فرما تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے حوالے سے اس واقعے کی حکمت سے کوئی شخص بھی آگاہ نہیں تھا۔ لوگ یہ تو جانتے تھے کہ محمد بن عبداللہ عام الفیل میں پیدا ہوئے مگر تاریخ میں اختلاف واقع ہوا۔

مزید برآں یہ کہ اگر واقعتاً ایسی تاریخوں کی اسلام میں اتنی اہمیت ہوتی جتنی عام لوگ سمجھتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور بالضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھ لیتے تاکہ یہ اختلاف دور ہو جاتا یا اللہ تعالیٰ خود ہی اسے کتاب اللہ میں بیان کر کے لوگوں کو آگاہ فرما دیتے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کے حوالے سے امت کے لیے کوئی خاص حکم وابستہ

ہوتا تو اللہ ربّ العزت اس کی حفاظت کا ضرور کوئی خاص اور خاطر خواہ انتظام فرما دیتے۔

اگر نبی معظم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے سنہرے دور میں تاریخ ولادت کے حوالے سے امت کے لیے کوئی حکم وابستہ ہوتا (جیسا کہ آج کل بارہ ربیع الاوّل کو عید میلا دالنبی کے نام سے جشن کا اہتمام ہوتا ہے) تو تاریخ ولادت میں یہ اختلاف سرے سے موجود ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا جب اس میں یہ اختلاف ہے اور شدید اختلاف ہے تو معلوم ہوا کہ عہد صحابہ وتابعین میں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا۔

غور کریں کہ آج دنیا کے ہر کونے میں ادنیٰ درجے کے مسلمان کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ عید الفطر یکم شوال کو اور عید الاضحیٰ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو ہوتی ہے۔ اس میں امت مسلمہ کے درمیان دو یا چار یا اس سے زیادہ آراء کبھی نہیں پائی گئیں۔ کیوں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا متعینہ تاریخوں میں منایا جانا نبی ﷺ کے دور مسعود سے متواتر چلا آ رہا ہے۔ اگر بارہ ربیع الاوّل کو ایک تیسری عید کا بھی وجود ہوتا تو یقیناً اس کا ثبوت بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح متفقہ ہوتا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: شریعت کو کسی بڑے سے بڑے انسان کی موت وحیات سے اس طرح کی کوئی دلچسپی نہیں کہ عبادت اور ثواب سمجھ کر اس طرح سالگرہ منائی جائے اور عید میلاد منعقد کی جائے یا نوحہ وماتم کر کے اظہار غم کیا جائے۔ آخر اتنے انبیاء واصفیاء عالم شہود میں آئے اور بے شمار نہایت بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔ اب اگر ہم ایک ایک کی عید میلاد منائیں یا ایک ایک کا ماتم کریں تو دن میں کئی بار میلاد کی محفلیں سجانا پڑیں اور کئی بار غم واندوہ کا اہتمام کرنا پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی رسالت کا تیئس سال کا زمانہ اور خلافت کا تیس سال کا عرصہ ایک نگاہ سے دیکھ جائیں، کہیں بھی آپ کو کوئی ایسی تقریب نظر نہیں آئے گی، نہ خود شارع علیہ السلام نے اپنی سالگرہ منائی اور نہ اپنے اکابر واجداد کی کوئی عید میلاد منعقد کی، اور نہ ہی صحابہ کرام نے ایسا کوئی ڈھنگ رچایا۔ سوائے دو عیدوں کے، وہاں کوئی تیسری عید نظر نہیں آتی، عید میلاد

کا اہتمام تو کجا ان میں سے کسی کو یہ خیال بھی نہیں آیا کہ یہ بھی کوئی ثواب کا کام ہے۔ حالانکہ ہم محبت نبوی ﷺ میں صحابہ کرام کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ [1]

جشن میلاد کی حقیقت:

نبی کریم ﷺ کے ساتھ عقیدت ومحبت عین ایمان ہے، آپ کی ولادت سے وفات تک حیات طیبہ کا ایک ایک پہلو ذکر کرنا باعث رحمت ہے، لیکن یاد رہے آپ کا ذکرِ خیر کسی خاص زمان ومکان پر موقوف نہیں بلکہ ہر آن و ہر زمان سیرت طیبہ سننا سنانا سعادت عظمیٰ ہے، لیکن کیا ۱۲ ربیع الاوّل کو محفل میلاد منعقد کرنا، بھنگڑے ڈالنا، رقص کرنا، قوالیاں گانا، شرکیہ نعتیں پڑھنا اور میلاد النبی کے جلوس نکالنا خیر القرون سے ثابت ہیں؟

اگر یہ سب ثابت ہوجائیں تو چشم ما روشن دل ماشاد! پھر کسی کو اعتراض کی کیا مجال، لیکن اگر نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خیر القرون میں اس کا کہیں وجود نہیں ملتا، نہ نبی ﷺ سے، نہ خلفائے راشدین اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی سے۔ حضرات تابعین عظام وتبع تابعین میں سے بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہیں۔ تو جب زمانہ خیر القرون میں کہیں اور کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں ملتا تو اس کے بدعت اور گمراہی ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❀ ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (الحجرات: ۱)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دے رہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھیں۔ مطلب یہ کہ کتاب وسنت سے ہٹ کر کوئی عمل نہ کریں، اپنی طرف سے دین میں اضافہ یا بدعات ایجاد نہ کریں کیونکہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے

---

[1] فتاویٰ سلفیہ، ص: ۱۸، ۱۹۔

کے مترادف ہے جو کسی بھی صاحب ایمان کے لائق نہیں۔

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:۳۳)

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ربّ العالمین کی بارگاہ اقدس میں صرف وہی اعمال قابل قبول ہیں جن پر اللہ اور اس کے رسول کی مہر ہو بصورت دیگر وہ عمل کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگے اگر وہ اللہ اور رسول کی مہر سے کورا ہے تو وہ مردود ہے، ایسے عمل کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں ایک نیا کام ہوتا دیکھ کر سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ چند لوگ مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ سو دفعہ اللہ اکبر کہو، تو وہ سنگریزوں پر سو دفعہ اللہ اکبر کا ورد شروع کرتے ہیں۔ پھر وہ سو بار لا الٰہ الا اللہ اور سو بار سبحان اللہ پڑھنے کے لیے کہتا ہے۔ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں کہہ دو کہ سب اپنے گناہ شمار کرو نیکیوں کے ہم ضامن ہیں۔ پھر آپ موقع پر پہنچ گئے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: مَا هٰذَا الَّذِيْ اَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ ؟ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ کنکریوں پر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ، پڑھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَعُدُّوْا سَيِّاٰتِكُمْ ، فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ لَّا يُضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْئًا ، وَيْحَكُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا اَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ ، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ ، مُتَوَافِرُوْنَ ، وَهٰذِهٖ ثِيَابُهٗ لَمْ تَبْلَ ، وَاٰنِيَتُهٗ لَمْ تُكْسَرْ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! اِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ اَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ،

اَوْ مُفْتَتِحُوْ بَابِ ضَلَالَةٍ.

تم اپنے گناہ شمار کرو نیکیوں کا میں ضامن ہوں کہ وہ برباد نہیں ہوں گی۔ افسوس ہے تم پر اے امت محمد! تم کس قدر جلد برباد ہو رہے ہو، ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے بہت سارے صحابہ موجود ہیں۔ ابھی تو آپ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے۔ آپ کے برتن نہیں ٹوٹے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا تو تمہارا یہ طریقہ محمد ﷺ کے طریقے سے بہتر ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ وہ بولے! اے ابوعبدالرحمٰن! ہم تو یہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ تو سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهٗ کتنے ہی نیکی کے خواہش مند ایسے ہوتے ہیں جو نیکی حاصل نہیں کر پاتے۔ [1]

غور فرمائیں! کہ یہ لوگ بظاہر کوئی برا کام نہیں کر رہے تھے لیکن سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سب دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور انہیں ڈانٹا کیونکہ اس فعل پر نبی ﷺ کی مہر نہ تھی۔ سوچیں اگر بالفرض آج وہ اصحابِ رسول آ جائیں اور ان میلا دوں، بدعتوں اور خرافاتوں کو دیکھیں تو کیا کریں گے؟

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر انہوں نے کہا کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا جواب یہ تھا کہ یہ نیکی نہیں، کیونکہ نیکی تو صرف وہی کام ہے جو نبی نے کیا ہو، یا کرنے کا حکم دیا یا آپ کی موجودگی میں ہوا لیکن آپ نے اس پر نکیر نہ فرمائی ہو۔

❀ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (النور:٦٣)

”ان لوگوں کو ڈر جانا چاہیے جو اس (رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں کوئی آزمائش آ پڑے یا دردناک عذاب آ لے۔“

---

[1] دارمی: ۱/۷۹، رقم: ۲۰٤ صحیح.

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے حکم کی مخالفت کا مطلب رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے، اور اس سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ اور آپ کی شریعت ہے۔ لوگوں کے اقوال واعمال نبی کے اقوال واعمال کے ترازو میں رکھ کر تولے جائیں گے، جو موافق ہوئے وہ قبول ہوں گے اور جو مخالف ہوئے وہ ردّ کر دیے جائیں گے خواہ وہ کسی کے بھی ہوں۔ جیسا کہ بخاری ومسلم میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ عمل ردّ کر دیا جائے گا۔'' یعنی ظاہر یا باطن میں جو بھی رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے اسے عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔ [1]

جیسا کہ معلوم ہے کہ جشن عید میلاد النبی اور اس سے ملحق دیگر رسومات وخرافات وغیرہ کا خیر القرون میں کوئی وجود نہ تھا، شریعت محمدی ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہ تھی۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا اور نہ ہی صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ میری تاریخ ولادت والے دن ہر سال مدینہ میں جلوس نکالا کریں، بھنگڑے ڈالیں، میلاد کی محفلیں منعقد کریں اور حلوے مانڈے کھا کر میرا میلاد منائیں، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو لوگوں میں انبیاء کے بعد بہترین ہستیاں ہیں۔ اس امت میں نبی کے بعد انہیں پاکباز ہستیوں کا نمبر آتا ہے۔ وہ خیر کے کاموں میں جلدی کرنے والے اور منکرات سے بچنے والے تھے۔ اگر جشن میلاد مسنون یا مستحب ہوتا تو واللہ، باللہ، تاللہ، وہ ضرور بالضرور اس میں سبقت لے جاتے اور قسم اللہ کی وہ اس سنت کو اسی طرح زندہ رکھتے جیسے دیگر سنن کو انہوں نے زندہ رکھا۔

جب نبی ﷺ نے یہ کام نہیں کیا اور نہ ہی کسی صحابی نے بلکہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام نے بھی یہ جشن میلاد نہیں منایا، تو لامحالہ کہا جائے گا کہ یہ بدعت ہے، بدعت ہے، بدعت ہے۔ اور کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

یاد رکھیں! بدعت بظاہر نیک کام ہی محسوس ہوتا ہے لیکن یہ اس لیے مردود قرار پاتا ہے

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ٤/٥٧٨.

کہ اس پر مہر محمدی نہیں ہوتی۔ وہ سکہ مدینہ کی ٹکسال سے نہیں ڈھلا ہوتا۔

امام ابن رجب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

واصل هذا انه لا يشرع ان يتخذ المسلمون عيدا الا ما جاء ت الشريعة باتخاذه عيدا، وهو يوم الفطر، ويوم الاضحى، وايام التشريق، وهى اعياد العام، ويوم الجمعة، وهو عيد الاسبوع، وما عدا ذالك فاتخاذه عيدا وموسما بدعة، لا اصل له فى الشريعة . [1]

دراصل مسلمانوں کے لیے سوائے اس دن کے جسے شریعت نے عید منانے کا حکم دیا ہو، کسی اور دن کو عید منانا جائز نہیں۔ چنانچہ وہ دن یوم الفطر، یوم الاضحیٰ اور ایامِ تشریق ہیں۔ یہ سالانہ عیدیں ہیں، جبکہ جمعہ کا دن ہفتہ وار عید ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور دن کو عید یا کوئی جشن کا موسم بنانا بدعت ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

جشن عید میلاد کا آغاز:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ جشن میلاد ایک ایسی بدعت ہے جس کا خیر القرون میں کوئی وجود اور شریعت میں کوئی اصل نہیں تو سوال اٹھتا ہے کہ پھر اس بدعت کا آغاز کب ہوا؟ اس کے اوّلین موجد کون لوگ تھے۔

جہاں تک ان سوالات کا تعلق ہے تو تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس کے اوّلین موجود فاطمی امراء ہیں جو رافضی العقیدہ اور کٹر شیعہ تھے۔ ان بدبختوں نے چوتھی صدی ہجری میں اس کا آغاز کیا۔

علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی لکھتے ہیں:

كان للخلفاء الفاطميون فى طول السنة اعياد ومواسم، وهى

---

[1] لطائف المعارف، ص: ۲۲۸.

رأس السنة، وموسم اول العام يوم عاشوراء، ومولد النبى ﷺ، ومولد على ابن ابى طالب رضى الله عنه، ومولد الحسن، ومولد الحسين عليهما السلام، ومولد فاطمة الزهراء عليها السلام، ومولد الخليفة الحاضر . ❶

فاطمی خلفاء سال کے لمبے عرصے میں عیدیں اور تہوار مناتے تھے۔ یہ تہوار شروع سال میں عاشورہ کے دن، میلاد النبی ﷺ، میلاد علی، میلاد حسن وحسین، میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہم اور موجودہ خلیفہ کا میلاد ہوتا تھا۔

علامہ ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی لکھتے ہیں:

الجلوس الثالث، جلوسه فى مولد النبى ﷺ فى الثانى عشر من شهر ربيع الاول، وكان عادتهم فيه ان يعمل فى دارالفطرة، عشرون قنطارا من السكر الفائق حلوى من طرق الاصناف وتعبا فى ثلاث مائة صينية نحاس فاذا كان ليلة ذالك المولد تفرق فى ارباب الرسوم كقاضى القضاة وداعى الدعاة وقراء الحضرة والخطباء والمتصدرين بالجوامع بالقاهرة ومصر وقومة المشاهد وغيرهم . ❷

فاطمی خلیفے تیسرا جلوس بارہ ربیع الاوّل کو میلاد النبی ﷺ کا نکالتے تھے، اس جلوس کے بارے میں ان کی عادت تھی کہ دارالفطرۃ میں بیس قنطار عمدہ شکر کا مختلف اقسام کا حلوہ تیار کیا جاتا اور اسے پیتل کے تین سو برتنوں میں بانٹ کر رکھا جاتا، جب میلاد کی رات ہوتی تو مختلف ارباب رسوم جیسے قاضی القضاء، مبلغین، قراء، واعظین اور قاہرہ ومصر کی یونیورسٹیوں کے صدور اور مزاروں کے

---

❶ المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار: ٢/١١٨.

❷ صبح الاعشى: ٣/٤٩٨، ٤٩٩.

نگران وغیرہ میں بانٹ دیا جاتا۔

علامہ محمد بخیت حنفی مفتی مصر لکھتے ہیں:

ان اول من احدث بالقاهرة الخلفاء الفاطميون، واولهم المعز لدين الله، توجه من المغرب الى مصر فى شوال سنة ۳٦١ھ احدى وستين وثلاث مائة هجرية، فوصل الى ثغر اسكندرية فى شعبان سنة اثنتين وستين وثلاث مائة، ودخل القاهرة لسبع خلون من شهر رمضان فى تلك السنة، فابتدعوا ستة موالد: المولد النبوى، ومولد امير المومنين على بن ابى طالب، ومولد السيدة فاطمة الزهراء، ومولد الحسن والحسين، ومولد الخليفة الحاضر، وبقيت هذه الموالد على رسومها الى ان ابطلها الافضل بن امير الجيوش. ❶

سب سے پہلے عید میلاد قاہرہ میں فاطمی خلیفوں نے منائی تھی اور ان میں سب سے پہلے المعز لدین اللہ ہے، جو مغرب سے مصر کی طرف شوال ۳٦١ھ میں متوجہ ہوا، اور شعبان ۳٦۲ھ میں اسکندریہ کی سرحد تک پہنچ گیا، اور قاہرہ میں اسی سال سات رمضان کو داخل ہوا تو ان لوگوں نے چھ موالد ایجاد کیے: میلاد نبوی، میلاد علی ابن ابی طالب، میلاد سیّدہ فاطمہ الزہراء، میلاد حسن و حسین اور موجودہ خلیفہ کا میلاد۔ یہ میلاد اپنی رسم ورواج کے ساتھ جاری رہے حتی کہ افضل ابن امیر الجیوش نے آ کر انہیں بند کیا۔

شیخ علی محفوظ لکھتے ہیں:

قيل: اول من احدثها بالقاهرة، الخلفاء الفاطميون فى القرن

---

❶ احسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الاحكام، ص: ٤٤، ٤٥.

الرابع، فابتدعوا ستة موالد: المولد النبوی، ومولد امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، ومولد السیدة فاطمة الزهراء، ومولد الحسن والحسین، ومولد الخلیفة الحاضرِ، وبقیت هذه الموالد علی رسومها الی ان ابطلها الافضل بن امیر الجیوش. ❶

سب سے پہلے قاہرہ میں چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے عید میلاد ایجاد کی۔ انہوں نے چھ میلاد ایجاد کیے: میلاد نبوی ﷺ، میلاد علی، میلاد فاطمہ، میلاد حسن وحسین رضی اللہ عنہم اور موجودہ خلیفہ کا میلاد۔ یہ میلاد اپنی رسوم کے ساتھ جاری رہے حتیٰ کہ افضل بن امیر الجیوش نے آ کر انہیں ختم کیا۔

شیخ سلیمان بن سالم فرماتے ہیں:

اجمع العلماء المنکرون لبدعة المولد والمؤیدون لها علی انه لم یحتفل ﷺ بمولده، ولم یأمر بذالك، ولم یحتفل صحابته ولا التابعون لهم، ولا تابعوا التابعین الذین هم خیر الناس، واحرص الناس علی اتباع سنته ﷺ، ومضت القرون الثالث التی شهد لها ﷺ بالافضلیة علی تلك الحالة لم یحتفلوا بمولد الرسول ﷺ ولم یعرفوا ذالك، فلما کان اواخر القرن الرابع الهجری، وقامت الدولة الفاطمیة فی مصر، ظهر الاحتفال بالمولد النبوی، لاول مرة فی تاریخ الاسلام. ❷

بدعت میلاد کے مخالف اور حامی سب علماء کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ نے نہ خود

---

❶ الابداع فی مضار الابتداء، ص:۲۵۱.

❷ الاعیاد واثرها علی المسلمین، ص:۲۸۶، ۲۸۷.

اپنا میلاد منایا اور نہ ہی منانے کا حکم دیا، نہ اسے صحابہ نے منایا، نہ تابعین نے، اور نہ ہی تبع تابعین نے جو کہ لوگوں میں سے بہتر تھے اور اتباع سنت کے سب سے زیادہ حریص تھے۔ تین صدیاں جن کے افضل ہونے کی گواہی خود نبی ﷺ نے دی تھی، اسی طرح گزر گئیں کہ مروّجہ میلاد نہ تو کوئی مناتا تھا اور نہ ہی اسے کوئی جانتا تھا۔ پھر چوتھی صدی ہجری کے آخر میں جب فاطمیوں کی حکومت قائم ہوئی تو اس وقت جشن میلاد کا پہلی مرتبہ تاریخ اسلام میں آغاز ہوا۔

شیخ عبداللہ التویجری فرماتے ہیں:

واول من احدث هذه البدعة ، هم بنی عبيد القداح الذين يسمون انفسهم بالفاطميين ، وينتسبون الى ولد علی بن ابی طالب رضى الله عنهم وهم فى الحقيقة من المؤسسين لدعوة الباطنية . [1]

سب سے پہلے اس بدعت کو ایجاد کرنے والے بنی عبید القداح ہیں جو اپنے آپ کو فاطمی کہلاتے تھے اور سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ حالانکہ درحقیقت یہ لوگ باطنی عقیدے کی بنیاد رکھنے والے تھے۔

علمائے کرام کی ان محولہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ میلاد النبی کے اوّلین مبتدعین فاطمی خلفاء ہیں۔ اور یہ لوگ کٹر شیعہ تھے۔ انہوں نے چوتھی صدی ہجری میں اسے ایجاد کیا۔ تاہم پھر ایک وقت آیا جب افضل بن امیر الجیوش نے اس بدعت کو بند کر دیا تھا۔ لیکن پھر اربل وموصل شہر میں ابوسعید مظفر الدین کوکبوری اور ایک صوفی عمر بن محمد الملا کی ملی بھگت سے ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں دوبارہ اس کا آغاز ہوا۔ چنانچہ ابوشامہ لکھتے ہیں:

وكان اول من فعل ذالك بالموصل ، الشيخ عمر بن محمد

[1] البدع الحولية، ص:۱۳۷.

الملا، احد الصالحین المشهورين، وبه افتدى فى ذالك صاحب اربل وغيره. ❶

موصل شہر میں سب سے پہلے عمر بن محمد الملاء، جو مشہور صوفیاء میں سے تھا، اس نے اسے ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے بھی اس مسئلہ میں اس کی پیروی کی۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واول من احدث فعل ذالك الاحتفال بالمولد النبوى، صاحب اربل الملك المظفر ابوسعيد كوكبورى بن زين الدين على. ❷

اربل میں سب سے پہلے جس نے اس کام کا آغاز کیا وہ اربل کا بادشاہ مظفر الدین کوکبوری تھا۔

شیخ محمد بن ابراہیم آلِ شیخ لکھتے ہیں:

وَهٰذِهِ الْبِدْعَةُ الْاِحْتِفَالُ بِالْمَوْلِدِ، اَوَّلَ مَنْ اَحْدَثَهَا اَبُوْسَعِيْدْ كَوْكَبُوْرِيُّ فِي الْقَرْنِ السَّادِسِ الْهِجْرِيُّ. ❸

اور یہ بدعت (اربل میں) سب سے پہلے ابوسعید کوکبوری نے چھٹی صدی ہجری میں ایجاد کی۔

ہمارے شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلیفوں نے جن چھ میلادوں کو ایجاد کیا تھا ان میں سے ایک ایجاد میلاد النبی ﷺ بھی تھی۔ اس سے پہلے زمانہ خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں ملتا۔ یہ شیعہ رافضیوں کی ایجاد ہے جن کی گمراہی میں ذرّہ

---

❶ الباعث على انكار البدع والحوادث، ص: ۲۱.

❷ الحاوى للفتاوىٰ: ۱/۲۷۲.

❸ فتاویٰ ورسائل: ۳/۵۹.

برابر بھی شبہ نہیں ہے۔ اور ہمارے نام نہاد مسلمانوں نے روافض کی پانچ میلادوں کو ترک کر دیا اور ایک میلاد کو اختیار کر کے اسے محبت رسول ﷺ کے نام سے جاری رکھا۔ اور جو بعض کتب تواریخ میں عید میلاد کے موجد مظفر الدین کوکبوری کو بتلایا جاتا ہے۔ تو ان میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ اوّل موجد اس کے رافضی تھے۔ پھر ایک وقت میں خلیفہ الافضل بن امیر الجیوش نے اس کو بند کر دیا تھا پھر اربل شہر میں دوبارہ اس کا اجراء مظفر الدین کوکبوری کے ایام میں ہوا۔ [1]

پتا چلا کہ میلاد کے اوّل موجد رافضی حضرات تھے۔ افضل ابن امیر الجیوش کے بند کر دینے کے بعد اس کا دوبارہ اجراء موصل شہر میں عمر بن محمد الملاصوفی نے کیا۔ صاحب اربل مظفر الدین کوکبوری نے اسے پروان چڑھایا جبکہ اس بدعت کے جواز پر ابوالخطاب بن دحیہ نے "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" نام کی لال کتاب لکھ کر انہیں مواد مہیا کیا۔

مظفر الدین کوکبوری کا تعارف:

اس کا نام ابوسعید کوکبوری بن ابی الحسن علی ابن بکتکین بن محمد اور لقب الملک مظفر الدین صاحب اربل تھا۔ یہ بادشاہ موسیقی ناچ گانے کا بہت شوقین تھا۔ لوگوں کے اموال غصب کر کے فقراء پر صدقہ خیرات کیا کرتا تھا۔ چنانچہ سبط ابن الجوزی فرماتے ہیں:

> وكان يحضر عنده فى المولد اعيان العلماء والصوفية، فيخلع عليهم، ويطلق لهم، ويعمل للصوفية سماعا من الظهر الى الفجر، ويرقص بنفسه منهم، وكان يصرف على المولد كل سنة ثلاث مائة الف دينار. [2]

اس کے پاس میلاد کے لیے بڑے بڑے مولوی اور صوفی حاضر ہوتے تھے، وہ انہیں خلعت فاخرہ پہناتا اور صوفیہ کے لیے ظہر سے فجر تک محفل سماع منعقد کرتا،

---

[1] بدعة الميلاد، ص:٢٦.

[2] مراة الزمان فى التاريخ الاعيان: ٦٨١/٨.

اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر رقص کرتا تھا۔ ہر سال میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میلاد کے موقع پر اس کے پاس بڑے بڑے مولوی اور صوفی آیا کرتے اور وہ انہیں خلعت فاخرہ پہناتا اور انہیں عطیات سے نوازتا تھا۔ صوفیوں کے لیے ظہر سے عصر تک محفل سماع منعقد کرتا اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر ناچتا تھا۔ [1]

ابن خلکان لکھتے ہیں:

محرم سے ربیع الاوّل کے اوائل تک مسلسل لوگ اس کے پاس آتے رہتے اور یہ لکڑی کے گنبد نصب کرنے کا حکم دیتا، ہر گنبد چار یا پانچ منزلوں کا ہوتا اور وہ بیس یا اس سے زیادہ گنبد بناتا، ان میں سے ایک گنبد اس کا اپنا اور باقی امراء واعیان کے ہوتے تھے۔ جب یکم صفر ہوتی تو وہ گنبدوں کو کئی قسم کی خوبصورت اشیاء سے مزین کرتا اور ہر گنبد میں گلوکاروں، بہروپیوں، ساز بجانے والوں کی ایک جماعت ہوتی، اس دوران لوگوں کے کاروبار معطل ہوجاتے اور لوگوں کو سیر وتفریح کے سوا کوئی کام نہ ہوتا۔

آگے لکھتے ہیں:

مظفر الدین ہر روز نماز عصر کے بعد آتا اور ایک ایک گنبد پر کھڑا ہوتا، ان کے گانے سنتا اور ان کے بہروپ اور جو کچھ وہ گنبدوں میں کرتے تھے، ان سے خوش ہوتا۔ رات کو ان کی خانقاہ میں بسیرا کرتا اور سماع کرتا، صبح نماز کے بعد شکار کو چلا جاتا، پھر ظہر سے پہلے قلعہ کی طرف واپس آجاتا۔ وہ میلاد کی رات تک ہر روز ایسے ہی کرتا تھا۔ میلاد سے دو دن پہلے بے شمار اونٹ، بیل اور بکریاں باہر نکالتا اور اس کے پاس جو ڈھول باجے گاجے اور گلوکار ہوتے وہ ان سب کو باہر ایک میدان میں لے آتا۔ جانوروں کو ذبح کیا جاتا۔ دیگیں چڑھائی جاتیں اور مختلف قسم کے کھانے پکتے۔ پھر جب شب میلاد آتی تو وہ قلعے میں نماز مغرب پڑھنے کے بعد سماع کرتا، پھر نیچے اترتا اس کے آگے بہت سی شمعیں روشن ہوتیں۔

---

[1] البداية والنهاية: ١٥/ ١٩٣.

آگے محفل میلاد کی کیفیت بیان کر کے لکھتے ہیں:

پھر یہ رات وہیں گزارتا اور صبح تک گانے ہوتے رہتے اس طرح وہ ہر سال کرتا تھا۔ [1]

علمائے کرام کی ان گواہیوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صاحب اربل مظفر الدین کوکبوری موسیقی، ناچنے اور گانے کا خود بھی دلدادہ تھا اور لوگوں کو بھی اسی پر لگایا ہوا تھا۔ محفل میلاد میں بھی وہ انہیں خلافِ شرع امور کا حکم دیتا تھا حالانکہ یہ تمام امور شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔

علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

یہ بادشاہ بڑا ظالم تھا، رعایا پر بہت زیادہ جور وستم کرنے والا، اور لوگوں کے اموال کو بلاوجہ غصب کرنے میں رغبت رکھنے والا تھا اور کفار کے ہاتھوں قیدیوں کو چھڑانے اور بہت زیادہ مال لگانے والا تھا۔ اور اس کے بارے میں کسی شاعر کا شعر ہے:

کساعیہ للخیر من کسب فرجها

لك الویل لا تزني ولا تتصدقی [2]

اس عورت کی مانند جو اپنی شرمگاہ کی کمائی کے ساتھ خیرات کرنے والی ہے۔ اے عورت! تیرے لیے ہلاکت ہو، نہ تو زنا کر اور نہ صدقہ کر۔

ابوالخطاب بن دحیہ کا تعارف:

اس کا مکمل نام عمر بن الحسن بن دحیہ اور کنیت ابوالخطاب تھی۔ یہ شخص پرلے درجے کا احمق، متکبر اور سلف صالحین کا گستاخ تھا۔ چنانچہ حافظ الضیاء المقدسی فرماتے ہیں:

وَلَمْ يُعْجِبْنِىْ حَالُهُ، كَانَ كَثِيْرُ الْوَقِيْعَةِ فِى الْاَئِمَّةِ، وَاَخْبَرَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ السَّنْهُوْرِىُّ بِاَصْبَهَانَ، اَنَّهُ دَخَلَ الْمَغْرِبَ اَنَّ مَشَائِخَ الْمَغْرِبِ كَتَبُوْا لَهُ جَرْحَهُ وَتَضْعِيْفَهُ. [3]

---

[1] تاریخ ابن خلکان: ٤/ ٥١٠، ٥١١.

[2] معجم البلدان: ١٣٨/١. [3] سیر اعلام النبلاء: ٨٧/١٤.

مجھے اس کی حالت اچھی نہیں لگی کیونکہ وہ ائمہ محدثین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ مجھے ابراہیم سنہوری نے اصبہان میں خبر دی کہ وہ مغرب میں آیا تو مغرب کے شیوخ نے اس پر جرح اور ضعف کا حکم لکھا ہے۔

امام ابن نجار نے فرمایا:

رایت الناس مجتمعین علی کذبه وضعفه وادعائه سماع مالم یسمعه ولقاء من لم یلقه . [1]

میں نے اس کے جھوٹ اور ضعف پر اور ایسی باتوں کے سماع پر جو اس نے نہیں سنیں اور ایسے لوگوں کی ملاقات کے دعوے پر جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ائمہ محدثین کو مجتمع پایا۔

اسی طرح آگے فرماتے ہیں:

وکان ظاهری المذهب ، کثیر الوقعیة فی الائمة ، وفی السلف من العلماء ، خبیث اللسان ، احمق ، شدید الکبر ، قلیل فی امور الدین متهاونا . [2]

یہ ظاہری مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور ائمہ محدثین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ خبیث اللسان، احمق اور بہت بڑا متکبر اور دینی امور میں تہی دامن اور سست تھا۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے:

وکان مع معرفته وحفظه مجازفا فی النقل مع الدعاوی العریضة وسیتعمل (حدثنا) فی الاجازة . [3]

---

[1] لسان المیزان: ۱۵۸/۵۔

[2] لسان المیزان: ۱٦۹/۵۔

[3] طبقات الحفاظ: ۱۰۳/۱۔

یہ اپنی معرفت اور قوت حفظ رکھنے کے ساتھ نقل میں اٹکل پچو سے کام لیتا تھا۔ اور لمبے چوڑے اور بلند بانگ دعوے کرتا اور روایت کی اجازت میں (حدثنا) کا لفظ استعمال کر لیتا تھا یعنی تدلیس سے کام لیتا تھا۔

ابن نقطہ کہتے ہیں:

كَانَ مَوْصُوْفًا بِالْمَعْرِفَةِ وَالْفَضْلِ، وَلَمْ اَرَهُ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ يَدَّعِيْ اَشْيَاءَ لَا حَقِيْقَةَ لَهَا. [1]

وہ معرفت اور فضل والا تھا لیکن میں نے اسے ایسا نہیں دیکھا الا کہ وہ ایسی ایسی باتوں کا دعویٰ کیا کرتا جن کی حقیقت کچھ نہ ہوتی تھی۔

ابوالقاسم بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ ابن دحیہ ہمارے پاس آ کر ٹھہرا اور دعویٰ کیا کہ میں صحیح مسلم اور جامع ترمذی کا حافظ ہوں۔ میں نے پانچ حدیثیں ترمذی سے، پانچ مسند احمد سے، اور پانچ موضوع احادیث لے کر ایک جگہ جمع کیں۔ ایک حدیث ترمذی کی اس کے سامنے پیش کی تو کہنے لگا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ جب دوسری حدیث پیش کی تو کہا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ الغرض وہ کسی ایک حدیث کو بھی صحیح طور پر شناخت نہ کر پایا۔ [2]

سبط ابن الجوزی کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گالیاں دینے میں ابن عنین کی طرح تھا اور اپنے کلام میں اضافہ کرتا تھا، اسی لیے لوگوں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا اور اس کی تکذیب کی۔ [3]

علمائے کرام کی مذکورہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ میلادیوں کو "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" نام کی کتاب لکھ کر دینے والا کوئی ثقہ یا قابل اعتماد عالم نہ تھا بلکہ کذاب، گستاخ، متکبر اور احمق آدمی تھا۔

---

[1] سیر: ١٤/٨٧.

[2] سیر: ١٤/ ٨٧۔ لسان: ١٥/ ١٦٧.

[3] البدایة: ١٣/ ١٨٣.

قارئین کرام! یہ ہیں جشن میلاد کے موجد اور بانی جنہوں نے اس امت کے لیے اس بدعت کو ایجاد کیا۔

بہرحال ان تاریخی حوالہ جات سے پتا چلتا ہے کہ میلاد ایسی بدعت ہے جس کا خیر القرون میں کوئی نام ونشان نہ تھا اُس کے اوّلین موجود فاطمی خلفاء ہیں جو کٹر شیعہ اور رافضی تھے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب اس بدعت کو افضل بن امیر الجیوش نے مکمل طور پر بند کردیا تھا لیکن کچھ ہی عرصے بعد اربل کے عیاش اور فاسق بادشاہ مظفر الدین کوکبوری نے اسے دوبارہ شروع کیا اور عمر بن الملا جیسے صوفیوں اور ابن دحیہ جیسے لالچی ملاؤں نے اسے سہارا دیا۔

نشیب وفراز سے گزرتی ہوئی یہ بدعت بالآخر چودھویں صدی میں عین اس وقت ہندوستان میں آگھسی جب فرقہ بریلویہ کا خمیر اٹھایا جارہا تھا۔ یہاں سادہ لوح عوام کی دین سے بیزاری اور اغیار کے تسلط نے اسے اپنا ڈیرہ جمالینے کا موقعہ فراہم کیا۔ حب رسول کی آڑ میں اس بدعت کو پروان چڑھنے میں کچھ زیادہ مزاحمت نہ کرنا پڑی بلکہ اس کے موجدین سے جو اس میں کمیاں رہ گئیں تھیں وہ یہاں کے عاقبت نااندیش ملاؤں۔ جنہوں نے اپنے ذاتی مفاد اور منفعت کے لیے اس بدعت کی بے پناہ پشت پناہی کی۔ نے پوری کردیں۔

بلکہ مولوی عمر اچھروی نے تو اپنے ہفت روزہ ''المقیاس'' میں اپنے بیٹے عبدالوہاب صدیقی سے یہاں تک لکھوا مارا کہ: کیا عید میلاد کی خوشی عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے کم ہے؟ نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی خوشی کا موقعہ بارہ ربیع الاوّل ہے کیونکہ اس دن کی صبح صادق کے وقت ماہتاب ربی ﷺ طلوع ہوا تھا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جس طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر سب چھوٹے بڑے غسل کرکے نئے کپڑے پہن کر کھلے میدان یا جامع مسجد میں دو رکعت نماز عید پڑھتے ہیں اسی طرح ہم بارہ ربیع الاوّل کو مل جل کر بعد از طلوع آفتاب دو رکعت نماز عید میلاد النبی پڑھیں، اور اس کے بعد خطبہ سنیں، پھر ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

علمائے کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے یا شہر میں نماز عید میلاد کا اہتمام کریں۔ [1]

مگر الحمد للہ علمائے کرام بلکہ بریلویوں کے بھی ایک محتاط طبقے نے اس کا فوراً نوٹس لیا اور نماز عید میلاد کو اسلام میں اضافہ اور شریعت اسلامیہ کی توہین کے مترادف قرار دیا اور مختلف مکاتیب فکر کے علماء سے درخواست کی کہ وہ اس بیان کا نوٹس لیں تاکہ اسلام میں کسی قسم کا اضافہ نہ ہونے پائے۔ [2]

میلادیوں کے دلائل کا جائزہ:

پہلی دلیل: جناب عروہ فرماتے ہیں:

ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ پس اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا جب ابولہب مر گیا تو اس کے خاندان میں کسی نے اسے خواب میں بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: تو نے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا تمہارے بعد میں نے سکون نہیں پایا سوائے اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ذرا سا پانی اس میں پلا دیا جاتا ہوں۔ (اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان گڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔) [3]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کافر رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو مسلمان کی کیا شان ہے؟

جائزہ: ہمارے شیخ مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

ج: اوّلاً: یہ عروۃ کی مرسل روایت ہے جیسا کہ سیاق بخاری سے ظاہر ہے اور عروۃ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اسے یہ خواب کس نے بیان کیا ہے اور مرسل روایت محدثین کے ہاں ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔

---

[1] ہفت روزہ ''المقیاس'' جلد:۱، شمارہ نمبر:۱۰، اگست ۱۹۶۳ء

[2] ملاحظہ ہوں: روزنامہ ''کوہستان'' لاہور جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۱۳۲، ۳۰ اگست ۱۹۶۳ء بروز جمعۃ المبارک بحوالہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام، ص:۱۱۹

[3] بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۱۰۱.

ثانیاً: اگر یہ بالفرض موصولاً ثابت بھی ہوجائے تو قابل حجت نہیں کیونکہ یہ خواب ہے اور خواب بھی عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے اور خواب دین میں حجت شرعی نہیں ہوتے۔

اگر بریلوی حضرات کے نزدیک خواب حجت شرعی ہیں تو پھر میں دو خواب ذکر کرتا ہوں کیا علمائے بریلی انھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

ا علامہ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفی صاحب ''فتاویٰ البزازیہ'' نے اپنی کتاب ''مناقب الامام الاعظم: ۱/ ۳۳ میں لکھا ہے:

ان الامام رای فی المنام کانه نبش قبره علیه السلام ویجمع عظامه الی صدره . الخ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کو سینے تک اکٹھا کرلیا۔

یہی خواب اسی طرح ''مناقب ابی حنیفه'' للموفق بن احمد المکی: ۱/ ۱۶ میں موجود ہے۔ مندرجہ بالا خواب اگر حجت شرعی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک بھی قبر میں صحیح سلامت نہیں ہے بلکہ ہڈیاں ہوچکا ہے۔ کیا بریلی اُمت اپنے امام کے اس خواب کو حجت شرعی سمجھ کر یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک صحیح سلامت نہیں ہے؟

ب محمد بن حماد فرماتے ہیں:

رایت النبی ﷺ فی المنام، فقلت: یا رسول الله! ما تقول فی النظر فی کلام ابی حنیفة واصحابه، انظر فیها واعمل علیها؟ قال: لا، لا، لا، ثلاثَ مراتٍ، قلت: فما تقول فی النظر فی حدیثك وحدیث اصحابك، انظر فیها واعمل علیها؟ قال: نعم، نعم، نعم، ثلاث مراتٍ، ثم قلت: یا رسول الله!

علمني دعاءً ادعوا به، فعلمني دعاءً وقاله لي ثلاث مراتٍ، فلما استيقظت نسيته. ❶

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا کلام دیکھنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں، میں ان کے کلام کو دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، نہیں، نہیں۔ تین مرتبہ کہا۔ پھر میں نے کہا: میں آپ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی حدیث میں دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ہاں، ہاں۔ تین مرتبہ کہا۔ پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کوئی دعا سکھائیں تا کہ میں اس کے ذریعے دعا کروں۔ آپ ﷺ نے مجھے دعا سکھلائی اور اسے تین مرتبہ دہرایا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ دعا بھول گیا۔

تو کیا اس خواب کو حجت شرعی مان کر اُمت بریلویہ فقہ حنفی سے تائب ہو کر قرآن وسنت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کے لیے تیار ہے؟

ثالثاً: عروہ کی اس مرسل روایت میں یہ ہے کہ ثویبہ کو ابولہب نے اُس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ نہیں پلایا تھا۔

تو یہ بات اہل سیر کی نقل کے خلاف ہے کیونکہ اکثر اہل سیر نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ کو رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

وكانت ثويبة تدخل على رسول الله ﷺ بعد ما تزوج خديجة، فيكرمها رسول الله ﷺ وتكرمها خديجة، وهي يومئذٍ امةٌ، ثم اعتقها ابولهبٍ. ❷

---

❶ تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۲۵.

❷ الوفا باحوال المصطفیٰ: ۱/۱۰۷.

ثویبہ نبی ﷺ کے پاس اُس وقت بھی آتی تھیں جب آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی تو رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی تکریم کرتے تھے، اور یہ ان دنوں لونڈی تھی، پھر اسے ابولہب نے آزاد کر دیا۔

یہی بات فتح الباری شرح صحیح بخاری، الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ٤/ ٢٥٠، طبقات ابن سعد: ١/ ١٠٨ اور الاستیعاب فی اسماء الاصحاب لابن عبد البر: ١/ ١٢ میں ملاحظہ کریں۔

رابعاً: اور یہ خواب قرآنِ حکیم کے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کو بھی قیامت والے دن اچھے اعمال نفع دیں گے جبکہ قرآنِ پاک میں ہے:

﴿وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝﴾

(الفرقان:٢٣)

''اور اُنھوں نے جو جو اعمال کیے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر انھیں بکھرے ہوئے ذرّوں کی طرح کر دیں گے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کو اس کا عمل نفع نہیں دے گا۔

حنفی حضرات پر حیرت ہے کہ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو ہم اسے ردّ کر دیں گے، جیسا کہ کتب اصولِ فقہ حنفیہ میں کئی مقامات پر یہ بحث موجود ہے، لیکن یہاں ایک خواب جو صراحتاً قرآن کے خلاف ہے، اسے حجت سمجھتے ہوئے عید میلاد کے جواز کی دلیل بنا رہے ہیں۔[1]

دوسری دلیل: سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بعد از نبوت اپنا عقیقہ کیا۔[2]

آپ نے یہ عقیقہ نبوت ملنے کی خوشی اور اپنی ولادت پر اظہارِ تشکر کے لیے کیا تھا کیونکہ

---

[1] عید میلاد النبی ﷺ، ص: ٣٦ تا ٣٩

[2] طبرانی فی الاوسط، رقم: ٩٩٤.

اس سے قبل آپ کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ زندگی میں دوبارہ نہیں کیا جاتا، لہٰذا جس طرح آپ نے اپنی ولادت کی خوشی اور اظہار تشکر میں یہ قربانی کی، اسی طرح ہم بھی آپ کے یوم ولادت پر میلاد کی صورت میں یہ خوشی مناتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری اسی مذکورہ روایت کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کیے اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ [1]

جائزہ: مذکورہ بالا روایت سے یہ بات تو ثابت ہو رہی ہے کہ نبی ﷺ نے بعد از بعثت اپنا عقیقہ کیا تاہم اس میں یہ کہیں بھی نہیں کہ:

آپ ﷺ نے اپنے یومِ ولادت یا بارہ ربیع الاوّل کو میلاد بنایا۔

اپنی ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کیے۔ یا ضیافت کا اہتمام فرمایا۔ اگر بالفرض یہ سب ثابت ہو جائے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کے یومِ ولادت کو عید قرار دیا جائے۔ اگر ایسا ہی ہے تو خود نبی ﷺ نے اسے کیوں نہ عید قرار دیا؟ آپ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے احکام و مسائل بیان فرمائے ہیں، صحابہ کرام نے بیان کیے، ائمہ محدثین نے انھیں نقل کیا۔ کیا میلادی حضرات اس خود ساختہ تیسری عید کے متعلق بھی اس قسم کے کوئی احکام و مسائل کتب حدیث میں دکھا سکتے ہیں؟

طاہر القادری نے لکھا ہے کہ عقیقہ فی نفسہٖ ولادت پر اظہار تشکر و امتنان ہے۔ اسے ولادت کی خوشی کی تقریب کہہ لیں یا میلاد۔ مفہوم ایک ہی ہے کہ ولادت کے موقع پر خوشی منائی جاتی ہے۔ [2]

اسے کہتے ہیں سوال چنا جواب گندم، عقیقہ تو شریعت نے مشروع قرار دیا ہے کہ ساتویں دن بچے کا عقیقہ کیا جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

---

[1] میلاد النبی، ص:۲۸۳.

[2] میلاد النبی، ص:۲۸۵.

کیا میلادی حضرات میلاد کے متعلق بھی کوئی اس قسم کا حکم دکھا سکتے ہیں؟

کیا عقیقے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر سال اپنی ولادت کی خوشی میں جشن مناتا پھرے، بھنگڑے ڈالے، ناچے گائے۔

اگر عقیقے کا مطلب یہی ہے جو ''شوخ الاسلام'' صاحب بتا رہے ہیں، تو کیا نبی ﷺ بھی ہر سال اسی طرح باقاعدگی سے بارہ ربیع الاوّل کو اپنا میلاد منایا کرتے تھے؟

کیا عقیقے کا یہ مطلب صحابہ کرام، تابعین یا تبع تابعین نے بھی سمجھا تھا جو موصوف سمجھ رہے ہیں؟ کیا فرقہ میلادیہ یہ کہنے کی جسارت کریں گے کہ وہ ہر سال بارہ ربیع الاوّل کو آپ ﷺ کا عقیقہ کرتے ہیں؟

تیسری دلیل: سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یومِ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کے متعلق دریافت فرمایا، تو انھوں نے کہا: یہ نیک دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ)) ''میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار ہوں۔'' چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ [1]

اگر یہود اپنے پیغمبر کی فتح اور اپنی آزادی و نجات کا دن قابل تعظیم سمجھ کر اسے منانے کا حق رکھتے ہیں تو مسلمان اپنے نبی کا یوم میلاد قابل تعظیم سمجھ کر بہ درجہ اتم حق رکھتے ہیں۔ [2]

جائزہ: اس حدیث سے یوم عاشوراء کی فضیلت واضح ہو رہی ہے۔ اس دن بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون سے نجات دلائی تو فرعون کی غرقابی اور بنی اسرائیل کی آزادی کے شکرانے میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اور بنی اسرائیل نے آپ کی پیروی میں اس کا روزہ رکھا۔

---

[1] بخاري، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، رقم: ٢٠٠٤.

[2] میلاد النبی، ص:٢٥٣، ٢٥١.

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار ہوں۔ لہٰذا آپ نے بھی اس دن روزہ رکھا اور حکم دیا۔

یاد رہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ آپ ﷺ اس سے پہلے بھی رکھتے تھے۔ اب اتباع تو اسی میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اس دن کا روزہ رکھیں۔ لیکن یار لوگوں نے اتباع کے بجائے ابتداع کو ترجیح دی۔

اس روایت کے دوسرے طرق سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہود یوم عاشوراء کو روزہ رکھتے اور عید مناتے حالانکہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس دن صرف شکرانے کا روزہ رکھا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ عید یا کوئی دوسرا جشن پیغمبر موسیٰ علیہ السلام نے نہیں منایا اور نبی ﷺ نے بھی ((فَـأَنَـا اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْكُمْ)) فرما کر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ عید یا کوئی جشن نہیں منایا۔ اس لیے کہ اسلام میں کسی تیسری سالانہ عید کا تصور ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ میلادی حضرات محمدی طریقے کو چھوڑ کر یہود کے اختراعی طریقے پر مرے جا رہے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہود اپنی آزادی کے دن کو قابل تعظیم سمجھ کر اسے مناتے تھے تو مسلمان اپنے نبی کا یوم میلاد کیوں نہیں منا سکتے؟ تو اس کا جواب بالکل آسان ہے کہ مسلمان میلاد اس لیے نہیں منا سکتے کہ اسے نہ نبی نے منایا نہ نبی کے اصحاب نے۔ حالانکہ وہ خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے اگر اسلام میں میلاد منانے کی اجازت ہوتی تو عاشوراء کی مذکورہ دلیل پکڑ کر اصحابِ رسول اس میں سبقت لے جاتے۔

چوتھی دلیل : سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ((ذَاكَ يَـوْمٌ وُلِـدْتُ فِيْـهِ وَيَـوْمٌ بُـعِثْـتُ اَوْ أُنْزِلَ عَلَیَّ فِيْهِ)) [1] ''اس روز میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت ہوئی یا فرمایا اسی میں مجھ پر وحی نازل کی گئی۔''

آپ ﷺ اپنے میلاد کے دن روزہ رکھ کر اللہ کی بارگاہ میں اظہار تشکر وامتنان

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب الصیام ثلاثة ......، رقم: ١١٦٢.

سے مناتے۔ [1]

جائزہ: اس حدیث سے پتا چلا کہ سوموار کے دن نبی ﷺ نے بطور تشکر روزہ رکھا لہٰذا ہمیں بھی اسی انداز پر اقتدائی پہلو اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن میلادی حضرات یہاں بھی اتباع کو چھوڑ کر راہ ابتداع پر گامزن ہیں۔ سال بھر کے عشرات سوموار کو بھلا کر من مانی خوشی کے لیے انتخاب صرف بارہ ربیع الاوّل کا کر لیا جس کا حدیث سے ادنی سا بھی اشارہ نہیں ملتا۔

علامہ ابوبکر الجزائری فرماتے ہیں:

یہ شبہ اگرچہ پہلے شبہات سے زیادہ کمزور ہے لیکن اس کی تردید کئی طرح سے ہوسکتی ہے:

- اگر میلاد سے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر اظہارِ شکر مقصود ہے تو معقول ومنقول سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اسی طرح کیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ادا کیا۔ اور وہ طریقہ ہے روزہ، ہم بھی اسی طرح روزہ رکھیں جس طرح آپ نے روزہ رکھا۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ روزہ کیوں؟ تو ہم کہہ سکتے ہیں آج کے دن نبی اس دنیا میں تشریف لائے اس کے شکر میں ہم روزہ رکھتے ہیں، لیکن میلاد والے روزہ تو رکھتے نہیں کہ اس میں نفس کی مخالفت ہے کہ لذت طعام وشراب چھوٹتی ہے اور ان کا یہ مقصود بھی ہے، اب دو مقاصد کا ٹکراؤ ہوا تو اپنی پسند کو اللہ ورسول کی پسند پر ترجیح دی اور یہ اہل بصیرت کے نزدیک بڑی ہی لغزش ہے۔
- رسول اللہ ﷺ نے یومِ ولادت بارہ ربیع الاوّل (اگر یہ روایت صحیح ہے) کو روزہ نہیں رکھا، بلکہ پیر کے دن کا روزہ جو کہ ہر ماہ چار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ آتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ بارہ ربیع الاوّل کو کسی کام کی تخصیص شارع علیہ السلام پر استدراک ہے اور آپ کے عمل کی تصحیح کرنا ہے، اگر ایسا ہے تو کتنا ہی قبیح ومکروہ فعل ہے۔ ﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر:٧)

"اور رسول جو تم کو دے تو وہ قبول کرو اور جس چیز سے منع کرے تو رک جاؤ۔"

---

[1] عید میلاد النبی، ص: ٢٨١.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (الحجرات:۱)

''اے ایمان والو! اللہ و رسول ﷺ (کی اجازت) سے پہلے تم سبقت مت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے سب (اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نئی نئی اشیاء سے پرہیز کرو۔ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔''[1]

شیخ عبدالستار الحماد فرماتے ہیں: اگر یوم ولادت مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہوتا تو اس دن روزہ رکھنے کی ممانعت ہوتی کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا شرعاً منع ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنا یوم ولادت منایا ہے تو اظہار تشکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ ولادت کے دن عید منانے کے بجائے شکرانے کے طور پر ہر سوموار کا روزہ رکھیں۔[2]

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ (یونس:۵۸)

''فرما دیجیے! (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔''

---

[1] محفل میلاد، ص: ۴۹، ۵۰.

[2] فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۶۷/۲.

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا روئے خطاب اپنے حبیب ﷺ سے ہے کہ اپنے صحابہ اور ان کے ذریعے پوری امت کو بتا دیجیے کہ ان پر اللہ کی جو رحمت نازل ہوئی ہے وہ ان سے اس امر کی متقاضی ہے کہ اس پر جس قدر ممکن ہو سکے خوشی اور مسرت کا اظہار کریں اور جس دن حبیب خدا ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صورت میں عظیم ترین نعمت انھیں عطا کی گئی اسے شایانِ شان طریقے سے منائیں۔

اس آیت میں حصولِ نعمت کی یہ خوشی امت کی اجتماعی خوشی ہے جسے اجتماعی طور پر جشن کی صورت میں ہی منایا جا سکتا ہے۔ چونکہ حکم ہوگیا ہے کہ خوشی مناؤ اور اجتماعی طور پر خوشی عید کے طور پر منائی جاتی ہے یا جشن کے طور پر۔ لہٰذا آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ مسلمان یومِ ولادت رسول اکرم ﷺ کو عید میلاد النبی ﷺ کے طور پر منائیں۔ [1]

جائزہ: اس آیت کے سیاق وسباق کو سامنے رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت وشفاء اور ہدایت ورحمت قرآنِ مجید کو کہا ہے اور بلاشبہ قرآن کی یہ نعمت آپ ﷺ کی تشریف آوری کی بدولت ہی ملی ہے۔ لیکن اس مضمون اور قرآنِ کریم کی آیت سے عید میلاد کا ثبوت کس طرح نکلا؟

سب سے پہلے تو ہم میلادیوں سے یہ پوچھیں گے کہ قرآنِ حکیم کی یہ آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی یا آپ لوگوں پر اب نازل ہوئی ہے؟ اگر اللہ کے نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی تو کیا نبی ﷺ نے اس آیت کے نزول سے یہ سمجھا کہ عید میلاد منانی چاہیے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ آیت نازل ہوئی، کیا انہوں نے اس سے وہ مفہوم سمجھا جو اب آپ بیان کر رہے ہیں؟ تابعین وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ کرام نے اس آیت سے عید میلاد کشید کی؟

جس آیت میں اللہ کے نبی ﷺ کو "عید میلاد" نظر نہیں آئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر نہیں آئی۔ تابعین وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اور محدثین عظام کو نظر نہیں آئی۔ آج چودہ سو سال بعد فرقہ بریلویہ کو اس میں کیسے عید میلاد نظر آ گئی؟

---

[1] میلاد النبی، ص: ٢٠٤.

میلادیوں کی علمی خیانت:

میلادی حضرات عموماً مذکورہ آیت میں ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ کا ترجمہ ''خوب خوشیاں مناؤ'' کرتے ہیں۔ [1] اور پھر اس سے مروّجہ جشن عید میلاد کا جواز لیتے ہیں حالانکہ ان الفاظ کا درست ترجمہ ''خوش ہونا چاہیے'' ہے۔

''خوب خوشیاں مناؤ'' اور ''خوش ہو جاؤ'' میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ انسان زندگی میں ہر روز کسی نہ کسی بات پر خوش ہوتا ہے۔ حصول نعمت پر اسے خوشی کا احساس ہوتا ہے جس کا اظہار اس کے چہرے ہی سے عیاں ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ خوشی کے لیے نہ وہ کوئی دن مقرر کرتا ہے اور نہ ہی کوئی وقت۔ کیونکہ یہ خوشی دیرپا ہوتی ہے جس میں نمود ونمائش کا بھی دخل نہیں ہوتا۔ جبکہ اس کے برعکس خوشی منانا یہ ایک محدود وقت کے لیے ہے۔ کتنی دیر تک ناچے کودے گا؟ کتنی دیر تک جلوس نکالتا پھرے گا؟ بالآخر تھک ہار کر گھر آ بیٹھے گا۔ تو کیا خیال ہے اس وقت خوشی ختم ہو جائے گی؟

اور یہ بات بھی ہے کہ اگر ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ کا معنی ومفہوم وہی لیا جائے جو میلادی حضرات لیتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے اس حکم ربانی کو سن کر اس پر عمل کرتے ہوئے جشن میلاد نہ منا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیونکہ میلادی خود تسلیم کرتے ہیں کہ جشن عید میلاد غیر شرعی ہے۔ [2] سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں۔ [3]

بہرحال ﴿فَلْيَفْرَحُوْا﴾ کا تعلق بھی اسی طبعی کیفیت سے ہے جو کسی خوش کن واقعہ کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ علمائے لغت نے بھی اس کا یہی معنی بیان کیا ہے، بلکہ میلادیوں کے مفسر اعظم نعیم الدین مرادآبادی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ فرح کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے

---

[1] دیکھیں میلاد النبی، ص: ۲۲۹۔ جاء الحق: ۱/ ۲٤۰.

[2] میلاد النبی از طاهر القادری، ص: ۷۵۷.

[3] شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی: ۳/ ۱۷۹.

سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے، اسے کہتے ہیں۔ [1]

میلادیوں کا مذکورہ آیت سے استدلال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شیعہ قرآنِ مجید کی اس آیت سے اپنے ماتم پر استدلال کرے کہ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ﴾ (النساء: ۱۴۸) ''برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ پسند نہیں کرتا ہاں مظلوم کو اجازت ہے۔''

ہمیں حیرت ہے کہ ایک طرف تو میلادی حضرات یہ کہتے ہیں کہ جشن میلاد النبی عید شرعی ہے اور نہ ہی ہم اسے عید شرعی کہتے ہیں جیسا کہ طاہر القادری نے لکھا ہے۔ [2] لیکن دوسری طرف یہی حضرات اس غیر شرعی عید کو قرآنِ مجید سے ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر یہ قرآنِ مجید یا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے تو اسے شرعی عید کہو نہ کہ غیر شرعی اور اگر قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اور یقیناً ایسا ہی ہے تو پھر اتنا ایڑی چوٹی کا زور لگانے اور محرفین میں شامل ہو کر عاقبت برباد کرنے کی کیا ضرورت؟

لطیفہ: میلادیوں کا سرخیل ڈاکٹر طاہر القادری لکھتا ہے: جشن میلاد النبی ﷺ عید شرعی ہے نہ ہم اسے عید شرعی سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ عید شرعی سے بھی زیادہ عظمت والا اور کئی گنا زیادہ قدر ومنزلت والا دن ہے۔ [3]

موصوف کی یہ بات بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ یہ فلاں کام ہے تو غیر شرعی یعنی ناجائز لیکن یہ شرعی اور جائز سے بھی کئی گنا زیادہ عظمت اور قدر ومنزلت والا ہے۔

اب یہ کس کے ہاں قدر ومنزلت والا ہے؟ اور کیسے ہے؟ اس کا جواب تو موصوف اور اس کا گروہ ہی دے سکتا ہے۔ ہم اسے سمجھنے سے رہے اور نہ ہی ہمیں اس قسم کی انوکھی منطق کی کوئی ضرورت ہے۔ تاہم ہمارا ایک سوال ہے کہ ایک ایسا عمل جو غیر شرعی ہے اسے دین کا حصہ اور کارِ ثواب سمجھنا بلکہ نہ کرنے والے پر پھبتیاں کسنا، انہیں گستاخ رسول کہنا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

---

[1] خزائن العرفان، ص: ۳۸۷. [2] میلاد النبی، ص: ۷۵۷. [3] میلاد النبی، ص: ۷۵۷.

میلادیوں کے چند بودے دلائل کا جائزہ:

میلادی حضرات جب قرآن وحدیث سے جشن عید میلاد کے جواز پر دلائل دینے سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر کہتے ہیں:

۱: میلاد سالانہ یادگار ہے اور اس کے منانے سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کو دن میں دسیوں مرتبہ یاد نہ کرتا ہو تو اس کے لیے سالانہ یا ماہانہ یادگاری محفلیں منعقد کی جائیں جن میں وہ اپنے نبی کو یاد کرسکے اور آپ ﷺ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرسکے۔ لیکن اگر مسلمان رات اور دن میں دسیوں مرتبہ آپ ﷺ کو یاد کرتا اور ان پر درود وسلام پڑھتا رہتا ہو تو اس مقصد کے لیے سالانہ محفلیں منعقد کرنا چہ معنی دارد؟

۲: میلاد میں شمائل محمدیہ اور آپ ﷺ کے نسب شریف کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے خصائل وفضائل کو سال میں ایک مرتبہ سن لینا کافی نہیں ہے، ایک مرتبہ سن لینا کیسے کافی ہوسکتا ہے جبکہ آپ ﷺ کی سیرت ایسی ہے جس کو سال بھر سنتے اور سیکھتے رہنا ضروری اور ناگزیر ہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ کی پیدائش پر اظہارِ خوشی ایمان کی دلیل ہے۔

یہ بات بھی بالکل بے معنی ہے کیونکہ سوال یہ ہے کہ خوشی رسول اللہ ﷺ کی ہے یا اس دن کی ہے جس میں آپ کی پیدائش ہوئی؟ اگر خوشی آپ ﷺ کی ہے تو یہ ہمیشہ ہونی چاہیے اور کسی ایک دن کے ساتھ خاص نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر خوشی اس دن کی ہے جس دن آپ پیدا ہوئے تو یہی وہ دن ہے جس میں آپ ﷺ کی وفات بھی ہوئی، تو محبوب کی موت کے دن خوشی منانا کون سی عقل مندی ہے؟

۴: میلاد میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے جس میں بڑا اجر وثواب ہے۔

یہ دلیل تو سب سے زیادہ کمزور ہے کیونکہ کھانا کھلانے کی ترغیب سال میں کسی ایک دن

کے لیے نہیں بلکہ پورے سال کے لیے ہے۔

۵: میلاد میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔

یہ دلیل بھی پہلی چاروں دلیلوں کی طرح باطل ہے کیونکہ قرآن کی تلاوت کے لیے اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے لیے اکٹھا ہونا از خود ایک بدعت ہے۔ اس کے علاوہ طرب انگیز آواز میں مدحیہ اشعار وقصائد پڑھنا اور آنحضور ﷺ کی تعریف میں غلو کرنا بھی غلط ہے۔

یہ اس لیے بھی ناکافی ہے کہ اگر انھیں درست مان لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ سے نعوذ باللہ چوک ہوگئی تھی اور آپ نے اپنی پیدائش کے دن ان چیزوں کی طرف رغبت نہ دلائی جس کی تلافی یہ میلاد منانے والے کرتے ہیں۔ [1]

جشن میلاد پر ہونے والی بدعات وخرافات:

میلادی حضرات حب رسول کی آڑ میں جشن عید میلاد کے نام پر ماہِ ربیع الاوّل میں جن بدعات وخرافات کا ارتکاب کر کے دین اسلام کو بدنام کر رہے ہیں ان سب کا احاطہ تو ان چند سطور میں ممکن نہیں البتہ ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمایئے:

① **عیسائیوں کی نقالی:** عیسائی میلاد مسیح مناتے ہیں اور مسلمان میلاد النبی۔ ان میں بہت سی اور باتوں میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے۔

- عیسائی اس روز گھر، بازار، گرجا گھر غرض ہر جگہ روشنیوں اور جھنڈیوں سے سجاتے ہیں۔ میلاد النبی پر بھی یہی کچھ کیا جاتا ہے۔
- عیسائی ڈھول کی تھاپ اور موسیقی کے ساتھ عیسیٰ کی منقبت میں گیت گاتے ہیں۔ میلاد النبی منانے والے بھی موسیقی اور ڈھول باجے کے ساتھ نعتیں گاتے ہیں۔
- عیسائی کرسمس پر چرنی بناتے ہیں جس میں پہاڑیاں اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کے مجسمے بنائے جاتے ہیں۔ میلاد النبی والے بھی پہاڑیاں بناتے اور مسجد نبوی، گنبد خضراء اور

[1] زاد الخطیب: ۱/۱۷۲، ۱۷۳؛ محفل میلاد از علامہ ابوبکر الجزائری، ص: ۴۱ تا ۴۳.

بیت اللہ کا ماڈل بناتے ہیں۔ بعض جگہوں پر انہی برقی رو کے ذریعے متحرک بھی دکھایا جاتا ہے اور بعض جگہوں پر جاہل لوگ ان کا طواف بھی کرتے ہیں۔

- عیسائی چرنیاں بنانے کے لیے چندہ اکٹھا کرتے ہیں اور ان کی زیارت کرنے والے نذرانہ ڈالتے ہیں۔ میلاد منانے والے بھی چندہ اکٹھا کرتے اور پہاڑیاں اور گنبد خضراء کے ماڈل دیکھنے والے نذرانہ ڈالتے ہیں۔
- عیسائی لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی بشریت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا اور یہی کچھ وہ گیتوں میں پیش کرتے ہیں۔ میلاد منانے والوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا اور یہی کچھ وہ اپنی تقریروں، سلاموں اور نعتوں میں پیش کرتے ہیں۔

④ **چندہ مانگنا**: میلاد النبی منانے کے لیے چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔ گلیوں میں لڑکے آنے جانے والوں کا راستہ روک کر زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں۔ یوں میلاد منانے کے بہانے پر اپنی جیبیں بھری جاتی ہیں اور پیٹ بھرنے کے لیے مرغ پلاؤ کا سامان بھی ہو جاتا ہے۔

- وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے فرمایا کہ مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا درست نہیں۔ ان کے عاشق لوگوں سے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں۔
- وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے صدقہ وزکوٰۃ حرام قرار دیا۔ مانگے تانگے کی رقم سے ان کا میلاد منا کر بدترین گستاخی کی جاتی ہے۔
- وہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے گھر دو دو ماہ چولہا نہیں جلتا تھا، ان کے میلاد منانے والے میلاد کے مرغ پلاؤ سے اپنے پیٹوں کو خوب بھرتے ہیں۔
- وہ نبی محترم جنہوں نے ساری زندگی اپنے میلاد کے لیے تو دور کی بات، کبھی اپنی ذات کے لیے بھی چندہ نہیں مانگا۔ یہ نام نہاد عاشقان اس نبی کا نام لے کر گلیوں، بازاروں میں راستہ روک کر آنے جانے والوں کا راستہ روک کر زبردستی چندہ لیتے ہیں اور جو نہ

دے اس پر بولیاں کسی جاتی ہیں۔ گالیاں بکی جاتی ہیں اور اسے مختلف القابات سے پکار کر بدنام کیا جاتا ہے۔

③ **میلادیوں کے حلیے**: میلاد منانے والوں کا کہنا ہے کہ وہ عاشقانِ مصطفیٰ ہیں، لیکن ان کے حلیے دیکھئے۔ ان میں سے اکثریت کا چہرہ سنت رسول ﷺ کی زینت سے خالی ہوتا ہے۔ اکثریت کی داڑھی منڈھی ہوتی ہے۔ لیکن میلاد والے دن نقلی داڑھیاں لگا کر شام کے وقت گھروں سے باہر نکلتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی بن سنور کر میک اپ کر کے غیر مردوں میں شامل ہو کر بزعم خود عشق رسول ﷺ کا اظہار کرتی ہیں۔ حالانکہ عورت کا اجنبی مردوں میں خلط ملط ہونا اسلام نے کسی بھی سطح پر جائز قرار نہیں دیا۔

ان میں سے اکثریت نماز تک ادا نہیں کرتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمات اپنی امت کو دیں، میلادیوں کی اکثریت اس سے بالکل بے بہرہ ہوتی ہے۔

④ **جلوس نکالنا**: میلاد والے دن یعنی بارہ ربیع الاوّل کو جو غیر شرعی امور دیکھنے کو ملتے ہیں ان میں جلوسوں کا سلسلہ بھی شامل ہے، جن کے لیے راستے اور بازار بند ہو جاتے ہیں، جس سے آنے جانے والوں کو سخت دشواری ہوتی ہے۔ نہ جانے کتنے لوگ بیمار ہوتے اور ہسپتال بروقت نہ پہنچنے کی وجہ سے تکلیف سہتے یا اگلی دنیا ہی میں پہنچ جاتے ہیں۔ کتنے جنازے رک جاتے ہیں۔ کتنے لوگوں کو اپنے دفاتر میں پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ لیکن عاشقانِ مصطفیٰ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ ان کا جلوس طویل بھی تھا اور زیادہ افراد پر مشتمل بھی اور یہ کہ جلوس اتنا بڑا تھا کہ راستے گھنٹوں تک بند رہے۔

پھر اگر اللہ نخواستہ راستے میں کسی اہل حدیث کا گھر یا مسجد آ جائے تو خیر نہیں، طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ لڑائی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گستاخ کے نعرے اور ایسی ایسی گندی گالیاں بکی جاتی ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ کیا اس کا نام دین ہے؟ کیا حب رسول کا تقاضا یہ ہے کہ مخالفین کو اس طرح پریشان کیا جائے؟

بعض مقامات پر تو یہ جلوس جان بوجھ کر اہل حدیث کی مساجد کے پاس سے گزارے جاتے ہیں تاکہ کوئی پھڈا بنے۔ جیسا کہ ہر سال بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر کہیں نہ کہیں اس قسم کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں جن کا سبب محض میلادیوں کی یہ مزعومہ حرکت اور یہ بدترین شرارت ہوتی ہیں۔

۵ **فضول خرچی**: رنگ برنگی جھنڈیاں، روشنیاں، سجاوٹ کے دوسرے سامان، دیگیں پکانا، مٹھائیاں اور کارڈ تقسیم کرنا، اشتہارات دینا، پہاڑیاں بنانا اوران پر کتے بلے شیر چیتے وغیرہ کے مجسمے لا کر رکھنا۔ بھلا کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ ان خرافات کا رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق؟ پھران پہاڑیوں پر ڈیک لگا کر اونچی آواز سے گانے لگا کر ڈانس کرنا۔ کیا یہ سب شریعت میں جائز ہیں؟ اسی طرح شیعوں کی نقالی میں بیت اللہ اور روضہ رسول کی تشبیہیں بنانا، اگر بتیاں اور خوشبوئیں جلانا، نئے کپڑے بنانا اور پہننا، دعوتیں کرنا، میلاد خوانوں اور ہیجڑوں کو بلوا کر نعتیں گوانا، ان پر روپے نچھاور کرنا، ویلیں دینا، جلوس نکالنے پر کثیر رقم خرچ کرنا، ان میں سے کوئی ایک کام بھی ایسا نہیں جس کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہو۔ بلکہ آپ ﷺ نے ان تمام امور سے منع کیا ہے۔ ایسے فضول کاموں پہ جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ٥ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ٥﴾ (بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)

”اور فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ خود بھوکے رہ کر دوسروں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ دورِ حاضر کے میلاد منانے والے جتنی رقم میلوں ٹھیلوں اور میلادوں پر خرچ کرتے ہیں اتنی رقم انہیں اسوۂ رسول کی اتباع میں ناداروں پر خرچ کرنے کو کہا جائے تو وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے اور یہی

فضول خرچی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

⑥ **قصہ گوئی**: میلاد خوان دور از کار کہانیاں اور قصے گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے ہیں اور سننے والے سر دھنتے، یا رسول اللہ کے نعرے بلند کر کر کے مزے لیتے ہیں۔ میلاد خوانوں کو معلوم ہے کہ اگر صحیح روایات اور احادیث سنائیں گے تو آرائش محفل نہیں ہوگی۔ نیز صحیح روایات میں تو اوامر ونواہی ہیں، یہ کرو اور یہ نہ کرو، جب کہ قصے کہانیوں میں کچھ کرنے یا نہ کرنے کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ وہاں الف لیلہ کی طرح کہانیاں سننے میں وقت مزے سے گزرتا ہے اور شیطان بھی خوش رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجُ النَّارَ .)) [1]

''میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو، کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام بدعات وخرافات سے محفوظ ومامون رکھے۔ آمین [2]

ماہِ ربیع الاوّل اور وفات مصطفیٰ ﷺ:

جس طرح ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل کے مہینے میں سوموار کے دن ہوئی، اسی طرح آپ کی وفات بھی اسی مہینے میں سوموار کے روز ہوئی۔ چنانچہ مؤرخ طبری رحمہ اللہ کا بیان ہے:

اما اليوم الذى مات فيه رسول الله ﷺ فلا خلاف بين اهل العلم بالاخبار فيه ، انه كان يوم الاثنين من شهر ربيع الاوّل . [3]

علماء تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ماہِ ربیع الاوّل سوموار کے دن ہوئی۔

---

[1] مسلم، مقدمة الكتاب، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، رقم: ١ .

[2] عيد ميلاد النبى ص ٢٥ تا ٢٩ بتيسر يسير.

[3] صحيح تاريخ طبرى: ٢/ ٣٨٦ .

خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ کہتے ہیں:

توفی رسول الله ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرة خلت من شهر ربیع الاوّل، ویقال: لیلتین خلتا منه، ودفن لیلة الاربعاء. ❶

رسول اللہ ﷺ سوموار کے دن بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے اور بدھ کی رات دفن کیے گئے۔

امام القضاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وتوفی رسول الله ﷺ یوم الاثنین ضحی لا ثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الاوّل. ❷

رسول اللہ ﷺ سوموار کے دن بوقت چاشت بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

ابن الاثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وکان موته یوم الاثنین لثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاوّل. ❸

اور آپ کی وفات سوموار کے دن بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وکان وفاته ﷺ فی یوم الاثنین فی شهر ربیع الاوّل بغیر خلاف. ❹

اور آپ ﷺ کی وفات بلا اختلاف سوموار کے دن بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وکانت وفاته یوم الاثنین بلا خلاف من شهر ربیع الاوّل

---

❶ تاریخ خلیفه، ص:٤٦.

❷ تاریخ القضاعی، ص:٥٨.

❸ الکامل فی التاریخ: ١٨٢/٢.

❹ لطائف المعارف، ص:٢١٢.

وكاد يكون اجماعا. [1]

آپ ﷺ کی وفات بلا اختلاف بروز سوموار ربیع الاوّل کے مہینے میں ہوئی اور یہ بات اجماع کے قریب قریب ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی وفات سوموار کے دن ماہِ ربیع الاوّل میں ہوئی۔ تاہم وہ ماہِ ربیع الاوّل کی کس تاریخ میں ہوئی؟ اس میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس سلسلے میں چار اقوال بیان کیے ہیں:

(۱) یکم ربیع الاوّل۔ (۲) دو ربیع الاوّل۔ (۳) دس ربیع الاوّل۔ (۴) بارہ ربیع الاوّل۔ اور پھر آخر میں ''الروض الانف'' کے مؤلف ابوالقاسم سہیلی کے اس قول کا ردّ کیا ہے کہ سوموار بارہ ربیع الاوّل ۱۱ھ رسول اللہ ﷺ کا یوم وفات ہونا ناممکن ہے اور اسے ممکن ثابت کیا ہے نیز مشہور قول بھی اسے ہی قرار دیا ہے۔ [2]

قدیم وجدید علماء کی اکثریت بلکہ جمہور علمائے کرام نے بھی اسی (بارہ ربیع الاوّل) کو یوم وفات قرار دیا ہے۔ جن میں محمد بن اسحاق، واقدی (البدایۃ: ۵/۳۶۰)، محمد بن سعد (طبقات ابن سعد: ۱/۳۹۵)، خلیفہ بن خیاط (تاریخ خلیفہ، ص: ۴۶)، امام القضاعی (تاریخ القضاعی، ص: ۵۸)، ابن حزم (جوامع السیرہ، ص: ۲۶۵)، المسعودی (مروّج الذہب: ۲/۲۱۲)، ابن الجوزی (الوفاء: ۲/۷۸۹)، جمال الدین المزی (تہذیب الکمال: ۱/۴۱)، ابن عبدالبر (الاستیعاب: ۱/۴۷)، ابن الاثیر (الکامل: ۱/۳۵۷)، ابن حبان (السیرۃ النبویۃ: ۱/۴۰۰)، امام النووی (تہذیب الاسماء واللغات: ۱/۳۰)، امام الذہبی (العبر: ۱/۲)۔

اسی طرح جناب اکبر شاہ نجیب آبادی (تاریخ اسلام: ۱/۲۰۳)، معین الدین ندوی (تاریخ اسلام: ۱/۱۰۰)، قاضی سلیمان منصور پوری (رحمۃ للعالمین: ۱/۲۴۶)، حسن بن عمر الادیب (المقتضی فی سیرۃ المصطفیٰ، ص: ۸۵)، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (مختصر سیرۃ

---

[1] فتح الباري: ٨/١٦٢.

[2] البداية والنهاية: ٥/ ٣٥٨ تا ٣٦١.

الرسول، ص:٦٣٧)، علامہ محمد ہاشم سندھی (عہد نبوت کے ماہ وسال، ص:٣٩٥)، عبدالقدوس ہاشمی (مقدمہ تقویم تاریخی) اور مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری وغیرہ بھی یوم وفات بارہ ربیع الاوّل ہی بتاتے ہیں۔

فرقہ بریلویہ کے بانی احمد رضا خان نے بھی لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاوّل شریف یوم دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے۔ [1]

ولادت ووفات ایک ہی مہینے میں جمع ہونے میں حکمت:

پیارے پیغمبر علیہ السلام کی ولادت اور وفات مختلف قسم کے یہ دونوں واقعات کوئی معمولی حیثیت کے حامل نہیں۔ یقیناً آپ کی ولادت سے بڑھ کر کوئی واقعہ سرور اور وفات سے بڑھ کر کوئی واقعہ حزن کا نہیں۔ لیکن ربّ العالمین کی حکمت بالغہ بھی ملاحظہ فرمایے کہ مختلف نوعیت کے یہ دونوں واقعات یعنی ولادت (خوشی) اور وفات (غمی) ایک ہی مہینے میں جمع فرما دیے۔ اس میں کیا حکمتیں ہیں؟ کیا کیا راز ہیں؟ انھیں وہ خود ہی جانتا ہے۔ تاہم بظاہر ایک چیز جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اس مہینے میں آپ کی ولادت کی وجہ سے نہ تو ''یوم العید'' (خوشی کا دن) منائے، اور نہ ہی ''یوم الحزن'' (غمی کا دن)۔ کیونکہ اگر کوئی اسے یوم العید بنانا چاہے تو آپ کی وفات کا خیال اس خوشی میں رکاوٹ ہوگا اور اگر کوئی یوم الحزن منانا چاہے تو ولادت کا خیال اس رنج والم میں حائل ہوگا۔ واللہ اعلم

ماہِ ربیع الاوّل کی جعلی اور بناوٹی نمازیں:

- جو کوئی اس مہینے کی پہلی شب اور پہلے دن دو رکعت نفل نماز رات کے وقت اور دو رکعت نفل نماز دن کے وقت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو پروردگار عالم اس کو سات سو برس کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔

جو کوئی ربیع الاوّل کی پہلی شب نماز عشاء کے بعد سولہ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے

[1] ملفوظات: ١٩٨/٢.

اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ جب تمام نوافل ادا کرے تو نہایت توجہ ویکسوئی کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھے بیٹھے ایک ہزار مرتبہ درودِ پاک پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

پڑھنے کے بعد باوضو حالت میں ہی پاک صاف بستر پر بغیر کسی سے کوئی کلام کیے سو جائے ان شاء اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔

- ربیع الاوّل کی دوسری شب نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد گیارہ بار یہ درودِ پاک پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

پھر بارگاہِ الٰہی میں اپنے مقصد ومطلب کے حصول کے لیے دعا مانگے۔ جو بھی جائز دعا مانگے ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔

- اس ماہ کی تیسری شب کو نمازِ عشاء کے بعد چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھنے چاہیے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور تین تین بار سورۂ طٰہٰ وسورۂ یٰسین پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد ان نوافل کا ثواب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں تحفتاً وہدیۃً پیش کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دینی ودنیاوی حاجات پوری ہوں گی۔
- بارہ ربیع الاوّل کو نمازِ ظہر کے بعد بیس رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اکیس اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ نماز پڑھنے کے بعد اس کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ کے طور پر پیش کرے۔
- جو کوئی ربیع الاوّل کی اکیس تاریخ کو دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت

میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار سورۂ مزمل پڑھے اور سلام پھیرتے ہی سجدہ ریز ہوجائے۔ تین مرتبہ یہ دعا نہایت توجہ وخلوص سے پڑھے: يَا غَفُوْرُ تَغَفَّرْتَ بِالْغُفْرِ وَالْغُفْرُ فِيْ غُفْرِكَ يَا غَفُوْرُ. [1] اس کے بعد جو بھی جائز دعا صدقِ دل سے مانگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔

جائزہ: ماہ ربیع الاوّل کے حوالے سے بیان کی جانے والی مذکورہ تمام نمازیں اور ان کی فضیلتیں سب من گھڑت اور جعلی ہیں۔ شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ لہٰذا انھیں ادا کرنا بدعت ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ ''بارہ مہینوں کی نفلی عبادات'' کے مؤلف نے یہ سب کہاں کہاں سے اکٹھی کرکے اپنی کتاب کی زینت بنائی ہیں؟ کیا ان کے من گھڑت، بناوٹی اور جعلی ہونے کے لیے یہی کافی نہیں کہ خود موصوف بھی انھیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے سے کنی کترا رہے ہیں۔ حدیث کی معتبر کتاب تو کجا کسی عام کتاب کا بھی حوالہ نہیں دیا۔

یہاں یاد رہے کہ دین اسلام آج سے چودہ سو سال قبل جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر پورا ہو چکا ہے۔ اب اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں، خواہ وہ ولایت کے کتنے ہی اونچے درجے پر فائز کیوں نہ ہو۔

ماہِ ربیع الاوّل واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ ہجرتِ مدینہ [2]	۱ھ	ستمبر ۶۲۲ء

---

[1] بارہ مہینوں کی نفلی عبادات، ص:۳۳ تا ۳۵.

[2] بخاری، رقم ۳۹۰۶.

- غزوۂ بواط[1]　　۲ھ　　ستمبر ۶۲۳ء
- نکاح سیّدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہمراہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ[2]　　۳ھ　　اگست ۶۲۴ء
- وفات امّ المومنین سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا[3]　　۵ھ　　اگست ۶۲۶ء

نوٹ: دوسرا قول سن ۴ھ کا ہے۔

- غزوۂ دومۃ الجندل[4]　　۵ھ　　اگست ۶۲۶ء
- سریہ سیّدنا ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ از طرف بنو کلاب[5]　　۹ھ　　جون ۶۳۰ء
- وفات سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلافت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ[6]　　۱۱ھ　　جون ۶۳۲ء
- لشکر اسامہ کی روانگی[7]　　۱۱ھ　　جون ۶۳۲ء
- جنگ یمامہ[8]　　۱۲ھ　　مئی، جون ۶۳۳ء

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

- صلح سیّدنا حسن ومعاویہ رضی اللہ عنہما[9]　　۴۱ھ　　جولائی ۶۶۱ء

نوٹ: ربیع الاخر اور جمادی الاولیٰ کے اقوال بھی ملتے ہیں۔

- وفات سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما[10]　　۴۹ھ　　اپریل ۶۶۹ء

---

[1] ابن هشام: ٢/٤٤٥، ابن سعد: ١/٢٤٧؛ المغازی، ص:٤٦؛ سیر: ١/١٨٠؛ البداية والنهاية: ٤/٢١.

[2] ابن سعد: ٨/٤٣؛ سیر: ٣/٣٥٦؛ اسد الغابه: ٣/١٠١٤؛ الاصابة: ٤/ ٢٧٤٣؛ الاستيعاب: ٤/٥٠٧.

[3] تاریخ القضاعی، ص:٦١؛ كتاب ازواج النبی؛ ص:١٩٥.

[4] المغازی، ص:٢٩٩؛ ابن هشام: ٣/١٥٢؛ جوامع السيرة، ص:١٨٤؛ سير: ١/٢٧٨؛ البداية: ٤/٢٨٠.

[5] المغازی، ص:٦٥١؛ ابن سعد: ١/٤٧٥؛ زاد المعاد: ٢/٦٢٨؛ الرحيق المختوم، ص:٥٧٦.

[6] تاریخ خليفه، ص:٥٠؛ المسعودی: ٢/٢٣١؛ اليعقوبی: ٢/٢٠١؛ البداية: ٧/٥.

[7] تاریخ خليفة، ص:٥٠؛ تاريخ الاسلام: ٣/٢٤.

[8] تاریخ الاسلام: ٣/٣٦؛ تاريخ ابی زرعة، ص:٣١.

[9] تاريخ خليفة، ص:١٢٣؛ صحيح تاريخ طبری: ٩/١١؛ الكامل فی التاريخ: ٣/٢٥٣؛ البداية: ٧/٦١٨؛ تاريخ الخلفاء، ص:١٩٣.

[10] تاريخ مدينة السلام: ١/٤٦٩؛ المنتظم: ٢/١٥٢؛ تاريخ الخلفاء، ص:١٩٣؛ تاريخ الاسلام: ١/٢١؛ الاستيعاب: ١/٤٤٠.

نوٹ: دوسرا قول ۵۰ھ کا ہے۔

⊙ وفات امّ المومنین سیّدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا [1]	۵۶ھ	جنوری ۶۷۶ء

نوٹ: دوسرا قول ۵۰ھ کا ہے۔

⊙ وفات یزید بن معاویہ [2]	۶۴ھ	نومبر ۶۸۳ء
⊙ وفات سیّدہ سکینہ بنت سیّدنا حسین [3]	۱۱۷ھ	اپریل ۷۳۵ء
⊙ خلافت بنو عباس کا آغاز [4]	۱۳۲ھ	اکتوبر ۷۴۹ء

نوٹ: دوسرا قول ربیع الاخر کا ہے۔

⊙ وفات سلیمان بن مہران الاعمش [5]	۱۴۸ھ	مئی ۷۶۵ء
⊙ ولادت امام احمد بن حنبل [6]	۱۶۴ھ	نومبر ۷۸۰ء

نوٹ: دوسرا قول ربیع الاخر کا ہے۔

⊙ وفات خلیفہ موسیٰ الہادی وخلافت ہارون الرشید [7]	۱۷۰ھ	ستمبر ۷۸۶ء
⊙ وفات عبداللہ بن لہیعہ [8]	۱۷۴ھ	اگست ۷۹۰ء

---

[1] ابن سعد: ٩٦/٨؛ جوامع السيرة، ص:٣٥؛ الاستيعاب: ٣٦٧/٤؛ تهذيب الكمال: ٧٠٢/١١؛ الاصابة: ٢٤٦١/٤؛ سير الصحابيات، ص:٧٥؛ رحمة للعالمين: ٤٢٢/٢.

[2] تاريخ خليفة، ص:١٥٧؛ صحيح تاريخ طبرى: ٨٧/٤؛ سير: ٣١٩/٤؛ البداية: ٣٢٠/٨.

[3] سير: ١٦٤/٥؛ ابن خلكان: ٣٣١/٢؛ تاريخ الاسلام: ٢٢٠/٧.

[4] تاريخ خليفة؛ ص:٢٦٨؛ المنتظم: ٤٣٥/٢؛ صحيح تاريخ طبرى مع الحاشية: ٤٢١/٤؛ تاريخ مدينة الاسلام: ٢٣٦/١١، ٢٣٧؛ القضاعى، ص: ١٢١؛ تاريخ الاسلام: ٢٢٦/٨.

[5] تهذيب الكمال: ٤٢٣/٤؛ ابن خلكان: ٣٣٦/٢؛ الكاشف: ٣٥٣/١؛ البداية: ٣٤٤/١٠؛ تهذيب التهذيب: ٢٠٣/٤؛ تاريخ مدينة السلام: ١٦/١٠.

[6] سير: ١١٧/٨؛ تاريخ الاسلام: ٣٨/١٨؛ تهذيب الكمال: ١٦١/١؛ ابن خلكان: ٦٧/١؛ تهذيب التهذيب: ٦٦/١.

[7] القضاعى، ص:١٢٦، ١٢٧؛ تاريخ خليفة؛ ص:٢٩٥؛ تاريخ مدينة السلام: ١٠/١٦؛ البداية: ٤٢١/١٠.

[8] ابن سعد: ٣٢٦/٧؛ ابن خلكان: ٢٧/٣؛ تهذيب الكمال: ٥٧٨/٥؛ تاريخ الاسلام: ١٢٢/١١؛ المنتظم: ١١٩/٣.

نوٹ: ابن لہیعہ کی وفات کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

⊙ وفات امام مالک بن انس [1]	۱۷۹ھ	جون ۷۹۵ء
⊙ وفات قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم [2]	۱۸۲ھ	مئی ۷۹۸ء

نوٹ: دوسرا قول ربیع الاخر کا ہے۔

⊙ وفات امام ابوداؤد الطیالسی [3]	۲۰۴ھ	اگست ۸۱۹ء
⊙ فتنہ خلق قرآن [4]	۲۱۲ھ	مئی ۸۲۷ء
⊙ وفات خلیفہ المعتصم باللہ وخلافت ہارون الواثق باللہ [5]	۲۲۷ھ	جولائی ۸۴۲ء
⊙ وفات امام احمد بن حنبل [6]	۲۴۱ھ	جولائی ۸۵۵ء
⊙ وفات محدث حارث بن مسکین [7]	۲۵۰ھ	مئی ۸۶۴ء
⊙ وفات امام حسن بن علی العسکری [8]	۲۶۰ھ	جنوری ۸۷۴ء
⊙ وفات امام ابوبکر احمد بن عمرو البزار [9]	۲۹۲ھ	جنوری ۹۰۵ء

---

[1] سیر: ٦/٣٣٩؛ تاريخ الاسلام: ١١/١٨٦؛ ابن خلكان: ٤/٥٢٤؛ البداية: ١٠/٤٤١؛ تهذيب التهذيب: ١٠/٧؛ المنتظم: ٣/١٣٢.

[2] تاريخ مدينة السلام: ١٦/٣٨٢؛ ابن خلكان: ٦/٤٧٠؛ البداية: ١٠/٤٥٢؛ سير: ٦/٥٧٨.

[3] تاريخ خليفة، ص: ٣١٣؛ سير: ٧/٢١٦؛ تهذيب الكمال: ٤/٣٦٧.

[4] الكامل: ٥/٤٧٣؛ البداية: ١١/٤٦؛ تقويم تاريخي، ص: ٥٣.

[5] تاريخ خليفة، ص: ٣١٧؛ تاريخ مدينة السلام: ٤/٥٥٣؛ القضاعي، ص: ١٣٢، ١٣٤؛ البداية: ١١/١٠٢.

[6] تاريخ مدينة السلام: ٦/١٠٢؛ سير: ٨/١٩٣؛ تهذيب الكمال: ١/١٧٤؛ البداية: ١١/١٨٤؛ تاريخ الاسلام: ١٨/١٠٣، ١٠٤؛ الكامل: ٦/١٢٢.

[7] تاريخ مدينة السلام: ٩/١١٣؛ تهذيب الكمال: ٢/٣٦٣؛ ابن خلكان: ٢/٦٧؛ سير: ٨/٣٥٣؛ تاريخ الاسلام: ١٨/١٥٨.

[8] تاريخ مدينة السلام: ٨/٣٥٤؛ المنتظم: ٣/٤٦٠؛ تاريخ الاسلام: ١٩/٧٩؛ رحمة للعالمين: ٢/٣٧٧.

[9] تاريخ مدينة السلام: ٥/٥٥٠؛ تاريخ الاسلام: ٢٢/٣٢؛ سير: ٩/٣٠٨.

نوٹ: دوسرا قول ۲۹۱ھ کا ہے۔

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ بغداد میں شدید برفباری [1]	۲۹۶ھ	دسمبر ۹۰۸ء
⊙ ولادت امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری [2]	۳۲۱ھ	مارچ ۹۳۳ء
⊙ ولادت ابوالقاسم القشیری الصوفی [3]	۳۷۶ھ	جولائی ۹۷۶ء
⊙ وفات قاضی ابوالحسن علی بن محمد الماوردی [4]	۴۵۰ھ	مئی ۱۰۵۸ء
⊙ بغداد میں سیاہ آندھی اور طوفانی بارش [5]	۴۷۸ھ	جولائی ۱۰۸۵ء
⊙ فرنگیوں کا دمشق پر حملہ اور پسپائی [6]	۵۴۳ھ	جولائی ۱۱۴۸ء
⊙ وفات حافظ عبدالغنی المقدسی [7]	۶۰۰ھ	نومبر ۱۲۰۳ء
⊙ وفات ابوالخطاب عمر بن حسن ابن دحیہ الکلبی [8]	۶۳۳ھ	نومبر ۱۲۳۵ء
⊙ ولادت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ [9]	۶۶۱ھ	جنوری ۱۲۶۳ء
⊙ وفات شیخ بہاء الدین ابن عقیل النحوی [10]	۷۶۹ھ	نومبر ۱۳۶۷ء
⊙ وفات سلطان محمد الفاتح [11]	۸۸۶ھ	مئی ۱۴۸۱ء

---

[1] البداية: ۳۹۶/۱۱؛ المنتظم: ۶۱/٤.

[2] سير: ۸۳/۱۱؛ ابن خلكان: ٦٣٥/٤؛ المستدرك (ترجمة المؤلف): ۷/۱؛ تاريخ الاسلام: ۷۷/۲۸.

[3] تاريخ مدينة السلام: ۳٦۷/۱۲.

[4] تاريخ مدينة السلام: ٥۸۷/۱۳؛ المنتظم: ٤۲٥/٤؛ ابن خلكان: ۲۲۹/۳؛ سير: ٤٠٤/۱۱؛ تاريخ الاسلام: ۱۸۲/۳۰.

[5] المنتظم: ٤۲۲/٤؛ البداية: ۲۱٦/۱۲؛ تاريخ الخلفاء، ص: ٤٠١؛ الكامل: ٤۱۳/۸.

[6] المنتظم: ۱٦٥/٥؛ البداية: ۱۲۱/۱٤؛ تاريخ الاسلام: ۸/۳۷؛ تقويم تاريخى، ص: ۱۳٦.

[7] البداية: ٤۹٠/۱٤؛ سير: ۲٥۳/۱۳.

[8] ابن خلكان: ۳٦۲/۳؛ البداية: ۲٠۹/۱٥؛ سير: ۸۸/۱٤.

[9] سير: ٦۱۷/۱٥؛ البداية: ۲۱۱/۱٦؛ العقود الدرية: ۱۸/۱.

[10] حسن المحاضرة: ۱۸٠/۱؛ شرح ابن عقيل: ۷/۱.

[11] تاریخ اسلام از اکبر نجیب آبادی: ۱٤٠۸/۳؛ تاریخ ملت: ٤٤۹/۲.

⊙ وفات شیر شاہ سوری ❶	۹۵۲ھ	مئی ۱۵۴۵ء
⊙ وفات سیّد عبداللہ غزنوی ❷	۱۲۹۸ھ	فروری ۱۸۸۱ء
⊙ وفات مولانا عبدالحی لکھنوی ❸	۱۳۰۴ھ	دسمبر ۱۸۸۶ء
⊙ وفات مولانا شمس الحق عظیم آبادی ❹	۱۳۲۹ھ	مارچ ۱۹۱۱ء
⊙ فلسطین پر برطانوی قبضہ ❺	۱۳۳۶ھ	دسمبر ۱۹۱۷ء
⊙ وفات محمود الحسن دیوبندی ❻	۱۳۳۹ھ	دسمبر ۱۹۲۰ء
⊙ آزادی لبنان ❼	۱۳۶۵ء	فروری ۱۹۴۶ء
⊙ وفات سیّد سلیمان ندوی ❽	۱۳۷۳ھ	نومبر ۱۹۵۳ء
⊙ پاکستان میں پہلا مارشل لاء ❾	۱۳۷۸ھ	اکتوبر ۱۹۵۸ء
⊙ آزادی جمہوریہ وسط افریقا و نائیجیریا ❿	۱۳۸۰ھ	اگست ۱۹۶۰ء
⊙ وفات سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ⓫	۱۳۸۱ھ	اگست ۱۹۶۱ء
⊙ وفات مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی ⓬	۱۳۸۲ھ	اگست ۱۹۶۲ء
⊙ شہادت شاہ فیصل ⓭	۱۳۹۵ھ	مارچ ۱۹۷۵

---

❶تاریخ ملت: ۲/۷۹۳؛ تقویم تاریخی، ص:۲۳۸.

❷نزهة الخواطر: ۷/۲۰۲، ۲۰۳؛ تذكرة النبلاء، ص:۱۲۸.

❸نزهة الخواطر: ۸/۳۲۲.

❹نزهة الخواطر: ۸/۲۵٦؛ دبستان حديث، ص:۱۳۹.

❺تقويم تاريخی، ص:۳۳٤.

❻نزهة الخواطر: ۸/۵۸۹.

❼تقويم تاريخی، ص: ۳٤۲.

❽ايضاً، ص:۳٤٤.

❾بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:۱۸۱.

❿ تقديم تاريخی، ص: ۳٤۵. ⓫سيد عطاء الله شاه بخاری سوانح وافكار، ص:۷۳.

⓬دبستان حديث، ص:۳۱۱.

⓭بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۲۸٦.

⊙ ایران میں خمینی انقلاب [1]	۱۳۹۹ھ	فروری ۱۹۷۹ء
⊙ وفات مولانا محمد عبدہٗ الفلاح رحمہ اللہ [2]	۱۴۲۰ھ	جون ۱۹۹۹ء
⊙ وفات مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ	۱۴۲۸ھ	مارچ ۲۰۰۷ء

---

[1] ایضاً، ص: ۳۲۰.

[2] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص:۵۹٦.

ماہِ ربیع الاخر

ربیع الاخر اسلامی سال کا چوتھا قمری مہینا ہے۔ ربیع کا اعراب وہی ہے جو پیچھے گزر چکا ہے جبکہ الاخر کی ''خ'' پر ہمیشہ زبر پڑھی جاتی ہے۔ ماہِ ربیع الاخر کو اربعۃ الاواخر، اور اربعۃ الاُخر بھی کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں زیادہ تر اسے ربیع الثانی کہا جاتا ہے لیکن عربوں میں اکثر اسے ربیع الاخر ہی کہتے ہیں۔ بلکہ محمد العدنانی نے تو یہاں تک لکھا ہے:

ربيع الاخر، ويقولون: ولد فلان في ربيع الثاني، والصواب: ولـد في شهر ربيع الاخر، وقد التزمت العرب لفظ شهر قبل ربيـع تـمييزا لـه عـن ربيـع الفصل، وتقول: هذا شهر ربيع الاخر، ولا تقول: هذا شهر ربيع الثاني. [1]

ربیع الاخر، اور کہتے ہیں کہ فلاں ربیع الثانی میں پیدا ہوا، حالانکہ درست یہ ہے کہ یوں کہا جائے: وہ ماہِ ربیع الاخر میں پیدا ہوا۔ بے شک عربوں نے (ربیع الشہور اور ربیع الفصول میں) فرق کرنے کے لیے یہاں ربیع سے قبل لفظ شہر کو لازم قرار دیا ہے لہٰذا آپ کہیں گے: یہ ماہ ربیع الاخر ہے، نہ کہ یہ کہیں کہ یہ ماہِ ربیع الثانی ہے۔

ماہِ ربیع الاخر کی وجہ تسمیہ:

ماہِ ربیع الاخر کی وجہ تسمیہ بھی وہی ہے جو اس سے پہلے مہینے ربیع الاوّل کی تھی گویا یہ موسم بہار کا دوسرا مہینا تھا جس میں لوگ اقامت اور سکونت اختیار کرتے تھے۔ عرب لوگ ان دونوں مہینوں میں تجارت اور کام کاج سے مکمل آرام کیا کرتے تھے اس لیے انھیں ''ربیعین'' (دو ربیع) بھی کہا جاتا تھا۔

ماہِ ربیع الاخر کے دیگر نام:

ماہ ربیع الاخر کو دور جاہلیت میں ''بصان''، ''وبصان'' اور ''ملزم'' بھی کہا جاتا تھا۔ آج کل ہمارے ہاں بعض مبتدعین نے اس کا نام ''ربیع الغوث'' بھی رکھا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اس مہینے میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کی ''گیارھویں'' کھاتے ہیں اس لیے اسے ''ربیع

[1] بدع واخطا تتعلق بالايام والشهور، ص: ٢٨٨.

الغوث'' یعنی غوث کی بہار کہتے ہیں حالانکہ اصل موج میلہ تو گیارھویں خوروں کا ہوتا ہے لیکن نام حضرت شیخ موصوف کا استعمال کرتے ہیں۔ ھداھم اللہ

ماہِ ربیع الاخر اور گیارھویں شریف:

گیارھویں ایک تاریخ کا نام ہے، جو گیارھواں کی تانیث ہے، دسویں کے بعد آنے والی تاریخ کو گیارھویں کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں عرف میں گیارھویں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی اس نیاز کو کہا جاتا ہے جو ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو دی جاتی ہے۔ اس سالانہ گیارھویں کو بڑی گیارھویں شریف بھی کہا جاتا ہے اور بعض لوگ ہر قمری مہینے کی گیارہ تاریخ کو جو گیارھویں دیتے ہیں اسے ''چھوٹی گیارھویں شریف'' کہتے ہیں۔

گیارھویں خور عموماً یہ کہتے ہیں کہ گیارھویں درحقیقت حضرت سرکار محبوب سبحان، قطب ربانی، غوث اعظم جیلانی، کی روح پرفتوح کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔ [1]

اسے کہتے ہیں ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔ ایصالِ ثواب تو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، اس کے لیے شریعت نے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں فرمایا لیکن گیارھویں کھانے اور کھلانے والوں نے گیارھویں تاریخ کا التزام ایسا لازم کیا ہوا ہے گویا خدائی شریعت ہے۔ اگر آپ گیارھویں کے بجائے کسی اور تاریخ کا کہیں تو یہ حضرات کبھی بھی راضی نہ ہوں گے۔ لہٰذا ان کے اس طرزِ عمل سے واضح ہوتا ہے کہ گیارھویں کا مقصد ایصالِ ثواب نہیں کچھ اور بھی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ہمارے نزدیک گیارہ تاریخ کا التزام ضروری نہیں بلکہ گیارھویں کسی بھی تاریخ کو دلائی جاسکتی ہے تو اسے اس منطق کی وضاحت کرنی چاہیے کہ دوسری تاریخیں (مثلاً بارھویں، تیرھویں یا اکیسویں، بائیسویں) گیارھویں کیسے بن گئیں؟ مثال کے طور پر جمعرات تو جمعرات ہی ہے، اور جمعہ، جمعہ ہے، ایسے ہی بارھویں بارھویں ہے اور تیرھویں تیرھویں ہے۔ آسان سی بات ہے کہ جیسے آپ جمعرات کو ہفتہ نہیں کہہ سکتے، اتوار کو بدھ نہیں کہہ سکتے،

---

[1] غوث الثقلین، ص: ۲۱۷ بحوالہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور موجودہ مسلمان، ص: ۶۳.

اسی طرح اکیسویں کو گیارھویں یا بارھویں کو تیرھویں نہیں کہہ سکتے، غور کریں۔

گیارھویں میں کھیر اور دیگر کھانوں کا خصوصیت سے اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ اگر صرف ایصالِ ثواب ہی مقصود ہوتا تو اس کے اور بھی کئی طریقے تھے مثلاً آپ یہ رقم یا اتنی مالیت کی کوئی دوسری چیز کسی ضرورت مند غریب ومسکین کو بھی دے سکتے تھے۔ صرف کھیر وحلوے مانڈے ہی کو ایصالِ ثواب کے لیے ضروری سمجھنا یہ کس شریعت میں ہے؟

گیارھویں کا مقصد سمجھنے کے لیے ایک اور بات بڑی قابل غور ہے کہ اس کا اہتمام والتزام اکثر عوام الناس ہی کی طرف سے دیکھنے میں آیا ہے۔ مولویوں کی طرف سے کیوں نہیں؟ بالفاظ دیگر اس قسم کا اہتمام والتزام ان مولویوں کی طرف سے کیوں نہیں؟

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ (التوبة:٣٤)

''اے ایمان والو! بے شک بہت سارے علماء اور درویش لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور وہ اللہ کی راہ سے بھی (لوگوں کو) روکتے ہیں۔''

کہیں قرآنِ مجید کی مذکورہ آیت میں اس قسم کے مولویوں کی طرف تو اشارہ نہیں؟

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ

کیا پوری امت میں صرف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہی ایصالِ ثواب کے محتاج اور ایسے ولی اللہ ہیں جنہیں بذریعہ گیارھویں ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔ حالانکہ گیارھویں دینے والوں کے نزدیک شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم ہیں اور وہ ایسی چیزوں سے مبرہ ہیں۔ یا کوئی اور بھی؟ مثلاً نبی کے بعد سب سے بڑے اولیاء اللہ، صحابہ کرام ہیں، پھر تابعین، تبع تابعین، محدثین وغیرہ۔ اگر یہ ثواب صرف شیخ عبدالقادر جیلانی ہی کو پہنچانا چاہے تو اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟ اور اگر دیگر اولیاء اللہ کا بھی حق بنتا ہے تو نام نہاد اہل سنت ان کی گیارھویں کیوں نہیں دلاتے؟ کیا ان سے محبت نہیں؟

گیارھویں کا راز:

بہت سے لوگ گیارھویں نہ دینے سے جانی و مالی نقصان ہونے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ مال برباد ہوجاتا ہے، گائیں، بھینسیں دودھ نہیں دیتیں، تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مال سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ گویا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے قطعی فرائض میں کوتاہی سے کچھ نہیں بگڑتا، مگر گیارھویں میں ذراسی کوتاہی سے جان و مال کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارھویں نہ دینے ہی سے کیوں جانی و مالی خطرات نظر آنے شروع ہوجاتے ہیں؟

اس کے پیچھے اصل میں وہ باطل اور مشرکانہ عقائد و نظریات ہیں جو لوگوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ کے متعلق گھڑ رکھے ہیں کہ آپ غوث الاعظم (سب سے بڑا فریاد سننے والا) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے اختیارات سونپ رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ کائنات کی تقدیر بھی آپ ہی کے ہاتھ میں تھما رکھی ہے اور آپ کو کُن فیکون کی قدرت سے نواز رکھا ہے۔ لہٰذا جس طرح صدقہ وخیرات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح گیارھویں کے ذریعے یہ لوگ آپ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کہیں آپ ناراض ہوکر ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔ یہی وہ راز بلکہ بزدلی ہے جسے لوگ گیارھویں نہ دینے کو جان و مال میں خسارے کا باعث سمجھتے ہیں۔

آپ کے متعلق ان مذکورہ نظریات کے پیچھے بھی وہ من گھڑت جھوٹے قصے کہانیاں ہیں جنہیں لوگوں نے آپ کے متعلق گھڑ رکھا ہے۔ بطور مثال چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب بعض جھوٹی کرامات:

۱: شیخ شہاب الدین سروردی جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمایئے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوح محفوظ میں دیکھا، اس میں لڑکی مرقوم تھی، آپ نے فرما دیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی لکھی ہے، وہ بی بی یہ سن کر واپس

ہوئیں، راستہ میں حضور غوث اعظم ملے، آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرہ بیان کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا: جا تیرے ہاں لڑکا پید ہوگا، مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئی اور کہنے لگی: حضور لڑکا مانگا اور لڑکی ملی۔ فرمایا: یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر کہا کہ دیکھو یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا اور وہ یہی شیخ شہاب الدین سہروردی تھے، آپ کے حلیہ میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔ ❶

۲: حضور غوث پاک کی مجلس وعظ میں ایک مرتبہ تیز ہوا چل رہی تھی، اسی وقت ایک چیل اوپر سے چلاتی ہوئی گزری، جس سے اہل مجلس کی نگاہیں منتشر ہوئیں۔ نظر اٹھا کر دیکھا فوراً وہ چیل مر کر گر گئی، سر علیحدہ اور دھڑ علیحدہ۔ بعد ختم وعظ آپ تشریف لے چلے، وہ چیل بدستور مری پڑی تھی، آپ نے ایک ہاتھ میں اس کا سر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ میں جسم اور دونوں کو بسم اللہ کہہ کر ملا دیا وہ فوراً اڑتی ہوئی چلی گئی۔ ❷

۳: شیخ ابوالحسن قادری روایت کرتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی کے ایک مرید نے قضائے الٰہی سے انتقال کیا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ان کی روح قبض کر کے لے چلے، اس مرید کا چند سالہ لڑکا تھا، کہیں جو اس کو خبر ہوئی اس نے روتے روتے اپنا لہو پانی ایک کر لیا، اس کی اس حالت زار کو دیکھ کر سب چھوٹے بڑے روتے تھے، اسی اثنا میں ایک شخص نے آ کر کہا: تو جو یہاں روتا ہے تیرے اس رونے سے کیا ہوتا ہے، تو اگر حضرت پیر دستگیر کے پاس جا کر عرض کرے تو ضرور کامیابی ہوگی، پس وہ لڑکا یہ سنتے ہی حضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں دوڑا ہوا آیا اور اپنا حال سنا کر کہنے لگا:

خدا کے واسطے بابا کو اب میرے ملا دیجیے
کہ تم محبوب یزداں ہو کرامت کو کچھ دکھا دیجیے

---

❶ باغ فردوس المعروف گلزار محمدی، ص: ۲۷.

❷ ایضاً

کہا لڑکے نے یہ رو کر تو دل بھر آیا حضرت کا
لگے کہنے ٹھہر جا تو تماشا دیکھ قدرت کا

یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی جانب دیکھا، حضرت عزائیل علیہ السلام اپنی زنبیل میں بہت سی روحیں لیے جاتے ہیں، آپ نے ان کو بلا کر کہا کہ اس میں سے میرے مرید کی روح چھوڑ دیجیے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حکم خدا سے روحیں نکالی ہیں میں نہیں چھوڑ سکتا، یہ سن کر محبوب ربانی کو جلال آ گیا۔ زنبیل چھین کر سب روحیں چھوڑ دیں وہ سب روحیں اپنے اپنے قالبوں میں پہنچ گئیں اور اس دن کے تمام مردے زندہ وسلامت ہوگئے اور آپ کا مرید بھی جی اٹھا۔ [1]

اس طرح کی اور بھی کئی من گھڑت کہانیاں ہیں جو آپ کی طرف منسوب کی گئیں ہیں۔ جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔ جہلاء غلو کرتے ہوئے انہیں آپ کی کرامات باور کراتے ہیں حالانکہ یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليس فى كبار المشائخ من له احوال وكرامات اكثر من الشيخ عبدالقادر جيلانى ، لكن كثيرا منها لا يصح ، وفى بعض ذلك اشياء مستحيلة . [2]

کبار مشائخ میں کوئی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر سے زیادہ کرامات معروف ہوں لیکن آپ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر درست نہیں۔ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ويذكرون عنه اقوالا وافعالا ومكاشفات اكثرها مغالات . [3]

---

[1] گوهر غوثيه المعروف بهار بغداد، ص:٢٣، ٢٤ بتسير يسير.

[2] سير اعلام النبلاء: ١٢/ ٦٠٦. [3] البداية والنهاية: ١٤/ ١٨١.

لوگ آپ کے اقوال وافعال اور مکاشفات کو بیان کرتے ہیں جن میں زیادہ تر غلو ہی پایا جاتا ہے۔

گیارھویں کے دلائل:

گیارھویں کے جواز پر عموماً چار قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: قرآنِ مجید کی وہ آیات جن میں کسی بھی لحاظ سے دس یا گیارہ کا لفظ آیا ہے جیسے قرآنِ مجید کی سورۂ یوسف میں گیارہ کا ذکر اس طرح آتا ہے:

❀ ﴿اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا﴾ (یوسف:٤)

''تحقیق میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں۔''

❀ ﴿ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ ط﴾

(البقرة:١٩٦)

''تین دن حج کے اور سات دن جب تم واپس لوٹو یہ پورے دس دن ہوئے۔''

چونکہ دسویں دن کے بعد کی رات کو گیارھویں کہتے ہیں لہٰذا دس دنوں کا تذکرہ ثابت ہونے کے بعد دن دسواں اور رات گیارھویں ثابت ہوگئی۔

❀ ﴿یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا٥﴾ (طه:١٠٣)

''آہستہ کہتے ہوں گے درمیان اپنے نہیں رہیں گے مگر دس دن۔''

ایک گیارھویں خور لکھتا ہے:

منکرین اب کیا کہیں گے، اب تو قرآنِ مجید سے مطلق دس دنوں کا تذکرہ بھی ثابت ہوگیا۔ دس دنوں کے بعد رات یقیناً گیارھویں ہوگی، لہٰذا دن دسواں اور رات گیارھویں ثابت ہوگئی اب کیا اعتراض باقی ہے؟

❀ ﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ﴾ (الاعراف:١٤٢)

''اور وعدہ دیا ہم نے موسیٰ کو تیس رات کا اور پورا کیا اس کو دس کے۔''

❀ ﴿وَالْفَجْرِ ٥ وَلَیَالٍ عَشْرٍ ٥﴾ (الفجر:٢،١)

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک صبح اور دس راتوں کی قسم کھائی ہے، جس سے گیارھویں شریف کی عظمت معلوم ہوئی۔ ❶

یہ ہیں قرآنِ مجید سے گیارھویں کے جواز پر دلائل جن پر گیارھویں خور بڑا ناز کرتے ہیں اور بڑھکیں مارتے ہیں کہ دیکھا قرآن مجید سے گیارھویں ثابت ہوئی؟

حالانکہ ان کو بڑھکیں مارتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید کے الفاظ جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سکھلائے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کا بیان یعنی معنی ومفہوم بھی رسول اللہ ﷺ کو سکھلایا ہے جیسے قرآنِ مجید کے الفاظ میں قیامت تک کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، اسی طرح اس کے معنی ومفہوم میں بھی قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جس کو قائم رکھتے ہوئے آئمہ دین نے بڑی بڑی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں، لیکن قرآنِ مجید میں معنوی تحریف کرنے کی ہر مذموم کوشش کو ناکام بنا دیا۔ اب ہم اپنے بھائیوں سے یہ سوال کرتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ نے ان آیات سے گیارھویں کرنا ہمیں بتلایا ہے؟ یا اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد قرآنِ مجید اور آپ کے فرامین کو صحابہ کرام، ان کے بعد تابعین، تبع تابعین اور تمام ائمہ کرام جو ہر ایک سے زیادہ سمجھنے والے اور عمل پیرا ہونے والے تھے، کیا ان میں سے کسی نے ان آیات سے کوئی ایسی چیز مراد لی ہے؟ اگر لی ہے تو اس کو واضح طور پر بیان کیا جائے۔ بحیثیت مسلمان ہم اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہیں، اگر یہ بات نہیں تو پھر یہ قرآنِ مجید کی معنوی تحریف ہے جو کم از کم کسی مسلمان کا طرزِ عمل نہیں ہونا چاہیے۔ ﴿هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين﴾

گیارھویں خور اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے وقت نہ تو شیخ عبدالقادر جیلانی پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی گیارھویں کا کوئی وجود تھا۔ یقیناً ہماری اس بات سے گیارھویں خور بھی اتفاق کریں گے کہ ان آیات کا مروّجہ گیارھویں سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔

---

❶ گیارھویں شریف، ص: ۳۲۱، ۳۲۲.

اسی لیے تو ایک گیارھویں خور نے لکھا ہے: اگر چہ منکرین کا قرآنِ مجید سے گیارھویں شریف کا ثبوت مانگنا مبنی بر جہالت ہے۔ تاہم ہم نے نہایت سنجیدگی سے قرآن کی پانچ مختلف آیات سے جیسا بھی بن پڑا جواب پیش کر دیا۔ بہر حال ان جوابات کو جیسے کو تیسا کی مثال پر محمول کرنا چاہیے۔ [1]

قرآنِ مجید سے گیارھویں کا ثبوت مانگنا جہالت نہیں بلکہ ثبوت پیش کرنے کی ناکام کوشش مبنی بر جہالت ہے، کیونکہ اگر قرآنِ مجید میں اس کا کہیں ادنیٰ سا بھی اشارہ ہوتا یا مذکورہ بالا آیات کا وہ مفہوم ہوتا جو گیارھویں خور بیان کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود صاحب قرآن جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس پر عمل کرتے اور اپنے صحابہ سے بھی عمل کرواتے۔

دوسری قسم: وہ روایات جن میں انتفاع میت یعنی میت کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ وخیرات کرنے کا ذکر ہے۔ وہ پیش کر کے گیارھویں کا جواب نکالا جاتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کیا تھا جو ان کی عدم موجودگی میں فوت ہوگئی تھی۔ [2]

گیارھویں خور اس قسم کی روایات کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ ہم بھی امت کے ایک بہترین شخص شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے گیارھویں دلاتے ہیں۔ گیارھویں خوروں کی اس دلیل کا جواب گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے شریعت نے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں کیا اور نہ ہی اس بات کا پابند بنایا ہے کہ صرف کھیر یا حلوے مانڈوں ہی کے ذریعے ایصالِ ثواب کیا جائے نیز میت کے ورثاء کے علاوہ دیگر افراد کا اس کی جانب سے صدقہ کرنا بھی محل نظر اور محتاج دلیل ہے۔

تیسری قسم: جب ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے بعد قرآن وحدیث سے گیارھویں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا تو پھر من گھڑت عجیب وغریب قسم کی گردانیں سنانا شروع کر دیتے ہیں

---

[1] گیارھویں شریف ،ص: ۳۲۲.

[2] بخاری: ۲۷۵۶، ۲۷۶۲.

کہ جب فلاں پیدا ہوا تو دن دسواں اور رات گیارھویں تھی، گردان ملاحظہ فرمائیں:

دن دسواں اور رات گیارھویں:

قلم قدرت کو پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
لوحِ محفوظ پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
قلم کا لوح محفوظ پر تقدیر عالم لکھنے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
ساتوں زمینوں کو بنائے جانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
اللہ تعالیٰ کا عرش پر غلبہ فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
سورج کو پیدا فرما کر منور کرنے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
چاند کو پیدا فرما کر تابانی بخشنے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
ستاروں کو پیدا فرما کر روشنی دینے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
آسمانوں کو چاند، ستاروں اور سورج سے زینت ملنے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
پہاڑوں کو زمین کی میخیں بنانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں

سمندروں اور دریاؤں کو پیدا کرنے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
جنت کو پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
دوزخ کو پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
حوض کوثر کو پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
حوریں پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
غلمان پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
فرشتے پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
رضوان پیدا فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
جنت کے محلات تعمیر فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
حضرت آدم کی توبہ قبول فرمانے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں
حضرت ادریسؑ کو مکان بلند ملنے کا دن
دن دسواں اور رات گیارھویں

اس لمبی چوڑی گردان کو ذکر کرنے کے بعد ایک گیارھویں خور نے لکھا:

اسی طرح اور بھی بہت ساری فضیلتیں ہیں، دسویں دن اور گیارھویں رات کی فضیلتوں اور خصوصیتوں کا اگر پوری تفصیل سے ذکر کیا جائے تو ہزاروں صفحات میں بھی نہیں سما سکتا۔ مختصر طور پر خاکہ پیش کردینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ [1]

اکثر قوالیوں میں بھی اس گردان کا بڑا ورد کیا جاتا ہے حالانکہ تقریباً ننانوے فیصد یہ گردان بناوٹی اور من گھڑت ہے۔ قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اگر بالفرض یہ ساری باتیں ثابت بھی ہوجائیں تو بھی ان کا مروّجہ گیارھویں سے کوئی جوڑ نہیں بنتا اور نہ ہی ان سے گیارھویں ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اگر ان سے گیارھویں ثابت ہوتی تو جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اس پر کیوں نہ عمل کیا؟ تابعین، تبع تابعین اور دیگر سلف صالحین نے اسے کیوں نہ معمول بنایا جبکہ وہ خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے۔

چوتھی قسم: گیارھویں خور جب ہر طرف سے لاجواب ہوجاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ حق تسلیم کرکے گیارھویں خوری چھوڑ دیں۔ الٹا عوام کالانعام کو بیوقوف بنانا اور اٹکل پچو مارنا شروع کردیتے ہیں کہ جی دیکھو حضور ﷺ اور عشرہ مبشرہ کے دس صحابہ کو ملا کر گیارھویں ثابت ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ایک گیارھویں خور نے بڑی وزنی دلیل پیش کرتے ہوئے اپنی بارات سے گیارھویں ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہنے لگا: لوگو! میں گیارھویں کا ایک اور ثبوت پیش کرنے لگا ہوں، غور سے سنو، کان کھول کر بیٹھو، پھر نہ کہنا کہ ہمیں کسی نے گیارھویں کے متعلق کچھ بتایا نہیں تھا۔

لو سنو! گیارھویں شریف میری بارات سے ثابت ہے کیونکہ میری بارات میں ایک مرے والد صاحب تھے اور ایک چچا صاحب اور دو میرے بھائی تھے جبکہ چھ دوسرے رشتہ دار، یہ کل دس افراد ہوئے اور گیارھواں میں خود، میں خود...... میں خود۔ [2]

---

[1] گیارھویں شریف، ص: ۳۱۰ تا ۳۱۲۔ [2] بدعت اور بدعتی، ص: ۳۰۳۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ جناب پروفیسر اکرم نسیم بجہ نے بھی تفہیم توحید، ص: ۱۴۶، ۱۴۷ پر بیان کیا ہے کہ مولوی عنایت اللہ سانگلوی نے ایک مرتبہ رتہ جھول ضلع سیالکوٹ میں ایک جلسہ گاہ میں بڑھکیں لگاتے ہوئے گیارھویں کا عجیب ہی ثبوت پیش کیا، کہنے لگا کہ گیارھویں شریف کا ثبوت تو گھر گھر میں موجود ہے لیکن ان اندھے وہابیوں کو نظر نہیں آتا۔ سامعین نے حیرت سے کان کھڑے کر لیے کہ دیکھیں بھلا گیارھویں کا کون سا ایسا ثبوت ہے جو ہر گھر میں موجود ہے۔ فرمانے لگے: کیا ہر گھر میں چارپائی نہیں ہوتی؟ جی ہوتی ہے، جواب آیا۔ کہنے لگا: گنتی کرو، دو درازو اور دو بازو، کتنے ہوئے؟ جی چار، اور چار پائے بھی شامل کرلو، اب کتنے ہوئے؟ جی آٹھ۔ ایک پائنتی اور ایک تندی، کتنے ہوگئے؟ جی دس (زور سے آواز آئی) اور ایک چارپائی کے اوپر سونے والا بتاؤ، اب کتنے ہوئے؟ جی گیارہ اور اس کے ساتھ ہی نعرہ حیدری اور نعرہ غوثیہ جیسے مشرکانہ نعرے گونجنے لگے۔

اب جہاں ایسی ہرزہ سرائی کرنے والا واعظ ہو اور سننے والے ایسے جاہل ہوں، تو وہاں دین حق کی وہی حالت ہوگی جو ان لوگوں نے بنا رکھی ہے۔

بہرحال گیارھویں کا کتاب وسنت میں نہ کوئی ذکر ہے نہ ثبوت۔ یہ سب یار لوگوں نے کھانے پینے کے ڈھنگ رچا رکھے ہیں جن سے بچنا از حد ضروری ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ختم گیارھویں کا رواج نہ زمانہ رسالت میں تھا، نہ عہد خلافت میں۔ اس لیے یہ بدعت ہے۔ حدیث میں ہے: کل عمل لیس علیه امرنا او عملنا فهو رد یعنی آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے: جو کام ہم نے نہ بتایا ہو یا نہ کیا ہو وہ مردود ہے۔ اس لیے ایسی بدعت کی مجلس میں شریک ہونا یا اس چیز کا کھانا گناہ ہے۔ خدا کے واسطے دینا منع نہیں لیکن گیارھویں کے نام سے کرنا شرک یا کم سے کم بدعت ہے۔ ایسے افعال سے خود حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے منع فرمایا ہوا ہے۔ فتوح الغیب ملاحظہ ہو۔ [1]

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۳۵۶.

ماہِ ربیع الاخر کی جعلی اور بناوٹی نمازیں:

- اس ماہ کی پہلی شب نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد عشاء کی نماز سے قبل آٹھ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ الکوثر، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ کافرون۔ اس کے بعد باقی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اس نماز کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ہر طرح کی پریشانی ومشکل سے خلاصی عطا فرماتا ہے۔
- جو کوئی ربیع الثانی کی تیسری شب نماز عشاء کے بعد چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد چالیس مرتبہ یَا بُدُّوحُ یَا بَدِیْعُ پڑھے تو ان شاء اللہ تعالیٰ جو بھی نیک حاجت ہوگی پوری ہوگی۔
- اس ماہ کی پانچویں شب کو نماز عشاء کے بعد چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے۔ پروردگار عالم ان نوافل کی مداومت کرنے والے کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔
- جو کوئی ربیع الثانی کی پندرہ تاریخ کو چاشت کے بعد چودہ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات سات مرتبہ سورۂ اقراء پڑھے۔ پھر جب سلام پھیرے تو نہایت توجہ ویکسوئی کے ساتھ ساٹھ مرتبہ یہ پڑھے: یا ملیك تملكت بالملكوت والملكوت فی ملكوت ملكوتك یا ملیك .

ان شاء اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے سے ثوابِ عظیم حاصل ہوگا۔

- اس ماہ کی پندرہ اور انتیس شب کو نماز عشاء کے بعد چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پانچ پانچ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام

پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جو بھی جائز دلی مراد ہوگی وہ پوری ہوگی۔ [1]

جائزہ: جناب نبی مکرم، رسول معظم فداہ ابی وامی ﷺ جن پر قرآنِ مجید نازل کیا گیا اور جنہیں روشن دین عطا فرمایا گیا۔ آپ پر اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ جو ہر خیر کے کام میں آگے بڑھنے والے، سبقت لے جانے والے تھے۔ ان پر نہ جانے کتنے ہی ربیع الاخر کے مہینے گزرے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی نہ خود یہ جعلی اور بناوٹی نمازیں ادا کیں اور نہ ہی بعد میں آنے والوں کو ان مخصوص نمازوں کا حکم دیا جن کا ذکر "بارہ مہینوں کی نفلی عبادات" کے مؤلف نے اپنی مذکورہ کتاب میں کیا ہے۔ لہٰذا یہ سب نمازیں بناوٹی اور جعلی ہیں اسی لیے ہم نے عنوان ہی میں اس بات کا اشارہ کر دیا ہے کہ ان مخصوص نمازوں کا شریعت محمدی سے کوئی تعلق نہیں، ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مہر نہیں، لہٰذا یہ بناوٹی ہیں اور انھیں پڑھنا بدعت ہے۔

ماہِ ربیع الاخر واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ فرض نمازوں میں اضافہ [2]	۱ھ	اکتوبر ۶۲۲ء
⊙ ولادت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ [3]	۲ھ	اکتوبر ۶۲۳ء
⊙ غزوہ بحران [4]	۳ھ	ستمبر، اکتوبر ۶۲۴ء

[1] بارہ مہینوں کی نفلی عبادات، ص: ۳۶، ۳۷.

[2] المنتظم: ۱/ ۲۸۴.

[3] المنتظم: ۱/ ۲۹۱؛ الاستیعاب: ٤/ ٦١.

[4] ابن هشام: ۳/ ۷؛ تاریخ خلیفة، ص: ۲٦؛ زاد المعاد: ۲/ ٤٨٦؛ سیر: ۱/ ۲۲٥.

نوٹ: دوسرا قول ربیع الاوّل کا ہے۔

⊙ سریہ سیّدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ از طرف ذی قصہ [1] ٦ھ اگست، ستمبر ٦٢٧ء

نوٹ: دوسرا قول ربیع الاوّل کا ہے۔

⊙ سریہ سیّدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ از طرف ذی قصہ [2] ٦ھ اگست، ستمبر ٦٢٧ء

⊙ سریہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ از طرف بنوسلیم [3] ٦ھ اگست، ستمبر ٦٢٧ء

نوٹ: دوسرا قول ربیع الاوّل کا ہے۔

⊙ سریہ سیّدنا علقمہ بن مجزر رضی اللہ عنہ از طرف جدہ [4] ٩ھ جولائی ٦٣٠ء

⊙ سریہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از طرف قبیلہ طے [5] ٩ھ جولائی ٦٣٠ء

⊙ وفات سیّدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ [6] ٦٤ھ نومبر ٦٨٣ء

⊙ معرکہ عین الوردۃ وشہادت سیّدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ [7] ٦٥ھ نومبر ٦٨٤ء

⊙ وفات خلیفہ ہشام بن عبدالملک وخلافت یزید بن ولید [8] ١٢٥ھ فروری ٧٤٢ء

⊙ وفات ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری [9] ٢١٨ھ اپریل ٨٣٣ء

⊙ دمشق میں خوفناک زلزلہ [10] ٢٣٣ھ اکتوبر ٨٤٧ء

---

[1] المغازی ص:٣٩٢؛ المنتظم: ٣٥٧/١؛ الرحیق المختوم، ص:٤٣٨.

[2] المغازی، ص:٣٩٢؛ ابن سعد: ٣١٤/١، المنتظم: ٣٥٧/١؛ الرحیق المختوم، ص:٤٣٩.

[3] ابن سعد: ٣١٥/١؛ المنتظم: ٣٥٧/١؛ الرحیق المختوم، ص:٤٣٩.

[4] المغازی، ص:٦٥١؛ ابن سعد: ٣٧٥/١؛ المنتظم: ٣٩٩/١؛ الرحیق المختوم، ص:٥٧٦.

[5] المغازی، ص:٦٥٢؛ ابن سعد: ٣٧٥/١؛ المنتظم: ٤٠٠/١؛ الکامل: ١٥٣/٢.

[6] تاریخ خلیفۃ، ص:١٥٨؛ مستدرك حاکم: ٥٢٤/٣؛ سیر: ٢٠٠/٤؛ تھذیب الکمال: ٦٣٩/٩.

[7] تاریخ مدینۃ السلام: ٥٦٤/١؛ الاستیعاب: ٢١١/٢؛ اسد الغابۃ: ٩٧٨/١؛ الاصابۃ: ٧٦٤/٤؛ الکامل: ٣/٤.

[8] تاریخ خلیفۃ، ص:٢٣٢؛ صحیح تاریخ طبری: ٣٢٥/٤؛ المسعودی: ٢٦٢/٣؛ القضاعی، ص:١١٣؛ البدایۃ: ٢١٢/١٠؛ ابن خلدون: ٦٩٦/٢.

[9] سیرت ابن ھشام: ١٤/١؛ سیر: ٥٥٧/٧؛ البدایۃ: ٧٦/١١.

[10] المنتظم: ٣٦٢/٣.

⊙ وفات خلیفہ المنتصر باللہ وخلافت المستعین باللہ [1]	۲۴۸ھ	جون ۸۶۲ء
⊙ مصر میں دن کے وقت اچانک ہر طرف سخت اندھیرا پھیل گیا [2]	۲۸۴ھ	جون ۸۹۷ء
⊙ بغداد میں معز الدولۃ کی ایک لعنتی کارروائی [3]	۳۵۱ھ	مئی ۹۶۲ء
⊙ وفات معز الدولہ احمد بن بویہ [4]	۳۵۶ھ	مارچ ۹۶۶ء
⊙ وفات سلطان محمود غزنوی [5]	۴۲۱ھ	اپریل ۱۰۳۰ء
⊙ وفات امام ابن عبدالبر یوسف بن عبداللہ القرطبی [6]	۴۶۳ھ	فروری ۱۰۷۱ء
⊙ وفات ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری [7]	۴۶۵	مارچ ۱۰۷۲ء
⊙ وفات ابوالمعالی امام الحرمین الجوینی [8]	۴۷۸ھ	اگست ۱۰۸۵ء
⊙ وفات خلیفہ المستظہر باللہ وخلافت المسترشد باللہ [9]	۵۱۲ھ	اگست ۱۱۱۸ء
⊙ ولادت حافظ ابومحمد عبدالغنی المقدسی [10]	۵۴۱ھ	ستمبر ۱۱۴۶ء

---

[1] صحیح تاریخ طبری: ۵/۲۳؛ المسعودی: ۴/۶۵۷؛ القضاعی، ص: ۱۳۶؛ المنتظم: ۳/۴۱۹؛ البدایۃ: ۱۱/۲۱۱.

[2] المنتظم: ۴/۲۵؛ البدایۃ: ۱۱/۳۴۸.

[3] المنتظم: ۴/۲۰۴؛ الکامل: ۷/۲۶۲.

نوٹ: معز الدولہ کی لعنتی کارروائی یہ تھی کہ اس نے بغداد میں مساجد میں یہ عبارت لکھوا دی: لعن اللہ معاویۃ بن ابی سفیان ولعن من غصب فاطمۃ فدکا ومن منع من ان یدفن الحسن عند قبر جدہ علیہ السلام ومن نفی اباذر الغفاری، ومن اخرج العباس من الشوریٰ.

[4] المنتظم: ۴/۲۱۹؛ الکامل: ۷/۲۸۳؛ سیر: ۱۰/۴۴۴.

[5] المنتظم: ۴/۳۵۶؛ الکامل: ۸/۱۶۴؛ البدایۃ: ۱۳/۶۷؛ تقویم تاریخی، ص: ۱۰۶.

[6] سیر: ۱۱/۴۵۵.

[7] سیر: ۱۱/۴۹۰؛ ابن خلکان: ۳/۱۶۵؛ تاریخ الاسلام: ۳۱/۹۹.

[8] المنتظم: ۴/۴۹۵؛ ابن خلکان: ۳/۱۳۴؛ الکامل: ۸/۴۱۳؛ تاریخ الاسلام: ۳۲/۱۴۹.

[9] المنتظم: ۵/۷۴؛ الکامل: ۹/۱۸۰؛ البدایۃ: ۱۴/۳۳.

[10] سیر: ۱۳/۲۴۲؛ البدایۃ: ۱۴/۴۸۸.

- وفات حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی [1] ۵۴۳ھ اگست ۱۱۴۸ء
- دریائے دجلہ میں سیلاب، بغداد کا اکثر حصہ غرق ہوگیا [2] ۵۵۴ھ اپریل ۱۱۵۹ء
- وفات شیخ عبدالقادر جیلانی [3] ۵۶۱ھ فروری ۱۱۶۵ء
- وفات حافظ ابوالطاہر احمد بن محمد السّلفی [4] ۵۷۶ھ اگست ۱۱۸۰ء
- جنگ حطین [5] ۵۸۳ھ جولائی ۱۱۸۷ء
- وفات محی الدین ابوبکر محمد بن علی ابن عربی الصوفی [6] ۶۳۸ھ نومبر ۱۲۴۰ء
- ولادت حافظ ابوالحجاج جمال الدین المزی [7] ۶۵۴ھ مئی ۱۲۵۶ء
- وفات ہلاکو خان [8] ۶۶۳ھ جنوری ۱۲۶۵ء

نوٹ: دوسرا قول ۶۶۴ھ کا ہے۔

- ولادت امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی [9] ۶۷۳ھ اکتوبر ۱۲۷۴ء
- وفات خواجہ نظام الدین اولیاء [10] ۷۲۵ھ اپریل ۱۳۲۵ء
- وفات مرزا غلام احمد قادیانی [11] ۱۳۲۶ھ مئی ۱۹۰۸ء
- دنیا کا مشہور بحری جہاز ٹائی ٹینک سمندر میں غرق ہوگیا [12] ۱۳۳۰ھ اپریل ۱۹۱۲ء

---

[1] سیر: ۱۲/۴۵۸؛ ابن خلکان: ٤/٦٤٦؛ تاریخ الاسلام: ۳۷/۱۱٤.

[2] البدایة: ١٤/١٥٧؛ الکامل: ۹/٤٣٧.

[3] المنتظم: ٥/٢٠٤؛ الکامل: ۹/٤٨٥؛ سیر: ١٢/٦٠٦؛ البدایة: ١٤/١٨١.

[4] ابن خلکان: ١/١١٠؛ سیر: ١٣/١٧؛ البدایة: ١٤/ ٣٠٦.

[5] الکامل: ١٠/١٤٩؛ تاریخ الاسلام: ٤١/١٣؛ تاریخ دعوت وعزیمت: ١/٢٦٤.

[6] سیر: ١٤/١٢٠؛ البدایة: ١٥/٢٣١.

[7] تاریخ الاسلام: ٥٣/ ٣٣٠.

[8] تاریخ الاسلام: ٤٩/١٢٨؛ سیر: ١٥/٥٥؛ تقویم تاریخی، ص:١٦٦.

[9] الوافی بالوفیات: ١/٢١٨؛ الدرر الکامنة: ١/٤٥٨.

[10] تاریخ دعوت وعزیمت: ٣/١٠٠.

[11] نزهة الخواطر: ٨/٤٤١.

[12] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:٢٥.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات شیخ خلیل احمد سہارن پوری [1]	۱۳۴۶ھ	نومبر ۱۹۲۷ء
⊙ مسلمان مسجد شہید گنج کا مقدمہ ہار گئے [2]	۱۳۵۷ھ	جون ۱۹۳۸ء
⊙ وفات شاہ معین الدین ندوی [3]	۱۳۶۰ھ	مئی ۱۹۶۱ء
⊙ آزادی لیبیا [4]	۱۳۷۱ھ	جنوری ۱۹۵۲ء
⊙ وفات بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان [5]	۱۳۷۶ھ	نومبر ۱۹۵۶ء
⊙ آزادی گینی [6]	۱۳۷۸ھ	اکتوبر ۱۹۵۸ء
⊙ وفات حافظ عبداللہ محدث روپڑی [7]	۱۳۸۴ھ	اگست ۱۹۶۴ء
⊙ بھارت کا پہلا ایٹمی دھماکہ [8]	۱۳۹۴ھ	مئی ۱۹۷۴ء
⊙ وفات صوفی محمد عبداللہ [9]	۱۳۹۵ھ	اپریل ۱۹۷۵ء
⊙ آرمینیا میں خوفناک زلزلے سے تباہی [10]	۱۴۰۹ھ	دسمبر ۱۹۸۸ء
⊙ بے نظیر بھٹو پاکستان کی پہلی خاتون وزیراعظم بن گئی [11]	۱۴۰۹ھ	دسمبر ۱۹۸۸ء
⊙ امریکہ کی افغانستان وسوڈان پر بمباری [12]	۱۴۱۹ھ	اگست ۱۹۹۸ء

---

[1] الانتقاد: ۱/۶۲.

[2] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:۹۷.

[3] یادِ رفتگاں، ص:۲۲۵.

[4] دی مسلم ورلڈ ٹو ڈے، ص:۹ ٤٤؛ تقویم تاریخی، ص: ۳٤۳.

[5] روزنامہ نوائے وقت، ۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء.

[6] تقویم تاریخی، ص: ۳٤٥.

[7] بزم ارجمنداں ، ص:۲۸٤.

[8] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۲۷۰.

[9] صوفی محمد عبدالله، حالات، خدمات، ص: ٤١٣.

[10] واقعاتِ عالم، ص:۲۲۷.

[11] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:۳۸۲.

[12] ایضاً، ص:٤٥٢.

ماہِ جمادی الاولیٰ

جمادی الاولیٰ اسلامی سال کا پانچواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: ''ج'' مضموم (جُ) ''دْ'' مفتوح (دَ) ''ی'' اور ''الف'' خاموش، جبکہ الاولیٰ میں پہلا ''ل'' ساکن (لْ) ہمزہ مضمون (أُ) ''وْ'' ساکن (وْ) جبکہ ''ل'' پر الف مقصورہ ہے یعنی جُ، مَـا، دَلْ، أُوْ، لا۔

اکثر نحویوں کے نزدیک لفظ جمادی مونث استعمال ہوتا ہے۔ امام فراء کہتے ہیں:

کل الشهور مذكرة الا جماديان . [1] یعنی سب مہینوں کے اسماء مذکر ہیں سوائے جمادی کے دو مہینوں (جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخری) کے، یہ دونوں مؤنث ہیں۔

امام فراء کے اس قول کی روشنی میں اسے جمادی الاول بولنا غلط ہوگا کیونکہ موصوف اور صفت میں یکسانیت لازمی ہے اور جمادی مؤنث ہے لہٰذا اس کی صفت (الاولیٰ) بھی مؤنث ہی آئے گی نہ کہ (الاوّل) مذکر۔ ہاں جمادی الاوّل بولنا اس صورت میں درست ہوگا جب اس کا موصوف ''شہر'' کو محذوف مانا جائے اور یہ ممکن ہے۔ چنانچہ محمد العدنانی کہتے ہیں:

ويقولون: ولد جمادى الاول، والصواب: ولد فى جمادى الاولى۔ وقد قال الفراء: فان سمعت تذكير جمادى فانما يذهب الى الشهر وهو القائل: الشهور كلها مذكرة الا جمادين فانهما موثنان . [2]

اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جمادی الاوّل میں پیدا ہوا، حالانکہ درست یوں ہے کہ وہ جمادی الاولیٰ میں پیدا ہوا۔ فراء نے کہا کہ اگر آپ نے جمادی کا مذکر استعمال ہونا سنا ہے تو یہ صرف اسی صورت میں ہے جب اسے "الشهـــــر" کی طرف

---

[1] الشماريخ فى علم التاريخ، ص:٣٩.

[2] بدع واخطاء تتعلق بالايام والشهور، ص: ٢٩٠.

لوٹایا جائے۔ اور فراء خود بھی اس بات کے قائل ہیں کہ تمام مہینوں کے اسماء مذکر ہیں سوائے جمادین کے، یہ دونوں مؤنث ہیں۔

لفظ جمادی واحد ہے اس کا تثنیہ ''جمادیان'' اور جمع جمادیات ہے۔ تثنیہ کی صورت میں جمادیا الاولیٰ، یا جمادی الاوّلیین اور جمع کی صورت میں جمادیات الاولیٰ، جمادیات الاُوّل یا جمادیات الاوائل کہا جاتا ہے۔ [1]

جمادی کا لفظ جمد (ج،م، د) سے مشتق ہے جیسے بہت سے الفاظ مثلاً جامد، جمود، جمادات وغیرہ اسی سے مشتق ہیں۔ ایسے ہی یہ لفظ بھی اسی سے مشتق ہے۔ جمادی کا معنی ہے: جم جانا، خشک ہونا، عربی میں عَینٌ جُمَادَی اس آنکھ کو کہا جاتا ہے جس سے آنسو نکلنا بالکل بند ہو چکے ہوں۔

ماہِ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ:

علامہ علم الدین السخاوی لکھتے ہیں:

سمی بذلك لجمود الماء فیه۔ قال: وكانت الشهور فی حسابهم لا تدور، وفی هذا نظر إذ كانت شهورهم منوطة بالأهلة، ولا بُد من دورانه، فلعلهم سموه بذلك اوّل ما سمی عند جمود الماء فی البرد. [2]

جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں سخت سردی کی وجہ سے پانی جم جاتا تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے۔ (یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا۔ جیسے ہمارے ہاں انگریزی مہینے ہیں) لیکن یہ بات محل نظر ہے۔ کیوں کہ جب ان مہینوں کا حساب امدار چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ اور ہر سال یکساں نہیں ہوگی۔ ہاں یہ بات ہوسکتی ہے

---

[1] كتاب الازمنة والمكنة، ص:٢٠٥.

[2] بحواله تفسیر ابن كثیر: ٣|٣٨٥.

کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینا کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔

ماہِ جمادی الاولیٰ کے دیگر نام:

ماہِ جمادی الاولیٰ کو دورِ جاہلیت میں حنین، رُبّی، ملحان اور مُصدِر بھی کہا جاتا تھا۔ [1]

جمادی الاولیٰ کا ایک نام ''جمادی خمسة'' بھی بیان کیا گیا ہے۔ [2]

فضیلت: ماہِ جمادی الاولیٰ کی فضیلت میں بھی کوئی خاص آیت یا حدیث نہیں ملتی تاہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ مہینے کے کس حصے میں آپ یہ روزے رکھتے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کون سے حصے میں روزے رکھے ہیں۔'' [3]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو حکم دیا:

((صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ .)) [4]

''ہر مہینے میں تین روزے رکھو۔''

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھنا مسنون ہے لہٰذا اگر جمادی الاولیٰ میں بھی ان کا اہتمام کیا جائے تو بہتر ہے۔

ماہِ جمادی الاولیٰ کی جعلی اور بناوٹی نمازیں:

- جو کوئی اس ماہ کی پہلی شب نمازِ مغرب کے بعد چار رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو پروردگارِ عالم اس کو بے شمار ثواب سے نوازے گا اور اس کو گناہوں کی معافی

---

[1] تاج العروس: ١/٥١٤، ١٧٥٩، القاموس المحيط: ١/٤٤.

[2] بدع واخطا تتعلق بالايام والشهور، ص: ٢٩٠.

[3] ابن ماجه، ابواب ما جاء في الصيام، رقم: ١٧٠٩ صحيح.

[4] مسلم، كتاب الصيام، رقم: ١١٥٩.

عطا فرمائے گا۔

- جمادی الاولیٰ کی پہلی شب نمازِ عشاء کے بعد دو رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھنے چاہیے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ پڑھے جبکہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ مزمل پڑھے۔
- اس ماہ کی یکم تاریخ کو نمازِ ظہر کے بعد چار رکعت اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ پڑھے۔
- جمادی الاولیٰ کے مہینا کی تیسری شب کو نمازِ عشاء کے بعد بیس رکعت نفل نماز دو دو رکعت کے ساتھ اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس دس مرتبہ سورۂ قدر پڑھے اور سلام پھیرتے ہی یعنی تمام نوافل کی ادائیگی کے بعد باوضو حالت میں ہی قبلہ رخ بیٹھ کر فجر کی اذان تک یہ کلمات بہ کثرت پڑھتا رہے۔

یا عظیم تعظمت بالعظمة والعظمة فی عظمة عظمتك یا عظیم.

ان شاء اللہ تعالیٰ ثوابِ عظیم حاصل ہوگا اور جو بھی نیک حاجت ہوگی پروردگارِ عالم وہ ضرور پوری فرمائے گا۔

- اس مہینا کی اکیسویں شب کو نمازِ عشاء کے بعد چھ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد ایک سو مرتبہ درودِ پاک پڑھے۔
- اس شب کو نمازِ عشاء کے بعد آٹھ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ سورۂ والضحیٰ پڑھے۔ اس کے بعد بہ کثرت سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کا ورد کرتا ہوا باوضو حالت میں سو جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سی برکات حاصل ہوں گی۔ [1]

---

[1] بارہ مہینوں کی نفلی عبادات، ص:۳۸ تا ۴۰.

جائزہ: ماہِ جمادی الاولیٰ کی یہ سب نمازیں جعلی اور بناوٹی ہیں، بدعات میں سے ہیں۔ ان کی دلیل کوئی صحیح حدیث تو کجا ضعیف بھی نہیں ملتی اور نہ ہی صحابہ کرام یا تابعین عظام میں سے کسی نے انھیں ادا کیا۔ نہ بعد میں آنے والوں سے ان کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ ان کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ بھی بدعتیوں کی اپنی گھڑی ہوئی ہے ورنہ کتاب وسنت میں تو اس کا کوئی وجود نہیں۔

ماہِ جمادی الاوّلیٰ واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ غزوہ ذی العشیرہ [1]	۲ھ	نومبر ۶۲۳ء
⊙ غزوہ بنی سلیم، بحران [2]	۳ھ	اکتوبر ۶۲۴ء
⊙ وفات نواسہ رسول سیّدنا عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ [3]	۴ھ	اکتوبر ۶۲۵ء
⊙ سریہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ از طرف عیص [4]	۶ھ	ستمبر ۶۲۷ء
⊙ غزوہ موتہ [5]	۸ھ	ستمبر ۶۲۹ء

---

[1] ابن هشام: ٢/٤٤٦؛ تاريخ خليفة، ص: ٢٠؛ المغازى ص:٤٦؛ ابن سعد: ١/٢٤٨؛ سير: ١/١٨١؛ البداية: ٤/٢٢؛ فتح البارى: ٧/٣٤٩.

[2] المغازى، ص:١٦٥؛ ابن سعد: ١/٢٧٢؛ المنتظم: ١/٣١٧.

[3] المنتظم: ١/٣٩٩؛ ضعيف تاريخ طبرى: ٧/١٣٩؛ الروض الانف: ٢/٩٠؛ البداية: ٤/٢٧٧؛ الكامل: ٢/٦٦.

[4] المغازى، ص:٣٩٣؛ ابن سعد: ١/٣١٥، عيون الاثر: ٢/٩٩؛ المنتظم: ١/٣٥٨؛ البداية: ٤/٣٩٢.

[5] صحيح تاريخ طبرى: ٢/٢٦٤؛ تاريخ خليفة، ص: ٤٠؛ ابن سعد: ١/٣٤٧؛ ابن هشام: ٤/٢٨٨؛ المنتظم: ١/٣٨٢؛ عيون الاثر: ٢/١٦٥؛ البداية: ٤/٤٧٥؛ الكامل: ٢/١١٠.

⊙ جنگ اجنادین [1]	۱۳ھ	جولائی ۶۳۴ء
⊙ جنگ مرج الصفر [2]	۱۳ھ	جولائی ۶۳۴ء
⊙ وفات سیّدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ [3]	۲۰ھ	اپریل ۶۴۰ء
⊙ شہادت سیّدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما [4]	۷۲ھ	نومبر ۶۹۱ء
⊙ شہادت سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما [5]	۷۳ھ	اکتوبر ۶۹۲ء

دوسرا قول جمادی الاخریٰ کا ہے۔

⊙ وفات محدث ابوبکر بن عیاش [6]	۱۹۳ھ	فروری ۸۰۹ء
⊙ وفات خلیفہ ہارون الرشید وخلافت محمد الامین [7]	۱۹۳ھ	مارچ ۸۰۸ء

نوٹ: دوسرا قول جمادی الاخری کا ہے۔

⊙ طبریہ میں خوفناک زلزلہ [8]	۲۳۹ھ	اکتوبر ۸۵۳ء
⊙ وفات اسحاق بن منصور الکوسج [9]	۲۵۱ھ	جون ۸۶۵ء
⊙ وفات ابوبکر احمد بن زہیر ابن ابی خیثمہ [10]	۲۷۹ھ	اگست ۸۹۲ء

[1] تاریخ خلیفة، ص:٦٣؛ المنتظم: ٤٧١/١؛ الكامل: ٢٥٧/٢؛ البداية: ١٢١/٧؛ الاستيعاب: ١٦٠/١.

[2] تاريخ خليفة، ص:٦٣؛ تاريخ الاسلام: ٤١/٣؛ سير: ٢٥٩/٢.

[3] الاصابة: ٧٣٢/١.

[4] ابن سعد: ١٦٠/٥؛ سير: ٣٨٤/٤؛ حاشيه البداية: ٨٤/٩؛ تاريخ الاسلام: ٣١٠/٥.

[5] تاريخ خليفة، ص:١٦٩؛ ابن سعد: ١٨٤/٨؛ المنتظم: ٢٥٣/٢؛ سير: ١٩١/٤؛ البداية: ١٠٥/٩؛ الاصابة: ١٠٥٠/٢.

[6] ابن سعد: ٢٤٦/٦؛ سير: ٥٦٠/٦؛ الكاشف: ٣٠٢/٣؛ تاريخ مدينة الاسلام: ٥٥٧/١٦.

[7] تاريخ مدينة الاسلام: ١٨/١٦، المنتظم: ١٩٩/٣، المسعودى: ٤٦٢/٣، اليعقوبى: ٦٨١/٢.

[8] المنتظم: ٣٨٦/٣.

[9] تاريخ مدينة السلام: ٣٨٧/٧؛ سير: ٤٦٣/٨؛ تهذيب الكمال: ٤٠٦/١؛ كتاب المسائل ترجمه اسحاق، ص:٢١.

[10] تاريخ مدينة السلام: ٢٦٧/٥؛ سير: ٢٨٦/٨؛ البداية: ٣٣١/١١.

⊙ وفات امام عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا [1] ۲۸۱ھ جولائی ۸۹۴ء

⊙ وفات حافظ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ [2] ۲۹۷ھ جنوری ۹۱۰ء

⊙ معزولی خلیفہ القاہر باللہ وخلافت الراضی باللہ [3] ۳۲۲ھ اپریل ۹۳۴ء

⊙ بغداد میں شیعہ وسنی فسادات [4] ۳۴۸ھ جولائی ۹۵۹ء

⊙ وفات امام حسن بن محمد الخلال [5] ۴۳۹ھ اکتوبر ۱۰۴۷ء

⊙ وفات امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی [6] ۴۵۸ھ اپریل ۱۰۶۵ء

نوٹ: دوسرا قول جمادی الاخریٰ کا ہے۔

⊙ رملہ اور اس کے گرد ونواح میں خوفناک زلزلہ [7] ۴۶۲ھ فروری ۱۰۷۰ء

⊙ انطاکیہ پر صلیبی قبضہ [8] ۴۹۱ھ مارچ ۱۰۹۸ء

⊙ ولادت امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری [9] ۵۵۵ھ مئی ۱۱۶۰ء

⊙ وفات حافظ ابن عبدالہادی محمد بن احمد المقدسی [10] ۷۴۴ھ اکتوبر ۱۳۴۳ء

⊙ فتح قسطنطنیہ اور اس کا نام اسلامبول (استنبول) رکھا گیا [11] ۸۵۷ھ مئی ۱۴۵۳ء

⊙ فتح ایتھنز (یونان) [12] ۸۶۵ھ فروری ۱۴۶۱ء

---

[1] تاریخ مدینة السلام: ۱۱/۲۹۵؛ تذکرة الحفاظ: ۲/ ۴۷۴؛ البدایة: ۱۱/۳۴۰.

[2] سیر: ۹/۳۳۷، تاریخ الاسلام: ۲۲/۱۸۳

[3] المنتظم: ۴/۱۴۲؛ القضاعی، ص:۱۴۹، ۱۵۰؛ الکامل: ۷/۱۰۰؛ البدایة: ۱۲/ ۱۱۱.

[4] المنتظم: ۴/۱۹۷؛ الکامل: ۷/۲۵۴.

[5] المنتظم: ۴/۳۹۵؛ سیر: ۱۱/۳۲۷.

[6] ابن خلکان: ۱/۸۱؛ سیر: ۱۱/۴۵۹؛ فضائل الاوقات، ص:۲۸.

[7] المنتظم: ۴/۴۵۲؛ البدایة: ۱۳/۱۷۲.

[8] البدایة: ۱۳/ ۲۵۹؛ الکامل: ۹/۱۵؛ تاریخ الاسلام: ۳۴/۴.

[9] ابن خلکان: ۳/۲۸۲.

[10] البدایة: ۱۶/۳۲۰.

[11] تاریخ اسلام: ۳/۱۳۹۹؛ تقویم تاریخی، ص: ۲۱۵؛ اٹلس فتوحات اسلامیہ، ص: ۴۱۵.

[12] اٹلس فتوحات اسلامیہ، ص:۴۱۵.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ فتح بوسنیا [1]	۸۶۸ھ	جنوری ۱۴۶۴ء
⊙ وفات حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی [2]	۹۱۱ھ	اکتوبر ۱۵۰۵ء
⊙ وفات ظہیر الدین بابر [3]	۹۳۷ھ	دسمبر ۱۵۳۰ء
⊙ وفات شیخ علی بن حسام الدین المتقی [4]	۹۷۵ھ	نومبر ۱۵۶۷ء
⊙ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ [5]	۱۲۱۸ھ	ستمبر ۱۸۰۳ء
⊙ ولادت نواب صدیق حسن خان [6]	۱۲۴۸ھ	اکتوبر ۱۸۳۲ء
⊙ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی وفات [7]	۱۲۷۹ھ	نومبر ۱۸۶۲ء
⊙ وفات مولانا قاسم نانوتوی [8]	۱۲۹۷ھ	اپریل ۱۸۸۰ء
⊙ وفات ڈپٹی نذیر احمد دہلوی [9]	۱۳۳۰ھ	مئی ۱۹۱۲ء
⊙ آزادی نیپال [10]	۱۳۴۲ھ	دسمبر ۱۹۲۳ء
⊙ شہادت غازی علم الدین [11]	۱۳۴۸ھ	اکتوبر ۱۹۲۹ء
⊙ وفات سیّد رشید رضا المصری [12]	۱۳۵۴ھ	اگست ۱۹۳۵ء

---

[1] ایضاً، ص:٤١٦.

[2] النور السافر: ٢٩/١؛ تقویم تاریخی: ص:٢٢٨.

[3] تاریخ ملت: ٧٨٩/٢؛ تقویم تاریخی، ص: ٢٣٥.

[4] نزهة الخواطر: ٤٨٩/٤؛ برصغیر کے اهل حدیث خدام قرآن، ص:٤٠٢.

[5] تاریخ ملت: ٨٧٨/٢.

[6] ابقاء المنن، ص: ٢٦.

[7] تاریخ ملت: ٩١١/٢؛ تقویم تاریخی: ص: ٣٢٠.

[8] سوانح قاسمی: ١٥٣/٣؛ نزهة الخواطر: ٥٦١/٧.

[9] تقویم تاریخی، ص:٣٣٣؛ برصغیر کے اهل حدیث خدام قرآن، ص:٦٥٨.

[10] واقعات عالم، ص:٢٣٥.

[11] بیسویں صدی کے اهم واقعات، ص:٨٠.

[12] یاد رفتگاں، ص:١٦٣؛ تقویم تاریخی، ص: ٣٣٩.

⦿ ہٹلر کی خودکشی [1]	۱۳۶۴ھ	اپریل ۱۹۴۵ء
⦿ وفات مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ [2]	۱۳۶۷ھ	مارچ ۱۹۴۸ء
⦿ وفات مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ [3]	۱۳۷۵ھ	جنوری ۱۹۵۶ء
⦿ وفات مولانا حسین احمد مدنی [4]	۱۳۷۷ھ	نومبر ۱۹۵۷ء
⦿ وفات مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ [5]	۱۳۷۹ھ	نومبر ۱۹۵۹ء
⦿ پاک بھارت جنگ [6]	۱۳۸۵ھ	ستمبر ۱۹۶۵ء
⦿ وفات مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ [7]	۱۳۸۶ھ	اگست ۱۹۶۶ء
⦿ وفات مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ [8]	۱۳۹۳ھ	جون ۱۹۷۳ء
⦿ وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی [9]	۱۳۹۹ھ	اپریل ۱۹۷۹ء
⦿ ترکی میں خوفناک زلزلے سے تباہی [10]	۱۴۲۰ھ	اگست ۱۹۹۹ء

---

[1] بیسویں صدی کے اہم واقعات: ص:۱۲۱۔

[2] سیرۃ ثنائی، ص:۴۷۹؛ تقویم تاریخی، ص:۳۴۲۔

[3] قافلہ حدیث، ص: ۷۸۔

[4] تقویم تاریخی، ص:۳۴۵۔

[5] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص:۳۷۹۔

[6] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:۲۱۶۔

[7] کاروانِ سلف، ص: ۱۶۰۔

[8] ہفت روزہ الاعتصام: ۲۳/۶۲۔

[9] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۳۲۳۔

[10] واقعات عالم، ص: ۱۵۴۔

ماہِ جمادی الاخریٰ

جمادی الاخریٰ اسلامی سال کا چھٹا قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ جمادی الاولیٰ ہی کی مانند ہے یعنی ''ج'' مضموم (جُ) ''دَ'' مفتوح (دَ) ی اور الف خاموش ل ساکن (لْ) ہمزہ مضموم (اُ) ''خ'' ساکن (خْ) جبکہ ''ر'' پر الف مقصورہ ہے۔ یعنی جُ، مَا، دَلْ، اُخْ، رَا۔

جمادی الاخریٰ واحد ہے، تثنیہ کی صورت میں جمادی الاخریین اور جمع کی صورت میں جمادیات الاخری، جمادیات الاُخر یا جمادیات الاواخر کہا جاتا ہے۔

ماہِ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ:

ماہِ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی وہی ہے جو اس سے پہلے مہینے جمادی الاولیٰ کی تھی۔ یعنی جمادی کے مہینوں میں سردی خوب پڑتی اور پانی جم جاتے۔ پانی کے جمود یعنی جم جانے کی وجہ سے انھیں جمادی کہا جاتا۔ گویا جمادی الاخریٰ سردی کی وجہ سے پانی جم جانے کا دوسرا مہینا تھا۔

ماہِ جمادی الاخریٰ کے دیگر نام:

ماہِ جمادی الاخریٰ کو جمادی الاخرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ اسے جمادی الثانیہ یا جمادی الثانی کہتے ہیں، مگر عربوں کے ہاں یہ درست نہیں۔ چنانچہ شیخ احمد بن عبداللہ السلمی لکھتے ہیں:

ویخطئ من یقول: جمادی الثانیة بدلا من جمادی الاخرة.[1]

اور اس شخص نے خطا کھائی جس نے اسے جمادی الاخرہ کے بجائے جمادی الثانیہ کہا۔

عربوں میں جمادی الاخریٰ کو ''جمادی ستہ'' بھی کہا جاتا ہے جبکہ دورِ جاہلیت میں اسے رُنّی، رُنَّہ اور ھوبر بھی کہا جاتا تھا۔

ماہِ جمادی الاخریٰ کی جعلی اور بناوٹی نمازیں:

⦿ اس ماہ کی پہلی شب نمازِ مغرب کے بعد پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، ایک مرتبہ

[1] بدع واخطأ تتعلق بالايام والشهور، ص: ۲۹۰.

معوذتین پڑھے اور سجدے میں جا کر تیس مرتبہ ﴿اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کہہ کر نہایت توجہ ویکسوئی سے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگے، اِن شاءاللہ تعالیٰ جو بھی جائز حاجت ہوگی وہ پوری ہوگی۔ اس کے علاوہ پہلی رات کو نمازِ عشاء کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے اور جو جتنا بھی قرآن پاک پڑھ سکتا ہو، پڑھے۔ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر بکثرت استغفار اور درودِ پاک پڑھے۔

- جمادی الاخریٰ کی پہلی شب کو بارہ رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے ادا کرے، اس کے علاوہ نماز عشاء کے بعد چار رکعت نفل نماز اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں تیرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ بفضل باری تعالیٰ ثوابِ عظیم حاصل ہوگا۔
- اس ماہ کی دسویں شب کو بارہ رکعت نفل نماز اس طرح سے دو دو رکعت کر کے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ لایلف پڑھے اور نماز سے فراغت کے بعد ایک مرتبہ سورۂ یوسف تلاوت کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی مفلسی اور تنگ دستی دور ہوجائے گی۔ سارا سال آفات وبلیات سے محفوظ رہے گا۔ تنگی وعسرت نہ آئے گی۔
- جمادی الاخریٰ کی اکیسویں رات سے اس ماہ کی آخری شب تک روزانہ بلا ناغہ نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نفل نماز دو دو رکعت کر کے اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ثواب حاصل ہوگا۔
- اس ماہ کی اُنتیسویں شب کو نماز مغرب کے بعد چار رکعت نفل نماز پڑھے اور سلام کے بعد بکثرت یا سمعلوفی پڑھتا رہے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ چشم خلائق میں معزز ومحترم ہوجائے گا۔[1]

جائزہ: یہ سب نمازیں بھی بناوٹی اور جعلی ہیں۔ شرعاً ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ حدیث کی

[1] بارہ مہینوں کی نفلی عبادات، ص: ٤١، ٤٢.

کسی بھی مستند اور معتبر کتاب میں ان کا ذکر نہیں۔ کتاب وسنت کو چھوڑ کر اپنی طرف سے بنائی ہوئی اس قسم کی نمازیں ادا کرنے میں نہ اطاعت مصطفیٰ ﷺ ہے اور نہ ہی اجر وثواب۔ یہ سب ایجاد فی الدین ہونے کی بنا پر مردود ہیں اور انہیں پڑھنے والا بجائے ثواب کے گناہ کماتا ہے۔

ماہِ جمادی الاخریٰ واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ از طرف قردہ [1]	۳ھ	نومبر ۶۲۴ء
⊙ وفات سیّدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ [2]	۴ھ	نومبر ۶۲۵ء

نوٹ: دوسرا قول ۳ھ کا ہے۔

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ از طرف الطرف [3]	۶ھ	اکتوبر ۶۲۷ء
⊙ سریہ سیّدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ از طرف حسمی [4]	۶ھ	اکتوبر ۶۲۷ء
⊙ سریہ سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ از طرف ذات السلاسل [5]	۸ھ	ستمبر، اکتوبر ۶۲۹ء
⊙ وفات سیّدنا ابوبکر صدیق وخلافت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما [6]	۱۳ھ	اگست ۶۳۴ء

[1] المغازی، ص:۱٦٦؛ ابن سعد: ۱/۲۷۲؛ البدایة: ٤/۱٦٨؛ رحمة للعالمین: ۲/٤۳۳؛ الرحیق المختوم، ص: ۳۳٦.

[2] ابن سعد: ۳/۲٥۲؛ سیر: ۳/٦٤؛ الاستیعاب: ٤/۲٤٤؛ الاصابة، ۲/۱۰۸۲؛ کتاب ازواج النبی؛ ص:۱٤۹.

[3] المغازی، ص:۳۹٤؛ ابن سعد: ۱/۳۱٥؛ الکامل: ۲/۹۰؛ رحمة للعالمین: ۲/٤۳۹؛ الرحیق المختوم، ص: ٤٤۰.

[4] المغازی؛ ص:۳۹٤؛ ابن سعد، ۱/۳۱٦؛ الکامل: ۲/۹۰.

[5] ابن سعد: ۱/۳٥۰؛ المنتظم: ۱/۳۸۳؛ فتح الباری: ۸/۹۳؛ الرحیق المختوم، ص:٥۳۳.

[6] ابن سعد: ۳/۳۹؛ تاریخ خلیفة، ص:٦٤؛ صحیح تاریخ طبری؛ ۳/۱۱٤، مستدرك حاکم: ۳/۸۱؛ الیعتوبی، ۲/۲۱۸؛ مجمع الزوائد: ۹/۳۱؛ البدایة: ۷/۱۰۲؛ سیر: ۲/۲٥۹؛ الکامل: ۲/۲٥۹.

⊙ وفات سیّدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ [1] ۱۳ھ اگست ۶۳۴ء

⊙ وفات سیّدنا ابو کبشہ مولیٰ (غلام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2] ۱۳ھ اگست ۶۳۴ء

⊙ جنگ جمل [3] ۳۶ھ دسمبر ۶۵۶ء

نوٹ: دوسرا قول جمادی الاولیٰ کا ہے۔

⊙ وفات خلیفہ ولید بن عبدالملک وخلافت سلیمان بن عبدالملک [4] ۹۶ھ فروری ۷۱۴ء

⊙ خلیفہ ولید ثانی کا قتل [5] ۱۲۶ھ اپریل ۷۴۴ء

⊙ وفات امام عبدالرحمٰن بن مہدی [6] ۱۹۸ھ جنوری، فروری ۸۱۴ء

نوٹ: دوسرا قول رجب کا ہے۔

⊙ فتنہ ابن طباطبا [7] ۱۹۹ھ جنوری ۸۱۵ء

⊙ وفات ابوالعتاہیہ اسمٰعیل بن قاسم الشاعر [8] ۲۱۱ھ ستمبر ۸۲۶ء

⊙ وفات امام محمد بن سعد الکاتب [9] ۲۳۰ھ فروری ۸۴۵ء

---

[1] تاریخ خلیفة، ص:٦٥؛ مستدرك حاكم: ٣/٥٩٥؛ المنتظم: ٤٧١/١؛ الاستيعاب: ١٤٤/٣.

[2] ابن سعد: ١٨١/٣؛ المنتظم: ٤٦٨/١؛ البداية: ٤٦١/٥؛ تاريخ دمشق: ٢٩٨/٤؛ الاصابة: ٢٣٤٠/٤.

[3] تاريخ خليفة، ص:١١١؛ ابن سعد: ١٥٨/٣؛ المنتظم: ٩٨/٢؛ البداية: ٤٣٣/٧؛ ابن خلدون: ٣٩٣/١۔

[4] صحيح تاريخ طبرى: ٢٠٨/٤، ٢٠٩؛ المنتظم: ٣٣٧/٢؛ البداية: ٣٥٦/٩؛ سير: ٥٠٩/٤؛ ابن خلدون: ٦٣٦/١؛ القضاعي، ص:١٠٨، ١١٠؛ تاريخ الخلفاء، ص:٢٢٤.

[5] تاريخ خليفة، ص:٣٣٦؛ المنتظم: ٤٢١/٢؛ الكامل: ٤٨٥/٤؛ المسعودى: ٢٦٢/٣؛ البداية: ٢١٦/١٠؛ تاريخ الاسلام: ٧/٨؛ تاريخ الخلفاء، ص:٢٤٩۔

[6] ابن سعد: ٢١٠/٧؛ سير: ١١٤/٧؛ تاريخ الاسلام: ١٥٤/١٣؛ تهذيب الكمال: ٢٨٥/٦؛ تهذيب التهذيب: ٢٤٩/٦.

[7] الكامل: ٤٠٧/٥؛ المنتظم: ٢٢٩/٣؛ تاريخ الاسلام: ٤٣/١٣؛ تاريخ الخلفاء، ص:٤٧٥؛ تقويم تاريخى، ص:٥٠.

[8] تاريخ مدينة السلام: ٢٣٧/٧؛ سير: ٤٢٥/٧؛ المنتظم: ٢٨٩/٣؛ البداية: ٤٦/١١.

[9] تاريخ مدينة السلام: ٢٦٨/٣؛ تاريخ دمشق: ٦٥/٥٣؛ ابن خلكان: ٦٩٧/٤؛ تهذيب الكمال: ٧٠٩/٨؛ سير: ٦٩٤/٤.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات امام بقی بن مخلد [1]	۲۷۶ھ	اکتوبر ۸۸۹ء
⊙ وفات امام ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی [2]	۲۸۱ھ	اگست ۸۹۴ء
⊙ وفات عبداللہ بن امام احمد بن حنبل [3]	۲۹۰ھ	مئی ۹۰۳ء
⊙ وفات مؤرخ ابوالحسن علی بن حسین المسعودی [4]	۳۴۵ھ	ستمبر ۹۵۷ء
⊙ وفات امام ابواحمد عبداللہ ابن عدی الجرجانی [5]	۳۶۵ھ	فروری ۹۷۵ء
⊙ ولادت حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی [6]	۳۹۲ھ	مئی ۱۰۰۲ء
⊙ وفات علامہ ابوبکر عبداللہ بن احمد القفال المروزی [7]	۴۱۷ھ	جولائی ۱۰۲۶ء
⊙ بغداد میں شدید سیلاب [8]	۴۶۶ھ	فروری ۱۰۷۴ء
⊙ وفات امام ابواسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی [9]	۴۷۶ھ	نومبر ۱۰۸۳ء
⊙ وفات امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی [10]	۵۰۵ھ	دسمبر ۱۱۱۱ء
⊙ وفات ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ [11]	۵۴۴ھ	اکتوبر ۱۱۴۹ء

دوسرا قول رمضان کا ہے۔

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات امام ابومحمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المقری [12]	۵۹۰ھ	جون ۱۱۹۴ء

---

[1] سیر: ۹/۱۵۸؛ تاریخ الاسلام: ۲۰/۲۱۹؛ تقویم تاریخی؛ ص:٦٩.

[2] تاریخ دمشق: ۳۵/ ۱٤٥؛ تاریخ الاسلام: ۲۱/ ١٦٠؛ تهذیب الکمال: ٦/۲۲۳.

[3] تاریخ مدینة السلام: ۱۱/ ۱٤؛ سیر: ۹/۲۸۹؛ المنتظم: ٤/٤۲؛ تهذیب الکمال: ٥/۲٤۸؛ البدایة: ۱۱/ ۳۷۹؛ الکامل: ٦/٤۰۸.

[4] سیر: ۱۰/۳۲٥؛ تاریخ الاسلام: ۲٥/ ۱۹۲.

[5] سیر: ۱۰/٤۲۳؛ الکامل: ۷/۳٤۲؛ تاریخ الاسلام: ۲٦/ ۲٤۷؛ البدایة: ۱۲/ ۲۸۰.

[6] تاریخ مدینة السلام: ۱۳/ ۱۳٥؛ سیر: ۱۱/٥۱٤.

[7] سیر: ۱۱/۲۱۹؛ تاریخ الاسلام: ۲۸/ ۲٤۷؛ تقویم تاریخی، ص:۱۰٥.

[8] المنتظم: ٤/٤٦٥؛ البدایة، ۱۳/ ۱۸۷.

[9] المنتظم: ٤/ ٤۹۰؛ الکامل: ۸/٤۰٤؛ سیر: ۱۱/٦۱۷؛ البدایة: ۱۳/۲۱۳.

[10] المنتظم: ٥/٦۳؛ ابن خلکان: ٤/٥۸۷؛ سیر: ۱۲/ ۱۹٥؛ البدایة: ۱٤/ ۱٦.

[11] سیر: ۱۲/٤٦٦؛ ابن خلکان: ۳/۳۹۱؛ الاحاطة فی اخبار غرناطه: ۲/۱۳٤.

[12] سیر: ۱۳/ ۱٤۱؛ ابن خلکان: ٤/٤۷٥؛ البدایة: ۱٤/٤۲۸.

⊙ ارضِ حجاز سے آگ کا خروج [1]	۶۵۴ھ	جولائی ۱۲۵۶ء
⊙ وفات شیخ جلال الدین الرومی الصوفی [2]	۶۷۲ھ	دسمبر ۱۲۷۳ء
⊙ وفات احمد بن علی القلقشندی [3]	۸۲۱ھ	جولائی ۱۴۱۸ء
⊙ وفات اکبر بادشاہ [4]	۱۰۱۴ھ	اکتوبر ۱۶۰۵ء
⊙ وفات قاضی محمد بن علی الشوکانی [5]	۱۲۵۰ھ	اکتوبر ۱۸۳۴ء
⊙ ولادت مولانا عبدالتواب ملتانی [6]	۱۲۸۸ھ	ستمبر ۱۸۷۱ء
⊙ وفات نواب صدیق حسن خان قنوجی [7]	۱۳۰۷ھ	فروری ۱۸۹۰ء
⊙ وفات مناظر اسلام مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی [8]	۱۳۳۶ھ	مارچ ۱۹۱۸ء
⊙ وفات سید احمد حسن دہلوی [9]	۱۳۳۸ھ	مارچ ۱۹۲۰ء
⊙ وفات حمید الدین فراہی [10]	۱۳۴۹ھ	نومبر ۱۹۳۰ء
⊙ وفات سیّد محمد شریف گھڑیالوی [11]	۱۳۶۳ھ	مئی ۱۹۴۴ء
⊙ آزادی سوڈان [12]	۱۳۷۵ھ	جنوری ۱۹۵۶ء
⊙ بابری مسجد کی شہادت [13]	۱۴۱۳ھ	دسمبر ۱۹۹۲ء

---

(1) البداية: ١٥/٢٨٩؛ تاريخ الاسلام: ٤٨/١٣.

(2) تاریخ دعوت و عزیمت: ١/٣٥٦؛ تقویم تاریخی، ص:١٦٨.

(3) ابناء الغمر: ١/٤٦٨؛ معجم المؤلفين: ١/٣١٧؛ تقویم تاریخی، ص:٢٠٦.

(4) تاریخ ملت: ٢/٨٠٢؛ تقویم تاریخی، ص:٢٥٤.

(5) نيل الوطر: ٢/٣٥٠. (6) تذكرة النبلاء، ص:٢٥٢.

(7) تقویم تاریخی؛ ص:٣٢٧؛ تذكرة النبلاء، ص:٣٢٤؛ نزهة الخواطر: ٨/٢٦٧.

(8) دبستانِ حدیث، ص:١٨٠.

(9) برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص:٧٥.

(10) یادِ رفتگاں، ص:١١٠.

(11) کاروانِ سلف: ص:٥٤.

(12) تقویم تاریخی، ص:٣٤٤.

(13) بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:٤٠٠.

⦿ وفات مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری ❶	۱۴۱۶ھ	نومبر ۱۹۹۵ء
⦿ بے نظیر حکومت معزول ❷	۱۴۱۷ھ	نومبر ۱۹۹۶ء
⦿ وفات محدث العصر ناصر الدین البانی	۱۴۲۰ھ	اکتوبر ۱۹۹۹ء
⦿ سانحہ نائن الیون	۱۴۲۲ھ	ستمبر ۲۰۰۱ء
⦿ وفات خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز	۱۴۲۶ھ	اگست ۲۰۰۵ء
⦿ سانحہ لال مسجد و جامعہ حفصہ	۱۴۲۸ھ	جولائی ۲۰۰۷ء
⦿ وفات مولانا محمد شریف الٰہ آبادی	۱۴۳۰ھ	جون ۲۰۰۹ء
⦿ وفات مولانا محمد ادریس فاروقی	۱۴۳۱ھ	جون ۲۰۱۰ء

❶ کاروانِ سلف، ص: ٤٠٤؛ سلطان محمود جلال پوری، حیات و خدمات، ص: ٣٢٠.

❷ بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ٤٢٣.
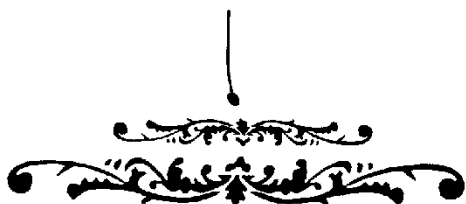
ماہِ رجب

رجب اسلامی سال کا ساتواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: ر اور ج دونوں مفتوح ہیں یعنی رَجَبْ۔ یہ اسم مشتق ہے اور ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔

لفظ رجب ترجیب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: تعظیم کرنا، عربی میں محاورہ بولا جاتا ہے: رجبت هذا الشهر یعنی میں نے اس مہینے کی تعظیم کی۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: رجب فلان مولاه فلاں شخص نے اپنے مالک کی تعظیم کی۔ رجب کی جمع رَجاب، رُجوب، رجبات اور ارجاب وغیرہ آتی ہیں۔ کہا جاتا ہے: اَجَّلْتُكَ إلى سبعة ارجاب میں نے تجھے سات رجب یعنی سات سال تک کی مہلت دی۔

ماہِ رجب کی وجہ تسمیہ:

⊙ علامہ رافعی لکھتے ہیں:

سمی به لأنهم كانوا يعظمونه ولا يستحلون فيه القتال، والجمع ارجاب، وربما ضموا اليه شعبان وسموهما رجبين. [1]

رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرب لوگ اس مہینے کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس میں لڑنا حرام سمجھتے تھے، رجب کی جمع ارجاب ہے، بسا اوقات ماہِ شعبان کو اس کے ساتھ ملاتے ہوئے دونوں کو "رجبین" بھی کہتے تھے۔

⊙ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماہِ رجب کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

((لانه يترجب فيه خير كثير لشعبان ورمضان.)) [2]

"(اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) اس میں شعبان اور رمضان کے لیے بہت ساری خیر تیار کی جاتی ہے۔" یعنی رجب تیاری کے معنی میں ہے۔

[1] التدوین: ۱/۱٦٥۔ [2] فضائل شهر رجب للامام ابی محمد الحسن بن محمد الخلال، رقم:٢.

تاہم اس مذکورہ روایت کی سند میں زیاد بن میمون کذاب راوی ہے۔ لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

⊙ ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی رجب کو خوف کے معنی میں لیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: رجب کو رجب کہنے کی وجہ اس مہینے میں کوئی خوف تھا۔ اسی لیے عربوں میں "رَجَبْتُ الشَیْأَ" ابھی تک بطور محاورہ مستعمل ہے۔ ایک محاورہ "فلا تهسَّبُها و لا تَرْجَبُّهَا" بھی ہے۔ [1]

⊙ بعض کے نزدیک ترجیب کا معنی کثرت سے اللہ کا ذکر اور اس کی عظمت کا اظہار کرنا بھی ہے جیسا کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَاِنَّمَا سُمِّیَ رَجَبُ، لِاَنَّ الْمَلَائِکَةَ تَرَجَّبَ فِیْهِ بِالتَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّمْجِیْدِ لِلْجَبَّارِ عَزَّوَجَلَّ. [2]

ماہِ رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں فرشتے بکثرت اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید اور تقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔

لیکن اس روایت کی سند میں عثمان بن عبداللہ الشامی ہے جس کے متعلق ابن عدی کہتے ہیں: یروی الموضوعات عن الثقات وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا تھا۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس نے مالک، لیث اور ابن لہیعہ وغیرہ سے موضوع حدیثیں بیان کی ہیں۔ امام جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ جھوٹا ہے اور حدیث کا چور ہے۔ [3]

لہٰذا مذکورہ روایت بھی اسی کی اختراع ہے۔

⊙ ابوزید یحییٰ بن زیاد، امام الفراء سے نقل کرتے ہیں کہ رجب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں لوگ کھجوروں کے خوشوں کو سہارا دے کر روکتے تھے اور شاخوں کے ساتھ پتے

---

[1] تاریخ المسعودی: ۲/۱۳۶.

[2] فضائل شهر رجب للخلال، رقم:۱٦.

[3] میزان الاعتدال: ۳/٤۱.

بھی باندھ دیتے تا کہ ہوا سے ٹوٹ نہ جائیں۔ اسی سے یہ محاورہ ہے: رَجَبْتُ النَّخْلَةَ تَرْجِيبًا کہ میں نے کھجور کے اردگرد سہارے کھڑے کر دیے۔ [1]

اسی طرح رجب کی وجہ تسمیہ میں اور بھی بہت سے اقوال منقول ہیں تاہم علامہ رافعی کا قول ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم

ماہِ رجب کے دیگر نام:

ماہِ رجب کے بہت سارے نام بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱: **رجب مضر**: سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ.)) [2]

''بے شک زمانہ پھر اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس پر اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا، سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین لگاتار یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، جب کہ چوتھا رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔''

اس حدیث میں رجب کو ''رجب مضر'' کہا گیا ہے۔ مضر دراصل عربوں میں ایک قبیلہ تھا جس کے لوگ دوسروں کی بہ نسبت اس مہینے کی تعظیم وتکریم میں نہایت مبالغہ کرتے تھے۔ اس لیے اس کی نسبت ان کی طرف کرتے ہوئے اسے ''رجب مضر'' کا نام دیا گیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اضافه اليهم لانهم كانوا متمسكين بتعظيمه ، بخلاف غيرهم

---

[1] بحواله غنية الطالبين، ص: ٣٤٦.

[2] بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع ارضين، رقم: ٣١٩٧.

فیقال: ان ربیعة کانوا یجعلون بدله رمضان، وکان من العرب من یجعل فی رجب وشعبان ما ذکر فی المحرم وصفر، فیحلون رجبا ویحرمون شعبان، ووصفه بکونه بین جمادی وشعبان تاکیدا. [1]

ماہِ رجب کی قبیلہ مضر کی طرف اضافت فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بہ نسبت دوسروں کے اس کی زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قبیلہ ربیعہ رجب کی بجائے رمضان کو محترم سمجھتا تھا، عرب میں ایسے لوگ بھی تھے جو رجب اور شعبان کے ساتھ محرم اور صفر والا سلوک کرتے یعنی کبھی رجب کو قتال کے لیے حلال ٹھہراتے اور شعبان کو حرام اور کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا اس لیے تاکیداً فرمایا کہ جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

۲: شهر الاصم: اصم کا معنی ہے ''بہرا'' رجب کو اصم اس لیے کہا جاتا کہ اس مہینے میں نہ تو قتل وغارت کی آواز آتی، نہ ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دیتی، اور نہ ہی کوئی فریادی شور مچاتا تھا۔ [2]

۳: **شهر الاصب**: رجب کو اصب اس لیے کہا جاتا ہے کہ ''الاصب'' پانی بہانے کو کہتے ہیں۔ شہر الاصب یعنی خوب پانی کی طرح رحمت بہانے والا مہینا۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس مہینے میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خوب برستی ہے۔

۴: **مُنَصِّلَ الْاَسِنَّة**: نیزوں سے ان کے پر ہٹا دینے والا، ماہِ رجب میں لوگ اس کی حرمت کی وجہ سے اپنے نیزوں سے ان کے پر نکال کر محفوظ جگہ رکھ دیتے تھے۔ اسی طرح تیروں، تلواروں کو ترکشوں اور نیاموں میں ڈال لیتے تھے۔

جناب ابورجاء عطاردی بیان کرتے ہیں کہ ہم پہلے پتھر کی پوجا کرتے تھے اگر کوئی پتھر

---

[1] فتح الباری: ۸/۴۱۳.

[2] مصباح اللغات، ص: ۴۷۹، المنجد، ص: ۴۳۴ عربی.

ہمیں اس سے اچھا مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے اور دوسرے کی پوجا شروع کر دیتے، اگر ہمیں پتھر نہ ملتا تو مٹی کا ایک ٹیلہ بنا لیتے اور بکری لا کر اس پر دوہتے پھر اس ٹیلے کے گرد طواف کرتے۔ جب رجب کا مہینا آ جاتا تو ہم کہتے: مُنَصِّلُ الْأَسِنَّةِ یعنی نیزوں سے ان کے پر ہٹا دینے والا مہینہ ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس لوہے سے بنے ہوئے جتنے بھی نیزے یا تیر ہوتے ہم رجب کے مہینے میں انھیں اپنے سے دور رکھتے اور انھیں کسی طرف پھینک دیتے۔ [1]

مطلب یہ کہ جب رجب کا مہینا آتا تو وہ لوگ اس کی حرمت اور بزرگی کی وجہ سے اس کے احترام میں اپنے ہر طرح کے لوہے کے ہتھیار اتار کر رکھ دیتے تھے۔ جنگیں موقوف ہو جایا کرتی تھیں، کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا اسی بنا پر اس مہینے کو منصل الاسنة کہا جاتا۔

۵: **شہر رجم**: رجب کو شہر رجم بھی کہا جاتا۔ بعض لوگوں کے خیال میں اس مہینے میں شیطانوں پر کثرت سے انگارے برسائے جاتے ہیں تاکہ وہ اس میں مومنوں کو ایذا نہ پہنچائیں۔ اس لیے اسے شہر رجم کہا جاتا۔ تاہم یہ فضیلت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

۶: **شہر الحرام**: ماہِ رجب حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے اس لیے اسے شہر الحرام یعنی حرمت والا مہینا بھی کہا جاتا ہے۔

۷: **شہر حرم**: حرم اسے کہتے ہیں جس کی عزت کی جائے۔ ماہِ رجب کو ماہِ حرم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی حرمت زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔

۸: **شہر مقیم**: مقیم کا معنی ہے: برقرار رہنے والا۔ اسے ماہِ مقیم کہنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس کی حرمت برقرار اور قائم و دائم ہے۔

۹: **شہر مُعلّی**: معلّٰی کا معنی ہے: بلند کیا ہوا، ماہِ رجب کو معلّٰی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے ہاں یہ مہینا دوسرے مہینوں سے بلند رتبے والا تھا۔

۱۰: **شہر فرد**: رجب کو فرد اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت والے مہینوں سے الگ

---

[1] بخاري، كتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة ......: ٤٣٧٦.

ہے۔ یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تین اکٹھے حرمت والے مہینے ہیں جبکہ رجب ان سے الگ ہے۔

۱۱: **شهر العتيرة**: عتیرۃ اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے دورِ جاہلیت میں لوگ رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ ماہِ رجب کو شہر العتیرۃ کہنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اس میں بتوں کے نام پر خصوصی طور پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔

۱۲: **شهر مضر**: صحیح مسلم میں سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں ماہِ رجب کو ''شہر مضر'' بھی کہا گیا ہے۔ [1]

رجب کو شہر مضر کہنے کی وجہ بالکل وہی ہے جو اوپر رجب مضر کی گزری ہے۔

۱۳: **شهر مُطهِّر**: مطہر کا معنی ہے: پاک کرنے والا، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: رجب کو مطہر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ روزے داروں کو گناہوں اور تمام برائیوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ [2]

علمائے کرام نے اس کے علاوہ بھی ماہِ رجب کے اور بہت سے نام بیان کیے ہیں، مثلاً:
منصل الآل، منزع الاسنة، مبری، شهر الله، مُنَفِّسْ، هرم، مُقَشْقِشُ وغیرہ۔ [3]

ہمارے ہاں رجب کے ساتھ المرجب کا اضافہ کر کے اسے رجب المرجب کہتے ہیں۔

ماہِ رجب کی فضیلت:

ماہِ رجب کے متعلق اتنا تو ثابت ہے کہ یہ حرمت والے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے انتہائی محترم ہے۔ تاہم اس کے علاوہ کوئی مخصوص فضیلت ثابت نہیں۔

قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لـم يـرد فـي رجب على الخصوص سنة صحيحة، ولا سنة

---

[1] مسلم، کتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدما......، ١٦٧٩۔ [2] غنية الطالبين: ١/٤٣٥۔

[3] دیکھئے تبيين العجب بما ورد في فضل رجب، ص:٦٩، ٧٠۔ لطائف المعارف، ص:٢٢٥۔

ضعيفة، ضعفا خفيفا، بل جميع ما ورد فيه على الخصوص، اما موضوع مكذوب، او ضعيف شديد الضعف. ❶

خاص طور پر رجب کے متعلق کوئی صحیح یا کم ضعف والی سنت ثابت نہیں بلکہ اس سلسلے میں وارد تمام روایات من گھڑت یا شدید ضعف والی ہیں۔

ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔'' ❷

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں زائدہ بن ابی الرقاد منکر الحدیث اور اس کا شیخ زیاد النمیری ضعیف ہے۔

❀ ''مہینوں میں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مہینا رجب کا ہے۔ یہ اللہ کا مہینا ہے، جس نے اس کی تعظیم کی اس نے اللہ کے فیصلے کی تعظیم کی اور جس نے اللہ کے فیصلے کی تعظیم کی تو اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں والی جنتوں میں داخل کرے گا اور اس کے لیے اپنی بڑی رضامندی واجب کردے گا۔'' ❸

یہ روایت موضوع ہے اس میں نوح بن ابی مریم کذاب، زید العمی اور یزید الرقاشی ضعیف ہیں۔

❀ ''رجب کی دوسرے مہینوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے قرآن کی دوسرے اذکار پر فضیلت ہے۔'' ❹

---

❶ السيل الجرار: ٢/١٤٣.

❷ احمد: ١/٢٥٩.

❸ فضائل الاوقات، رقم: ١٠.

❹ تبيين العجب، ص:٩٢.

یہ روایت موضوع ہے، اس میں ھبۃ اللہ السقطی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

ماہِ رجب کے روزے:

جناب عثمان بن حکیم انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے متعلق پوچھا، اس وقت رجب ہی کا مہینا تھا، تو انھوں نے کہا کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب چھوڑنے لگتے تو ہم کہتے کہ اب آپ نہیں رکھیں گے۔ [1]

❀ معاذہ عدویہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ معاذہ کہتی ہے کہ میں نے پوچھا: کون سے دنوں میں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ دنوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے بلکہ مہینے کے جن دنوں چاہتے، روزہ رکھ لیتے۔ [2]

ان احادیث سے پتا چلا کہ ماہِ رجب میں روزہ رکھنا جائز ہے اس کی ممانعت نہیں۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ [3]

لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں داوٗد بن عطاء بالاتفاق ضعیف ہے۔ البتہ بطور خاص ماہِ رجب کے روزے رکھنے ثابت نہیں۔ جیسا کہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واما الصيام ، فلم يصح فى فضل صوم رجب بخصوصه شى عن النبى ﷺ ولا عن الصحابة . [4]

رجب کے مخصوص روزوں کی فضیلت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے کچھ بھی ثابت نہیں۔

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی ﷺ فی غیر رمضان، رقم: ۱۱۵۷.

[2] مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب قیام ثلاثة ایام، رقم: ۱۱۶۰.

[3] ابن ماجه، کتاب الصیام، باب صیام اشهر الحرم، رقم: ۱۷۴۳.

[4] لطائف المعارف، ص:۲۲۸.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

لم يرد في فضل شهر رجب، ولا في صيامه، ولا في صيام شيء منه معين، ولا في قيام ليلة مخصوصة فيه حديث صحيح يصلح للحجة، وقد سبقني إلى الجزم بذلك الإمام أبو اسمٰعيل الهروي الحافظ، رويناه عنه بإسناد صحيح، وكذلك رويناه عن غيره. [1]

ماہِ رجب کی فضیلت، اس کے مخصوص روزوں اور مخصوص راتوں کے قیام کے متعلق کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جو حجت کے قابل ہو اور مجھ سے قبل یہی یقینی بات امام الحافظ ابواسمٰعیل الہروی وغیرہ نے بھی کہی ہے جسے ہم نے بسند صحیح ان سے بیان کیا ہے۔

- امام ابن جوزی، امام الساجی الحافظ سے بیان کرتے ہیں کہ امام عبداللہ انصاری رجب میں روزہ نہ رکھتے اور اس سے منع کرتے بلکہ فرماتے:

ما صح في فضل رجب وفي صيامه عن رسول الله ﷺ. [2]

رسول اللہ ﷺ سے رجب کی فضیلت یا اس میں روزوں کی فضیلت کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں۔

- امام شوکانی، علی بن ابراہیم العطار سے بیان کرتے ہیں:

ان ما روي في فضل صيام رجب، فكله موضوع وضعيف، لا أصل له. [3]

رجب کے روزوں کے متعلق جتنی بھی روایات ہیں وہ سب من گھڑت، ضعیف اور بے بنیاد ہیں۔

---

1. تبيين العجب بما ورد في فضل رجب، ص: ۷۱۔
2. الموضوعات: ۲/ ۱۲۰۔
3. الفوائد المجموعه، ص: ۳۹۲۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وورد فی فضل صومه احادیث لم یثبت منها شیء، بل هی مابین منکر وموضوع.[1]

اور رجب کے روزے کی فضیلت میں کچھ احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں بلکہ سب منکر اور موضوع کے درمیان ہیں۔

ضعیف اور موضوع روایات:

❀ ''رجب عظیم مہینا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو دگنا کرتا ہے۔ جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے اور جس نے اس کے سات روزے رکھے اس پر دوزخ کے سات دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور جو اس کے آٹھ روزے رکھے گا تو اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جس نے اس کے دس روزے رکھے تو وہ اللہ سے جو مانگے گا اسے دیا جائے گا اور جس نے اس کے پندرہ روزے رکھے تو آسمان سے اعلان کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ تیرے گزشتہ گناہ معاف ہوگئے ہیں، لہٰذا اب نئے سرے سے عمل کر۔ اور جو کوئی زیادہ روزے رکھے گا اسے زیادہ اجر ملے گا۔ ماہِ رجب میں ہی نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو انہوں نے اس کا روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا حکم دیا۔''[2]

یہ روایت موضوع ہے، اس میں عثمان بن مطر الشیبانی منکر الحدیث اور عبدالغفور سخت ضعیف، متروک جبکہ عبدالعزیز بن سعید مجہول ہے۔

❀ ''جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہا جاتا ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، تو جس شخص نے ماہِ رجب کے کسی ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے اس نہر سے پانی پلائے گا۔''[3]

---

[1] الشماریخ فی علم التاریخ، ص: ٤٠.

[2] طبرانی کبیر، رقم: ٥٤٠٥. [3] فضائل الاوقات، رقم:٩.

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔[1]

❀ ''جس نے ماہِ رجب کے تین روزے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے پورے مہینے کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔ جس نے رجب کے سات روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم کے سات دروازے بند کردے گا۔ جس نے اس کے آٹھ روزے رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اور جس نے اس مہینے کے آدھے روزے رکھے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی لکھ دے گا، اور جس کے لیے اس کی رضا لکھ دی گئی اسے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اور جس نے پورے مہینے کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسانی سے لے گا۔''[2]

یہ روایت باطل ہے، اس میں ابان سخت ضعیف اور عمرو بن الازہر کذاب جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

۴: ''ماہِ رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ دوسرے دن کا روزہ دو سال جبکہ تیسرے دن کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس کے بعد ہر دن کا روزہ ایک ایک مہینے کے گناہوں کا کفارہ ہے۔''[3]

یہ روایت بلاشبہ باطل ہے، اس کے راوی سوائے چند ایک کے باقی سارے مجہول ہیں۔

❀ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے بعد رجب اور شعبان کے علاوہ اور کسی مہینے کے کثرت سے روزے نہیں رکھتے تھے۔''[4]

یہ روایت ضعیف ہے اس میں یوسف بن عطیہ الصفار ضعیف ہے۔

❀ ''جس نے رجب کی کسی رات شب بیداری کی اور دن کو روزہ رکھا اسے اللہ تعالیٰ جنت کے پھل کھلائے گا۔ جنتی لباس پہنائے گا اور رحیق مختوم سے پلائے گا، سوائے

---

[1] میزان الاعتدال: ٤/١٨٩، تبیین العجب، ص:٧٦، ٨١.

[2] الموضوعات: ٢/١١٨.

[3] فضائل شهر رجب الخلال، رقم: ١٠.

[4] طبراني الاوسط، رقم: ٩٤٢٢.

اس شخص کے جس نے یہ کام کیے: کسی کو ناحق قتل کیا، یا کسی فریادی کو سنا جو رات یا دن کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہا تھا لیکن اس نے اس کی حاجت پوری نہ کی۔''[1]

یہ روایت موضوع ہے، اس میں حصین بن مخارق ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

❀ ''رجب اللہ کا مہینا ہے، شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینا ہے۔ جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رجب کا ایک روزہ رکھا اس کے لیے اللہ کی رضا واجب ہوگئی اور اس کا مسکن جنت الفردوس ہے۔ جس نے رجب کے دو روزے رکھے اللہ تعالیٰ اسے دوگنا اجر دے گا۔ ایک گنا اجر دنیا کے پہاڑ جتنا ہے۔ جس نے رجب کے تین روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک سال کی مسافت کی طویل خندق بنا دے گا۔ جس نے رجب کے چار روزے رکھے اسے جنون، کوڑھ اور پھلبہری جیسی بیماریوں سے عافیت ملے گی۔ مسیح دجال اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ جس نے رجب کے چھ روزے رکھے وہ اپنی قبر سے اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔ جس نے رجب کے سات روزے رکھے اس کے لیے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردیے جائیں گے۔ جس نے رجب کے آٹھ روزے رکھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے۔ جس نے رجب کے نو روزے رکھے وہ اپنی قبر سے قیامت کے دن جنت کی طرف منہ کرکے لا الہ الا اللہ پکارتا ہوا اٹھے گا۔ جس نے رجب کے دس روزے رکھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ پل صراط کے ہر میل پر ایک فرش بچھا دے گا جس سے اسے راحت ملے گی۔ جس نے رجب کے گیارہ روزے رکھے وہ قیامت کی صبح سے اچھی صبح کبھی نہ دیکھے گا سوائے اس آدمی کے جس نے اتنے یا اس سے زیادہ رجب کے روزے رکھے ہوں گے۔ جس نے رجب کے بارہ روزے رکھے اللہ تعالیٰ اسے

---

[1] الموضوعات: ٢/١١٩.

قیامت کے دن دو چوغے پہنائے گا ایک چوغا دنیا اور جو اس میں ہے سب سے بہتر ہوگا۔ جس نے رجب کے تیرہ روزے رکھے اس کے لیے قیامت کے دن عرش کے سائے میں ایک دستر خوان رکھا جائے گا پس وہ کھا رہا ہوگا جبکہ لوگ سخت تکلیف میں ہوں گے۔ جس نے رجب کے چودہ روزے رکھے اللہ تعالیٰ اسے ایسا ثواب عطا کرے گا جسے کسی آنکھ نے نہ کبھی دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی آدمی نے دل میں اس کا تصور کیا ہوگا۔ اور جس نے رجب کے پندرہ روزے رکھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن امن والی جگہ پر ٹھہرائے گا۔''[1]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر گھڑی گئی ہے۔ اس کے راوی کسائی کا کوئی اتا پتا نہیں جبکہ نقاش متہم ہے۔

ماہِ رجب کی مخصوص نمازیں:

ماہِ رجب کی مخصوص نمازوں کے متعلق نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام سے کوئی ایک بھی صحیح روایت ثابت نہیں۔ اس سلسلے میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ یا تو سخت ضعیف ہیں اور یا پھر موضوع۔ اسی لیے علمائے کرام نے رجب کی مخصوص نمازوں کو بدعت قرار دیا ہے۔ چناں چہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاما الصلاة، فلم يصح فى شهر رجب صلاة مخصوصة تختص به، والاحاديث المروية فى فضل صلاة الرغائب فى اوّل ليلة جمعة من شهر رجب كذب وباطل لا تصح .[2]

ماہ رجب میں کسی نماز کو مخصوص کر لینا صحیح نہیں۔ صلاۃ الرغائب کے متعلق جو احادیث مروی ہیں وہ سب جھوٹی اور باطل ہیں، صحیح نہیں ہیں۔

صلاۃ الرغائب: صلاۃ الرغائب یہ ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات مغرب وعشاء

---

[1] الموضوعات: ۲/۱۱۷، ۱۱۸.

[2] لطائف المعارف، ص:۲۲۸.

کے درمیان بارہ رکعات دو دو کر کے اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ الفاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورہ القدر اور بارہ مرتبہ سورہ الاخلاص کی تلاوت کرے۔ نماز سے فارغ ہو کر نبی ﷺ پر ستر بار یہ درود پڑھا جائے: اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی الہ. پھر سجدہ کرے اور ستر دفعہ یہ دعا پڑھے: سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح. اس کے بعد سر اٹھا کر یہ دعا ستر بار پڑھے: رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت العزیز الاعظم. بعدازاں دوسرا سجدہ بھی اسی طرح کرے۔ اس کے بعد وہ جو کچھ بھی مانگے گا اسے عطا کیا جائے گا۔ [1]

امام نووی صلاۃ الرغائب اور صلاۃ الالفیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نمازیں بہت بری بدعت ہیں۔ قوت القلوب اور احیاء علوم الدین میں ان کے تذکرے سے دھوکا نہ کھائیں۔ اور نہ ہی ان کے متعلق گھڑی ہوئی روایات سے دھوکا کھائیں، کیونکہ وہ پوری کی پوری باطل ہیں۔ [2]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واما صلاۃ الرغائب، فلا اصل لھا، بل ھی محدثۃ، فلا تستحب لا جماعۃ ولا فرادی، فقد ثبت فی صحیح مسلم: ان النبی ﷺ نھی ان تخص لیلۃ الجمعۃ بقیام او یوم الجمعۃ بصیام والاثر الذی ذکر فیھا کذب موضوع باتفاق العلماء، ولم یذکرھا احد من السلف والائمۃ اصلا.

صلاۃ الرغائب کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ نہ یہ جماعت کی صورت میں مستحب ہے اور نہ ہی اکیلے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے شب جمعہ کو قیام اور یومِ جمعہ کو روزے کے ساتھ مخصوص کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس نماز کی فضیلت میں جو روایت

---

[1] الموضوعات: ٤٨/٢.

[2] المجموع: ٣٧٩/٣.

بیان کی جاتی ہے وہ باتفاق علماء موضوع من گھڑت ہے اسے ائمہ سلف میں سے کسی نے ذکر نہیں کیا۔

مزید فرماتے ہیں:

صلاة الرغائب بدعة باتفاق ائمة الدين، لم يسنها رسول الله ﷺ ولا احد من خلفائه ولا استحبها احد من ائمة الدين، كمالك، والشافعي، واحمد وابي حنيفة والثوري والاوزاعي والليث وغيرهم، والحديث المروى فيها كذب باجماع اهل المعرفة بالحديث . ❶

صلاۃ الرغائب باتفاق ائمہ دین بدعت ہے۔ نہ اسے رسول اللہ ﷺ نے مسنون قرار دیا اور نہ ہی آپ کے خلفاء میں سے کسی ایک نے، اور نہ ہی ائمہ دین جیسے امام شافعی، مالک، احمد، ابوحنیفہ، ثوری، اوزاعی، لیث وغیرہ نے اسے مستحب کہا ہے۔ اس سلسلے میں مروی حدیث جھوٹی ہے۔ اس پر حدیث کی معرفت رکھنے والوں کا اجماع ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صلاة الرغائب في اول ليلة جمعة من شهر رجب، كذب وباطل لا تصح، وهذه الصلاة بدعة عند جمهور العلماء، ومن ذكر ذلك من اعيان العلماء المتاخرين من الحفاظ ابواسمعيل الانصاري، وابوبكر بن السمعاني، وابو الفضل بن ناصر، وابوا الفرج بن الجوزي وغيره، وانما لم يذكرها المتقدمون لانها احدثت بعدهم، واول ما ظهرت بعد الاربعمائة، فلذلك لم يعرفها المتقدمون ولم يتكلموا فيها . ❷

---

❶ مجموع الفتاوى: ٢٣/ ١٣٢، ١٣٤۔ ❷ لطائف المعارف، ص: ٢٢٨۔

ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب ادا کی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' مردود اور باطل ہے، صحیح نہیں۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ نماز بدعت ہے۔ اسے بدعت ذکر کرنے والے علماء متاخرین ہیں جیسے ابواسماعیل الانصاری، ابوبکر بن سمعانی، ابوالفضل بن ناصر، ابوالفرج بن الجوزی وغیرہ۔ باقی رہے متقدمین تو انھوں نے اس نماز کا ذکر ہی نہیں کیا کیونکہ یہ ان کے بعد کی ایجاد ہے۔ یہ نماز چار صدیوں بعد ظاہر ہوئی جس وجہ سے متقدمین اسے جانتے نہ تھے اور نہ ہی انھوں نے اسے ذکر کیا۔

ضعیف وموضوع روایات:

- ''جس نے رجب کی پہلی شب نماز مغرب ادا کی پھر اس کے بعد بیس رکعت دو دو کر کے اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں سورۂ الفاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھی، تو جانتے ہو کہ اس کا ثواب کتنا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کی جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت فرمائے گا، اسے عذاب قبر سے بچائے گا۔'' اور وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔''[1]

  ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے اکثر راوی مجہول ہیں۔

- ''جس نے رجب کے کسی ایک دن کا روزہ رکھا اور اس میں چار رکعت نماز اس طرح ادا کی کہ پہلی رکعت میں سو بار آیت الکرسی اور دوسری میں سو بار سورۂ اخلاص پڑھی تو وہ مرنے سے پہلے ہی جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا۔''[2]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت رسول اللہ ﷺ پر گھڑی گئی ہے، اس کے اکثر راوی مجہول ہیں، جبکہ ایک راوی عثمان متروک ہے۔

---

[1] الموضوعات: ٢/٤٦.

[2] الموضوعات: ٢/٤٧.

❀ ''جس نے رجب کی پندرھویں شب چودہ رکعت نماز اس طرح ادا کی کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ الفاتحہ، بیس دفعہ سورۂ اخلاص جبکہ سورۂ الفلق اور الناس تین تین دفعہ پڑھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر دس دفعہ مجھ پر درود پڑھا۔ پھر تیس دفعہ سبحان الله والحمد لله والله اکبر ولا اله الا الله پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک ہزار فرشتوں کو بھیجتا ہے جو اس کی نیکیاں لکھتے ہیں اور جنت الفردوس میں اس کے لیے درخت لگاتے ہیں، اس رات تک ہونے والے اس کے گناہ دور کرتے ہیں، پھر آئندہ سال رجب تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ جو اس نے اس نماز میں پڑھا اس کے ہر حرف کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ہر رکوع اور سجدے کے بدلے جنت میں سبز رنگ کے قیمتی پتھروں سے دس محل تیار کیے جاتے ہیں، ہر رکعت کے عوض جنت میں دس شہر دیے جاتے ہیں، ہر شہر سرخ یاقوت سے بنا ہوا ہے۔ اور اس کے پاس ایک فرشتہ آئے گا جو اپنا ہاتھ اس کے کندھوں کے درمیان رکھ کر کہے گا: اپنے عمل سے خوش ہو جا، بلاشبہ تیرے پہلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔''[1]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے، اس کے راوی مجہول ہیں۔ اس کی سند کی ترکیب اور راویوں کی جہالت پوشیدہ نہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ سب حسین بن ابراہیم کی کارستانی ہے۔

❀ ''جس نے رجب کی ستائیسویں شب بارہ رکعت نماز اس طرح ادا کی کہ ہر رکعت میں سورۂ الفاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی، پھر نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے بیٹھے سات مرتبہ سورۂ الفاتحہ پڑھی، پھر چار مرتبہ یہ دعا پڑھی: سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم۔ پھر صبح کو روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے ساٹھ سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور یہی وہ رات ہے جس میں محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔''[2]

---

[1] الموضوعات: ٤٩/٢. [2] تبيين العجب، ص: ١٠٢.

یہ روایت بھی موضوع ہے اس میں بندار بن عمر کذاب ہے۔

ماہِ رجب اور عمرہ:

جناب امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر دونوں، مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ حجرہ عائشہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ عروہ نے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کتنے عمرے کیے تھے؟ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چار اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا تھا۔ پھر ہم نے (حجرہ عائشہ سے) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے ان سے پوچھا: اے امّ المومنین! کیا آپ نے سنا ہے یا نہیں؟ ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے کیے تھے جن میں سے ایک ماہِ رجب میں تھا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا تو ابن عمر آپ کے ساتھ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ [1]

صحیح مسلم میں ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر نہ انکار کیا اور نہ ہی ہاں کہا، بلکہ خاموش رہے۔ [2]

شارحین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا سہو ہے اور درست بات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ہے۔ اسی لیے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سن کر خاموش ہو گئے تھے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ ملت ابراہیمی میں عمرہ اصلاً رجب میں تھا جب کہ حج ذوالحجہ میں ہوا کرتا تھا، تو سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ملت ابراہیمی پر بناء کرتے ہوئے عمرہ کو رجب میں ذکر کر دیا۔ واللہ اعلم [3]

جہاں تک ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کا تعلق ہے تو یہ جائز اور درست ہے کیونکہ عمرہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، رقم: ٤٢٥٣ ـ ٤٢٥٤.

[2] مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر النبی...... : ١٢٥٥.

[3] توفیق الباری: ٢/ ٦٧٢.

دورانِ سال کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس کا کوئی وقت متعین نہیں فرمایا۔ لہٰذا ماہِ رجب میں بھی عمرہ مشروع ہے اس میں کوئی کراہت کا پہلو نہیں۔

- امام نافع کا بیان ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر سال ایک عمرہ کرتے، لیکن عام القتال (لڑائی والا سال) میں عمرہ نہ کر سکے، اس دفعہ انھوں نے شوال اور رجب میں عمرہ کیا۔ [1]
- سالم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سال کے درمیان حرمت والے مہینے رجب میں عمرہ کرنا پسند فرماتے تھے۔ [2]
- جناب عبدالرحمٰن بن حاطب کا بیان ہے کہ میں نے سیّدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ رجب میں عمرہ کیا۔ [3]
- جناب سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذی الحج کے آخر میں عمرہ کرتی تھیں اور رجب میں مدینہ سے عمرہ کرنے آتی تو ذی الحلیفہ سے تلبیہ کہتی۔ [4]
- جناب یحییٰ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن حاطب نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رجب میں عمرہ کیا۔ [5]

ماہِ رجب اور عتیرہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والعتيرة : ذبيحة كانوا يذبحونها في رجب ، يعظمون شهر رجب لانه اوّل شهر من اشهر الحرم . [6]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبة: ۸/۴۸، ح:۱۲۸۷۵، وسنده صحیح.

[2] فضائل شهر رجب للخلال، ح:۹ رجاله ثقات.

[3] مصنف ابن ابی شیبة: ۸/۱۷۷، رقم: ۱۳۵۰۱ وسنده صحیح.

[4] مصنف ابن ابی شیبة: ۸/۱۷۶، رقم: ۱۳۴۹۶ وسنده صحیح.

[5] مصنف ابن ابی شیبة: ۸/۱۷۶، رقم: ۱۳۴۹۸ وسنده صحیح.

[6] ترمذی، کتاب الاضاحی، باب فی الفرع والعتیرة.

عتیرہ، وہ ذبیحہ ہے جسے وہ لوگ ماہِ رجب کی تعظیم کی خاطر اس مہینے میں ذبح کیا کرتے تھے کیونکہ رجب ان کے ہاں حرمت والے مہینوں میں سے پہلا مہینا تھا۔

امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والعتيرة فى العشر الاوّل من رجب . ❶

عتیرہ رجب کے پہلے عشرے میں کیا جاتا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والعتيرة: ذبيحة كانوا يذبحونها فى العشر الاوّل من رجب، ويسمونها: الرجبية ايضا، واتفق العلماء على تفسير العتيرة . ❷

عتیرہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے وہ لوگ رجب کے پہلے عشرے میں ذبح کرتے اسے رجبیہ بھی کہا جاتا تھا۔ عتیرہ کی اس تفسیر پر علماء کا اتفاق ہے۔

ابوعبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

العتيرة: هى الرجبية ذبيحة كانوا يذبحون فى الجاهلية فى رجب، يتقربون بها لاصنامهم . ❸

عتیرہ رجبیہ ہی کا نام ہے، یعنی وہ جانور جسے دورِ جاہلیت میں لوگ بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ماہِ رجب میں ذبح کیا کرتے تھے۔

علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں: نہایہ میں ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ کوئی آدمی منت مانتا کہ اگر میری بکریاں اتنی ہو جائیں گی تو میں ہر دس بکریوں میں سے اتنی بکریاں رجب کے

---

❶ ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العتیرة.

❷ مسلم مع شرح النووی: ۲/ ۱۵۹.

❸ فتح الباری: ۹/ ۷٤۰.

مہینے میں کاٹوں گا، اس کو عتائر کہتے تھے۔ [1]

علمائے کرام کی ان مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ عتیرہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے دور جاہلیت میں ماہِ رجب کے پہلے عشرے میں ذبح کیا جاتا تھا۔ اس تفسیر پر علماء کا اتفاق ہے۔ تاہم اس کی وجوہات مختلف ہوا کرتی تھیں، مثلاً:

۱: عتیرہ ماہِ رجب کی تعظیم کی خاطر کیا جاتا تھا۔

۲: عتیرہ سے لوگ بتوں کا تقرب حاصل کرتے تھے۔

۳: بسا اوقات اس کی وجہ کوئی منت وغیرہ بھی بن جاتی تھی۔

عتیرہ کا حکم:

عتیرہ کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: شرکیہ عتیرہ جو دور جاہلیت میں مشرکین رجب کے پہلے عشرے میں کیا کرتے تھے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ یہ عتیرہ بالاتفاق حرام ہے اور اسلام میں اس قسم کے عتائر کی قطعاً گنجائش نہیں۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيْرَةَ)) [2] ''نہ فرع (جائز) ہے اور نہ ہی عتیرہ۔''

دوسری قسم: اسلامی عتیرہ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے، اس میں مہینے کی بھی قید نہیں، رجب ہو یا کوئی اور دوسرا مہینا، انسان کے پاس جب بھی استطاعت ہو وہ اللہ کے نام پر اس کی رضا کی خاطر جانور ذبح کرسکتا ہے۔ اس کی حیثیت صدقے ہی کی ہے جو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

❀ سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جاہلیت میں رجب کے مہینے میں جانور ذبح کیا کرتے تھے، تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے

---

[1] لغات الحديث: ۳/ ۹٤.

[2] بخاری، کتاب العقيقة، باب الفرع، رقم: ٥٤٧٣.

ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذْبَحُوْا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَیِّ شَهْرٍ مَا کَانَ، وَبَرُّوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، وَاَطْعِمُوْا .)) ❶

''اللہ ہی کے لیے جانور ذبح کرو جس مہینے میں بھی ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نیکی کرو اور کھلایا کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ففی هذا الحدیث انه ﷺ لم یبطل الفرع والعتیرة من اصلها، وانما ابطل صفة من کل منها، فمن الفرع کونه یذبح اول ما یولد، ومن العتیرة خصوص الذبح فی شهر رجب . ❷

اس (یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی) حدیث میں آپ ﷺ نے فرع اور عتیرہ کو اصل سے باطل نہیں کیا، بلکہ ان دونوں کی ایک مخصوص صفت کو باطل قرار دیا ہے۔ پس فرع میں جانور کا پہلا بچہ ذبح کرنا ہے جبکہ عتیرہ میں ماہِ رجب کی تخصیص ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقوله ﷺ فی العتیرة: "اذبحوا لله فی ای شهر کان" ای اذبحوا ان شئتم، واجعلوا الذبح لله فی ای شهر کان لا انها فی رجب، دون غیره من الشهور . ❸

آپ ﷺ کا عتیرہ کے متعلق فرمان کہ ''تم اللہ کے لیے جس مہینے میں بھی ہو سکے جانور ذبح کرو۔'' یعنی اگر تم چاہو تو اللہ کے لیے جس مہینے میں ہو سکے

❶ نسائی، کتاب الفرع والعتیرة، باب تفسیر الفرع، رقم: ٤٢٣٢ سنده صحیح.

❷ فتح الباری: ٩/٧٣٩.

❸ مسلم مع الشرح النووی: ٢/١٦٠.

جانور ذبح کرو۔ دوسرے مہینوں کے علاوہ صرف رجب میں ہی نہیں بلکہ کسی بھی مہینے میں۔

- سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عتیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلْعَتِيْرَةُ حَقٌّ)) [1] ''عتیرہ برحق ہے۔'' یعنی عتیرہ بالکل باطل نہیں بلکہ جائز ہے جیسا کہ سطور بالا میں وضاحت ہو چکی ہے۔
- سیّدنا ابورزین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت میں ماہِ رجب میں جانور ذبح کیا کرتے تھے اس میں سے خود بھی کھاتے اور مہمانوں کو بھی کھلاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا بَأْسَ بِهِ)) [2] ''اس میں کوئی حرج نہیں۔'' راوی وکیع بن عدس کہتے ہیں کہ میں اس عمل کو نہیں چھوڑوں گا۔

رجبی کونڈے:

اسلام ایک مکمل، کامل اور اکمل دین ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دین کامل اس کے بندوں تک من وعن پہنچا دیا ہے۔ آپ نے نہ کسی چیز کو چھپایا اور نہ ہی اسے آگے پہنچانے میں کسی قسم کی سستی یا نعوذ باللہ کمی وبیشی کی۔ بلکہ ہر وہ کام اور طریقہ جو قربِ الٰہی کا ذریعہ بن سکتا تھا اور جس میں اس کی رضا تھی اس کی جانب ہماری راہنمائی فرمائی اور ہر ایسے کام سے امت کو آگاہ فرمایا جو قہر الٰہی کا سبب بن سکتا تھا۔

ہمارے ہاں جہاں اور بے شمار قسم کی بدعات وخرافات پائی جاتی ہیں اسی طرح اسلامی مہینوں کے متعلق بھی ان بدعات وخرافات کی بھر مار ہے۔ ہر مہینے کے متعلق لوگوں نے طرح طرح کی بدعات ایجاد کر رکھی ہیں۔ انھی بدعات میں سے ایک بدعت ماہِ رجب کے کونڈوں کی ہے جسے امام جعفر رحمہ اللہ کے کونڈوں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس بدعت میں پیش پیش تو ہمارے شیعہ بھائی ہیں تاہم نام نہاد اہل سنت (بریلوی) بھی کسی سے پیچھے نہیں

---

[1] احمد: ۲/۱۸۳ وسنده حسن.

[2] نسائی، كتاب الفرع والعتيرة، باب تفسير الفرع، رقم: ٤٢٣٣ وسنده حسن.

کیونکہ یہ کھانے پینے کا معاملہ ہے اور اس قسم کے کاموں میں ہمارے یہ بھائی بھلا کیسے پیچھے رہ سکتے ہیں۔

کونڈے دراصل ۲۱/ رجب کو بوقت شام گھی، شکر، میدہ اور دودھ وغیرہ ان سب چیزوں کو ایک مخصوص مقدار میں ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں۔ پھر اس پر امام جعفر کی فاتحہ ہوتی ہے اور ۲۲/رجب کی صبح اپنے عزیز واقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے تک تو یہی سننے میں آتا رہا کہ ان ٹکیوں یعنی کونڈوں کا گھروں سے باہر لے جایا جانا جائز نہیں۔ تاہم اب چند سالوں سے ''نظریہ ضرورت'' کے تحت اس کے جواز یعنی گھر سے باہر لے جایا جانا بھی درست بتایا جاتا ہے۔

کونڈوں کی بنیاد ایک داستان عجیب پر ہے جو سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس کی ابتدا ۱۹۰۶ء میں ریاست رام پور، یوپی سے ہوئی ایک مشہور شاعر مینائی گزرا ہے اس کے بیٹے خورشید احمد مینائی نے داستانِ عجیب کے نام سے کونڈوں کے بارے میں ایک کتاب چھپوا کر ۱۹۰۶ء میں تقسیم کی، رام پور سے نکل کر یہ رسم بد لکھنو پہنچی پھر ۱۹۱۱ء میں لکھنو کے قریبی علاقوں اودھ، دوہیل کھند اور دوسرے علاقوں میں یہ رسم پھیل گئی۔ اس رسم بد کا پس منظر نہایت خوفناک اور ہولناک ہے۔[1]

رجبی کونڈوں کا پس منظر:

۲۲/رجب ۶۰ھ کو امیر المومنین، خال المسلمین، مکرم کاتب وحی رسول اللہ ﷺ سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔ روافض جس طرح امیر المومنین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں ان کے مجوسی قاتل ابولؤلو فیروز کو بابا شجاع کہہ کر عید مناتے ہیں، اسی طرح وہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت کی خوشی میں ۲۲/رجب کو یہ تقریب مناتے ہیں۔ لیکن پردہ پوشی کے لیے ایک روایت گھڑ کر جناب جعفر بن محمد کی طرف منسوب کردی ہے تا کہ راز فاش ہونے

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: اسلامی مہینے اور مروّجہ بدعات، ص: ۹۵، ۹۶

سے رہ جائے اور دشمنانِ معاویہ چپکے سے ایک دوسرے کے یہاں بیٹھ کر یہ شیرینی کھالیں اور یوں اپنی یہ خوشی ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ ان کی تقیہ سازی اور اس پرفریب طریقہ کار سے جناب جعفر رحمہ اللہ کی نیاز کی دعوت میں کئی سادہ لوح، توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی لاعلمی کی وجہ سے شریک ہو جاتے ہیں۔

بہرحال یہ کونڈے بھرنا زمانہ حال ہی کی ہندوستانی ایجاد ہے۔ سلف میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ لہٰذا اس گمراہی سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ یہ ایک صحابی رسول ﷺ اور کاتب وحی کے دشمنوں کی تقریب ہے۔

ماہِ رجب اور شب معراج:

ہمارے ہاں رجب کی ستائیسویں شب جسے شب معراج کہا جاتا ہے، بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اسراء ومعراج کا عظیم معجزہ رجب کی اسی رات پیش آیا۔ اس لیے وہ اس رات میں خصوصی عبادات کا اہتمام کرتے ہیں، چراغاں کرتے ہیں، محفلیں منعقد ہوتی ہیں، آپس میں ایک دوسرے کو کھانے کی دعوتیں دی جاتی ہیں، نفلی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ بعض مقامات پر تو براق کی ایک گھوڑے کی شکل میں تصویر بنائی جاتی ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں، اس کا چہرہ خوبصورت عورت کے چہرے کی مانند ہوتا ہے۔

جہاں تک اسراء ومعراج کا تعلق ہے تو یہ برحق ہے اس سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ کتاب وسنت میں اس پر اس قدر دلائل ہیں کہ جن سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ تاہم اس میں مہینے اور رات کا تعین مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے کیونکہ اس میں اہل سیر کے اقوال مختلف ہیں اور بالکل متضاد ہیں، جیسے:

۱: ہجرت سے چھ ماہ قبل معراج ہوئی

۲: ہجرت سے آٹھ ماہ قبل

۳: ہجرت سے گیارہ ماہ قبل

۴: ہجرت سے ایک سال قبل

۵: ہجرت سے ایک سال اور دو ماہ قبل

۶: ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ پیشتر

۷: ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ پہلے

۸: ہجرت سے ایک سال اور چھ ماہ قبل

۹: ہجرت سے تین سال قبل

۱۰: ہجرت سے پانچ سال قبل

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے یہ تمام اقوال تفصیل کے ساتھ فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج میں بیان کیے ہیں۔ اب ان اقوال میں سے کسی ایک کو باقی پر ترجیح دینا مشکل ہے کیونکہ اس میں کوئی واضح دلیل نہیں ملتی۔ تاہم سورۃ الاسراء کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔ پھر جیسا کہ اوّل کے آٹھ اقوال بھی اس پر متفق ہیں۔

باقی رہا کہ کس مہینے میں ہوئی؟ تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ ربیع الاوّل یا ربیع الاخر، رجب، رمضان یا شوال؟ اس میں بھی پانچ قول ہیں۔ علمائے کرام نے مختلف روایات ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز بیان نہیں کی۔

اسی طرح معراج کا واقعہ مہینے کی کس تاریخ میں پیش آیا؟ اس میں بھی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا کس طرح وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۲۷ رجب ہی شب معراج ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ۲۷ رجب ہی شب معراج ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ یہ رات دھوم دھام سے منانی چاہیے۔ چراغاں کرنا، محفلیں کرنا اور اس میں خصوصی نماز اور دیگر خصوصی عبادات کا اہتمام کرنا چاہیے؟

اس میں ہمارا مؤقف تو واضح ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس رات یہ کام نہیں

کیے اور نہ ہی آپ نے صحابہ کرام کو کرنے کا حکم دیا تو پھر ہمیں یہ کام کرنے کا اختیار کس نے دیا؟ اگر کسی کے پاس ثبوت ہو تو وہ پیش کرے۔ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے۔ تو پھر ہمیں ان بدعات وخرافات کو ترک کر کے خالص دین پر ہی عمل پیرا ہونا چاہیے اسی میں دونوں جہانوں کی بھلائی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ۲۷ رجب کی عبادت اور فضیلت کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سب من گھڑت ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

شیخ محمد بن احمد محمد بن عبدالسلام خضر الحوامدی فرماتے ہیں:

ماہِ رجب کی ستائیسویں رات کو محفل عید معراج النبی منعقد کرنا اور قصہ معراج پڑھنا بدعت ہے۔ بعض لوگ ستائیسویں رجب کی رات میں خاص طور پر عبادت وذکر میں جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ بدعت ہے۔ ماہِ رجب وشعبان ورمضان کے ساتھ مخصوص قسم کی ایجاد کردہ دعائیں سب کی سب بدعت واختراعی ہیں اگر ان کاموں میں کوئی خیر وبھلائی ہوتی تو ہم سے پہلے اسلاف صحابہ وتابعین نے اس پر ضرور عمل کیا ہوتا۔ شب معراج اور ماہِ معراج کی تعین پر کوئی ثابت شدہ دلیل نہیں ہے۔ [1]

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۲۷ رجب یا ۱۵ شعبان کی رات یا عاشورہ کے دن خوشی ومسرت کے اظہار کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس طرح کے کاموں کی ممانعت کی دلیل موجود ہے۔ لہٰذا جب اس طرح کی محفلوں میں شرکت کی دعوت دی جائے تو ان میں کسی مسلمان کو شرکت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [2]

---

[1] بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم، ص: ٤٠٥.

[2] سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، ح: ٤٦٠٧.

”دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

رجب کی ۲۷ ویں تاریخ کے بارے میں بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا تھا لیکن یہ بات تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے اور جو چیز ثابت نہ ہو تو وہ باطل ہوتی ہے اور جس کی باطل پر بنیاد ہو وہ باطل ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ۲۷ رجب کی رات ہی شب معراج ہے تو پھر بھی ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس رات ہم عید اور عبادات کی صورتوں کو ایجاد کریں کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہے، حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سب لوگوں سے قریب تھے اور آپ کی سنت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق عمل کرنے میں سب لوگوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ تو کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا ہمارے لیے کس طرح جائز ہو سکتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں نہیں تھی۔ [1]

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شب معراج کی تعیین احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں، نہ رجب میں اور نہ ہی کسی اور مہینے میں۔ اور اس کی تعیین میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اہل علم کے نزدیک نبی ﷺ سے غیر ثابت ہے اس کی تعیین کا علم نہ ہونے کی حکمت اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اگر وہ ثابت ہو بھی جائے تب بھی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے عبادت کے لیے خاص کریں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ اس کا تہوار منائیں، کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے نہ اس کا کوئی تہوار منایا اور نہ ہی اسے عبادت کے لیے مخصوص کیا۔ اگر تہوار منانا کوئی شرعی امر ہوتا تو نبی ﷺ اپنے قول یا فعل سے امت کے لیے بیان فرما دیتے۔ اور اگر اس کے متعلق آپ نے کوئی چیز بیان فرمائی ہوتی تو وہ مشہور و معروف ہوتی، اسے صحابہ کرام ہم تک پہنچا دیتے جبکہ انھوں نے

---

[1] فتاویٰ اسلامیہ: ٤/٥٣٣.

آپ سے مروی ہر وہ چیز امت تک پہنچا دی ہے جس کی وہ محتاج تھی۔ اور صحابہ کرام دین میں حد سے آگے نہیں بڑھے، حالانکہ وہ خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے۔ لہٰذا اگر اس رات کا تہوار مشروع ہوتا تو سب سے پہلے اسے صحابہ مناتے۔

نبی ﷺ بھی لوگوں کے لیے بے حد خیر خواہ تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور اس کی امانت ادا کر دی، لہٰذا اگر اس رات کی تعظیم اور یہ تہوار دین اسلام کا حصہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے غافل نہ رہتے اور نہ ہی اسے چھپاتے۔ تو جب اس سلسلے میں کچھ بھی ثابت نہیں تو پتا چلا کہ ان تمام امور کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ یقیناً اللہ نے اس امت کے لیے دین مکمل فرما دیا ہے اور اپنی نعمت پوری کر دی، اور ہر ایسا کام مردود ٹھہرایا جو اسلام میں نہیں۔ [1]

دکتور محمد بن عبدالرحمٰن العریفی فرماتے ہیں:

بلاشبہ اسراء و معراج نبوت محمدی ﷺ کی صداقت کی ایک دلیل ہیں۔ کتاب و سنت میں اسراء و معراج کا بین ثبوت موجود ہے مگر جس رات کو معراج ہوئی اس کی تاریخ کی تعیین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے نہ رجب میں اور نہ ہی کسی دوسرے مہینے میں۔ اور اگر اس رات کی تعیین ثابت ہو جائے تو بھی عبادت اور اجلاس و محفلیں منعقد کر کے اس شب کی تخصیص جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے نہ تو اس شب کوئی محفل منعقد کی اور نہ ہی اس رات کو کسی عبادت وغیرہ کے لیے خاص کیا، چونکہ آپ ﷺ نے رسالت کو پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی اس لیے اگر اس شب کی تعظیم اور اس میں محفل کا انعقاد اس کے دین کا حصہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے ضرور بیان فرما دیتے۔ [2]

---

[1] رسالتان فی التحذیر من البدع، ص:۱۳، ۱٤.

[2] ایمان بچائیے، ص:۱۳۱.

ماہِ رجب واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ تحویل قبلہ [1]	۲ھ	جنوری ۶۲۴ء
دوسرا قول شعبان کا ہے۔		
⊙ سریہ نخلہ [2]	۲ھ	جنوری ۶۲۴ء
⊙ وفات سیّدنا نجاشی رضی اللہ عنہ [3]	۹ھ	اکتوبر ۶۳۰ء
⊙ غزوۂ تبوک [4]	۹ھ	اکتوبر ۶۳۰ء
⊙ سریہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ از طرف اکیدر [5]	۹ھ	اکتوبر ۶۳۰ء
⊙ فتح دمشق [6]	۱۴ھ	ستمبر ۶۳۵ء
⊙ جنگ یرموک [7]	۱۵ھ	اگست ۶۳۶ء

---

[1] ھامش ضعیف تاریخ طبری: ۷۱/۷؛ فتح الباری: ۱/ ۱۳۰؛ البدایة: ۴/ ۳۰.

[2] صحیح تاریخ طبری: ۲/ ۸۰؛ المغازی، ص:۴٦؛ جوامع السیرة، ص:۱۰۴؛ ابن خلدون: ۱/ ٦۷.

[3] صحیح تاریخ طبری: ۳۲۹/۲؛ البدایة: ٦۹۸/۴؛ سیر: ۱۹٦/۳؛ شذرات الذھب: ۱۲۸/۱؛ الاصابة: ۱/ ۱۲۲؛ الکامل: ۱۵۸/۲.

[4] الیعقوبی: ۱۰۵/۲؛ مغازی رسول، ص:۲۲۵؛ سیر: ۷۲/۲؛ جوامع السیرة، ص:۲۴۹؛ فتح الباری: ۱۳۸/۸؛ ابن خلدون: ۱۴۳/۱.

[5] المغازی، ص:٦۷٦؛ ابن سعد: ۲۷۷/۱؛ عھد نبوت کے ماہ وسال، ص:۱۳۷.

[6] صحیح تاریخ طبری: ۱۳۳/۳؛ الیعقوبی: ۲۲۲/۲؛ فتوح البلدان: ۱۸۸/۱؛ تاریخ الاسلام: ٦۵/۳؛ تاریخ ملت: ۱٦۹/۱.

[7] تاریخ الاسلام: ۷۰/۳؛ فتوح البلدان: ۲۰٦/۱؛ تاریخ خلیفة؛ ص:۷۱؛ اٹلس فتوحات اسلامیه؛ ص:۵۹.

⊙ وفات سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما [1]	۶۰ھ	اپریل ۶۸۰ء
⊙ وفات خلیفہ عمر بن عبدالعزیز وخلافت یزید بن عبدالملک [2]	۱۰۱ھ	جنوری ۷۲۰ء
⊙ وفات امام حسن بن یسار البصری [3]	۱۱۰ھ	اکتوبر ۷۲۸ء
⊙ وفات امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت [4]	۱۵۰ھ	اگست ۷۶۷ء
⊙ وفات امام موسیٰ بن جعفر الکاظم [5]	۱۸۳ھ	ستمبر ۷۹۹ء
⊙ وفات امام سفیان بن عیینہ [6]	۱۹۸ھ	فروری ۸۱۴ء

دوسرا قول جمادی الاخری ۱۹۷ھ کا ہے۔

⊙ وفات امام محمد بن ادریس الشافعی [7]	۲۰۴ھ	دسمبر ۸۱۹ء
⊙ وفات امام علی بن الجعد [8]	۲۳۰ھ	اپریل ۸۴۴ء
⊙ وفات امام مسلم بن الحجاج القشیری [9]	۲۶۱ھ	اپریل ۸۷۵ء

[1] تاریخ خلیفة، ص:١٤٣؛ صحیح تاریخ طبری: ٣٧/٤؛ سیر: ٨١/٤؛ القضاعی، ص:٩٩؛ البدایة، ١٦٩/٨.

[2] تاریخ خلیفة، ص:٢٠٦؛ القضاعی، ص:١١١؛ ١١٢؛ صحیح تاریخ طبری: ٢٤٨/٤؛ الیعقوبی: ٥٠١/٢؛ تاریخ الاسلام: ١٢٦/٧.

[3] تاریخ خلیفة، ص:٢١٩؛ ابن خلكان: ٨١/٢؛ تهذیب الکمال: ٥٤٥/٢؛ تاریخ الاسلام: ٣٥/٧؛ البدایة: ١٠٧/١٠.

[4] تاریخ مدینة السلام: ٥٨٤/١٥؛ الكاشف: ١٩١/٣؛ ابن خلكان: ٤٦٧/٥؛ البدایة: ٣٤٨/١٠.

[5] تاریخ مدینة السلام: ٢٠/١٥؛ سیر: ٤٦٥/٥؛ البدایة: ٤٥٤/١٠؛ ابن خلكان: ٣٠٤/٥؛ تهذیب التهذیب: ٣٠٣/١٠.

[6] تاریخ مدینة السلام: ٢٥٦/١٠؛ ابن سعد: ٣٥٥/٥؛ المنتظم: ٢٢٧/٣؛ الكاشف: ٣٣٢/١؛ تهذیب الکمال: ٢٧٤/٤.

[7] تاریخ مدینة السلام: ٤١١/٢؛ تهذیب الکمال: ٥٢٩/٨؛ الكاشف: ٦/٣؛ ابن خلكان: ٥٤٥/٤؛ البدایة: ٢٠/١١.

[8] ابن سعد: ٢٣٢/٧؛ سیر: ٥٨٠/٧؛ تاریخ مدینة السلام: ٢٨٩/١٣.

[9] تاریخ مدینة السلام: ١٢٥/١٥؛ ابن خلكان: ٢٢٦/٥؛ تهذیب الکمال: ٦٠٨/٩؛ الكاشف: ١٢١/٣؛ البدایة: ٢٧٢/١١.

⊙ وفات امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی [1]	۲۷۹ھ	اکتوبر ۸۹۲ء
⊙ ولادت حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی [2]	۳۳۶ھ	جنوری ۹۴۸ء
⊙ محمود غزنوی کا ملتان پر پہلا حملہ [3]	۳۹۶ھ	مئی ۱۰۰۶ء
⊙ وفات ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی [4]	۴۲۸ھ	اپریل ۱۰۳۷ء
⊙ ولادت ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری [5]	۴۶۷ھ	فروری ۱۰۷۵ء
⊙ دریائے دجلہ میں شدید سیلاب [6]	۴۹۹ھ	مارچ ۱۱۰۶ء
⊙ ولادت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہر وردی [7]	۵۳۹ھ	جنوری ۱۱۴۵ء

دوسرا قول شعبان کا ہے۔

⊙ وفات حافظ ابوالقاسم ابن عساکر [8]	۵۷۱ھ	جنوری ۱۱۷۶ء
⊙ فتح بیت المقدس [9]	۵۸۳ھ	اکتوبر ۱۱۸۷ء
⊙ وفات امام محی الدین یحییٰ بن شرف النووی [10]	۶۷۶ھ	جولائی ۱۲۷۷ء
⊙ جنگ حمص [11]	۶۸۰ھ	اکتوبر، نومبر ۱۲۸۱ء

---

[1] ابن خلكان: ٤/٦٣٤؛ تهذيب الكمال: ٩/٢٥٧؛ الكاشف: ٣/٦٩؛ البداية: ١١/٣٣٤؛ الكامل: ٦/٣٦٢.

[2] تاريخ اصبهان، ترجمة المؤلف: ١/١٢؛ ابن خلكان: ١/٩٧.

[3] تقويم تاريخى، ص:٩٩.

[4] تاريخ مدينة السلام: ٦/٣٢؛ ابن خلكان: ١/٨٣؛ سير: ١١/٣١٦؛ البداية: ١٣/٨٢.

[5] سير: ١٢/٤٣١؛ ابن خلكان: ٥/٢٠٢.

[6] البداية: ١٣/ ٢٧٦؛ المنتظم: ٥/٥٣.

[7] سير: ١٤/٧٦؛ ابن خلكان: ٣/٣٦٠؛ تاريخ الاسلام: ٤٦/٨٢.

[8] سير: ١٢/ ٦٧٥؛ ابن خلكان: ٣/٢٥١؛ البداية: ١٤/٢٧٣؛ تاريخ الاسلام: ٤٠/٥٦.

[9] الكامل: ١٠/١٦٠؛ البداية: ١٤/٣٤٥.

[10] سير: ١٥/٤١٥؛ البداية: ١٥/٤٦٢؛ تاريخ الاسلام: ٥٠/١٨٧؛ ذيل مراة الزمان: ١/٤٥٣.

[11] البداية: ١٥/٤٩٤.

- وفات قاضی شمس الدین ابوالعباس ابن خلکان [1] — ۶۸۱ھ — اکتوبر ۱۲۸۲ء
- وفات امام شمس الدین ابن القیم الجوزیہ [2] — ۷۵۱ھ — ستمبر ۱۳۵۰ء
- ولادت سلطان محمد الفاتح [3] — ۸۳۱ھ — مئی ۱۴۲۸ء
- ولادت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی [4] — ۸۴۹ھ — اکتوبر ۱۴۴۵ء
- جنگ پانی پت [5] — ۹۳۲ھ — اپریل ۱۵۲۶ء
- ولادت جلال الدین اکبر بادشاہ [6] — ۹۴۹ھ — اکتوبر ۱۵۴۲ء
- دمشق میں طوفانی آندھی سے تباہی [7] — ۱۱۷۲ھ — مارچ ۱۷۵۹ء
- وفات قاضی ثناء اللہ پانی پتی [8] — ۱۲۲۵ھ — اگست ۱۸۱۰ء
- وفات شاہ عبدالقادر دہلوی [9] — ۱۲۳۰ھ — جون ۱۸۱۵ء
- وفات اشرف علی تھانوی [10] — ۱۳۳۶ھ — اپریل ۱۹۱۸ء
- وفات سیّد امیر علی شاہ ملیح آبادی [11] — ۱۳۳۷ھ — اپریل ۱۹۱۹ء
- سانحہ جلیانوالہ باغ [12] — ۱۳۳۷ھ — اپریل ۱۹۱۹ء
- وفات مرزا حیرت دہلوی [13] — ۱۳۴۶ھ — جنوری ۱۹۲۸ء

---

1. البداية: ۵۰۵/۱۵؛ تاريخ الاسلام: ۳۷/۵۱.
2. البداية والنهاية: ۳۵۳/۱٦.
3. تاریخ ملت: ۴۴۵/۲.
4. الكواكب السائرة: ۱۴۲/۱؛ النور السافر: ۲۹/۱.
5. تاریخ ملت: ۷۸۵/۲؛ تقویم تاریخی، ص:۲۳۳۔
6. تاریخ ملت: ۷۹۵/۲.
7. حوادث دمشق اليومية: ۵۷/۱.
8. نزهة الخواطر: ۱۹۸/۷؛ تقویم تاریخی، ص:۳۰۷.
9. نزهة الخواطر: ۴۴٦/۷.
10. نزهة الخواطر: ۱۲۰/۸.
11. نزهة الخواطر: ۷۵/۸.
12. بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:۴۴۔
13. برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص:۱۳۷۔

⊙ وفات حکیم اجمل دہلوی [1]	۱۳۴۶ھ	دسمبر ۱۹۲۷ء
⊙ وفات مولانا یوسف جے پوری [2]	۱۳۵۰ھ	نومبر ۱۹۳۱ء
⊙ دوسری جنگ عظیم [3]	۱۳۵۸ھ	ستمبر ۱۹۳۹ء
⊙ ریاست اسرائیل کا قیام [4]	۱۳۶۷ھ	مئی ۱۹۴۸ء
⊙ امریکی صدر کینڈی کا قتل [5]	۱۳۸۳ھ	نومبر ۱۹۶۳ء
⊙ وفات سیّد داؤد غزنوی [6]	۱۳۸۳ھ	دسمبر ۱۹۶۳ء
⊙ عرب حریت پسندوں نے اسرائیلی کھلاڑی ہلاک کردیے [7]	۱۳۹۲ھ	ستمبر ۱۹۷۲ء
⊙ پاکستان میں تیسرا مارشل لاء [8]	۱۳۹۷ھ	جولائی ۱۹۷۷ء
⊙ وفات مولانا عبدالعزیز سعیدی [9]	۱۴۰۱ھ	مئی ۱۹۸۱ء
⊙ سانحہ قلعہ پچھمن سنگھ	۱۴۰۷ھ	مارچ ۱۹۸۷ء
⊙ وفات مولانا عبدالرحمٰن کیلانی	۱۴۱۶ھ	دسمبر ۱۹۹۵ء
⊙ پاکستان میں چوتھا مارشل لاء	۱۴۲۰ھ	اکتوبر ۱۹۹۹ء
⊙ شہادت مولانا واخونا حافظ محمد ابراہیم سلفی	۱۴۲۵ھ	ستمبر ۲۰۰۴ء
⊙ وفات خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری	۱۴۲۶ھ	اگست ۲۰۰۵ء
⊙ وفات مناظر اسلام شیخ احمد حسین دیدات	۱۴۲۶ھ	اگست ۲۰۰۵ء

---

[1] نزهة الخواطر: ٦٣/٨.

[2] برصغیر کے اهل حدیث خدام قرآن، ص:٦٢٥.

[3] بیسویں صدی کے اهم واقعات، ص:١٠٧.

[4] ایضاً، ص: ١٥٢.

[5] ایضاً، ص:١٩٧.

[6] تذکرة النبلاء، ص:١٤٠.

[7] بیسویں صدی کے اهم واقعات، ص:٢٦٣.

[8] ایضاً، ص: ٣٠١.

[9] کاروانِ سلف، ص:٢٣٢.

ماہِ شعبان

شعبان اسلامی سال کا آٹھواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: ش مفتوح (شَ) ع ساکن (عْ) اور ب مفتوح (بَ) یعنی شَعْ، بَان۔ یہ لفظ ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع شعبانات اور شعابین آتی ہے۔

لفظ شعبان شعب سے مشتق ہے۔ شعب باب فَتَحَ يَفْتَحُ اور سَمِعَ يَسْمَعُ سے مصدر ہے، اور لغت اضداد میں سے ہے یعنی اس کا معنی جدا کرنا اور جمع کرنا دونوں آتے ہیں۔ محاورہ ہے: اشعب لی شعبة من المال میرے لیے اپنے مال میں سے ایک حصہ الگ کر دو۔ اور کہا جاتا ہے: شعب الی القوم وہ اپنی قوم سے جا ملا۔

ماہِ شعبان کی وجہ تسمیہ:

عرب لوگ ماہِ رجب میں آرام وسکون کرنے کے بعد شعبان میں کاروبار تجارت اور دیگر امور کی انجام دہی کے لیے ملک کے اطراف واکناف میں پھیل جاتے اور دوسرے علاقوں کو نکل جاتے، اسی مناسبت سے یہ مہینا شعبان کہلایا۔

ابن منظور لکھتے ہیں:

> وشعبان اسم للشهر، سمی بذلك لتشعبهم فيه، ای تفرقهم فی طلب المياه، وقيل فی الغارات. [1]
>
> شعبان ایک مہینے کا نام ہے، جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عرب لوگ پانیوں کی طلب کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور پھیل جاتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں لوٹ مار کے لیے نکلتے تھے۔

علامہ علم الدین سخاوی لکھتے ہیں:

> شعبان من تشعب القبائل وتفرقها للغارة. [2]

---

[1] لسان العرب: ۱/ ۵۰۱.

[2] بحواله ابن كثير: ۳/ ۳۸۵.

اس کا نام شعبان اس لیے ہے کہ اس میں عرب قبائل لوٹ مار کے لیے متفرق ہو جاتے تھے۔

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: شعبان مشہور مہینا ہے۔ اس کو شعبان اس لیے کہا کہ لوگ اس میں لوٹ پوٹ اور کمائی کے لیے متفرق ہوتے تھے۔ [1]

ماہِ شعبان کے دیگر نام:

دورِ جاہلیت میں ماہِ شعبان کو عاذل، وعل اور موہب بھی کہا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں اسے شعبان المعظم بھی کہا جاتا ہے۔

ماہِ شعبان اور کثرتِ صیام:

ماہِ شعبان میں رسول اللہ ﷺ دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ نفلی روزے رکھا کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے:

❀ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَصُوْمُ مِنَ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًّا اِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ . [2]

آپ ﷺ سال میں کسی مہینے کے پورے روزے نہ رکھتے تھے سوائے شعبان کے، اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ اَحَبُّ الشُّهُوْرِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَصُوْمَهُ شَعْبَانَ ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ . [3]

رسول اللہ ﷺ کو روزے رکھنے کے لیے شعبان کا مہینہ سب سے زیادہ پسند تھا۔ پھر آپ اسے گویا رمضان ہی سے ملا دیتے تھے۔

---

[1] لغات الحدیث: ٤٨٣/٣.

[2] ابو داؤد، کتاب الصیام، باب فیمن یصل شعبان برمضان، رقم: ٢٣٣٦ وسنده صحیح.

[3] ابو داود، کتاب الصیام، باب فی صوم شعبان، رقم: ٢٤٣١، وسنده صحیح.

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ، وَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ. [1]

رسول اللہ ﷺ نفلی روزہ رکھنے لگتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھنا چھوڑیں گے نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کے علاوہ آپ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ اور جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے، میں نے کسی اور مہینے میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ. [2]

نبی ﷺ شعبان سے زیادہ نفلی روزے اور کسی مہینے میں نہیں رکھتے تھے۔ بلاشبہ آپ شعبان میں اکثر روزے رکھتے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت شعبان میں زیادہ نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ ((کلہ)) کا معنی "اکثرہ" یعنی کثرت سے" ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

وروى عن ابن المبارك أنه قال في هذا الحديث: هو جائز في كلام العرب، إذا صام أكثر الشهر أن يقال: صام الشهر كله،

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، رقم: ۱۹۶۹۔

[2] بخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، رقم: ۱۹۷۰۔

ويقال: قام فلان ليله أجمع، ولعله تعشى واشتغل ببعض أمره، كان ابن المبارك قد رای كلا الحديثين متفقين يقول: إنما معنى هذا الحديث أنه كان يصوم أكثر الشهر. [1]

امام عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: جب کسی مہینے میں زیادہ روزے رکھے جائیں تو کلام عرب میں جائز ہے کہ کہا جائے پورا مہینا روزے رکھے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے ساری رات قیام کیا۔ حالاں کہ اس نے کھانا بھی کھایا ہوتا ہے اور بعض دوسرے کاموں میں بھی مصروف اور مشغول رہا ہوتا ہے۔ (یعنی کثرت پر کُل کا اطلاق ہوجاتا ہے) گویا ابن مبارک کے نزدیک ان دونوں احادیث کے معنی میں اتفاق ہے، اختلاف نہیں۔ الغرض اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ شعبان میں کثرت کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی اسی مفہوم کو درست قرار دیتے ہیں کیوں کہ اس کی تائید صحیح مسلم کی (عبداللہ بن شقیق عن عائشہ) اور نسائی (سعد بن ہشام) کی روایتوں سے بھی ہوتی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں: "ولا شهرا كاملا " یعنی رمضان کے سوا کبھی مہینا بھر کے روزے نہیں رکھے۔"

شعبان میں کثرتِ صیام کی حکمت:

ماہِ شعبان میں آپ ﷺ کے زیادہ روزے رکھنے کی بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ تاہم ان میں سب سے اولیٰ حکمت وہ ہے جس کا ذکر سنن نسائی کی ایک روایت میں آیا ہے۔ چناں چہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ شعبان میں رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء فی وصال شعبان برمضان.

((ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ، بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَعْمَالُ اِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَاُحِبُّ اَنْ يُرْفَعَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ.)) [1]

''شعبان وہ مہینا ہے جس میں لوگ رجب اور رمضان کے درمیان روزے سے غافل ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ ایسا مہینا ہے جس میں اعمال ربّ العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں اوپر اٹھائے جائیں۔''

نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ، فَلَا تَصُوْمُوْا.)) [2]

''جب آدھا شعبان باقی رہ جائے تو تم روزہ نہ رکھو۔''

اس حدیث میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ لیکن دوسری احادیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے اور کثرت کا مفہوم تب ہی صادق آتا ہے جب نصف سے زیادہ روزے رکھے جائیں۔ اہل علم نے ان احادیث میں تطبیق کی کئی ایک صورتیں بیان کی ہیں:

۱: یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی

۲: یہ ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جو کمزور ہوں یا جنھیں کثرتِ صیام سے کمزوری کا خطرہ ہو۔

۳: یہ ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جو نصف شعبان کے بعد خصوصی اہتمام سے روزے

---

1. نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی بابی هو وامی ......، رقم: ۲۳۵۱، حسنه الالبانی.
2. ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهیة الصوم فی النصف الباقی من شعبان، رقم: ۷۳۸۔ وقال: حدیث حسن صحیح.

رکھتے ہوں لیکن اگر کسی کا معمول ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا تھا تو پھر کوئی حرج نہیں۔

۴: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومعنى هذا الحديث عند بعض اهل العلم، أن يكون الرجل مفطرا، فإذا بقي من شعبان شيء أخذ في الصوم لحال شهر رمضان۔ وقد روى عن ابى هريرة، عن النبى ﷺ ما يشبه قولهم حيث قال: ((لا تقدموا شهر رمضان بصيام إلا أن يوافق ذلك صوما، كان يصومه أحدكم)) وقد دل في هذا الحديث إنما الكراهية على من يتعمد الصيام لحال رمضان. ❶

بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آدمی شعبان کے پہلے پندرہ دن تو روزہ نہ رکھے مگر جب آدھا باقی رہ جائے تو رمضان کی خاطر روزے رکھنے شروع کر دے۔ اس مفہوم سے ملتی جلتی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم رمضان کے استقبال میں روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ تم میں سے کوئی ایک (معمول کے ساتھ پہلے سے) روزہ رکھتا ہو تو اس کی روزے کے ساتھ موافقت ہو جائے۔'' (مثلاً پیر اور جمعرات کا روزہ) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ روزہ رکھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو عمداً رمضان کی خاطر (نصف شعبان کے بعد) روزہ رکھے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: تحفۃ الاحوذی (۳/۴۹۹، ۵۰۰)

شعبان کے آخری دنوں کا روزہ:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ

❶ ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهية الصوم فی النصف ......

يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُهُ صَوْمًا ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ)) ❶

''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کے آخری دنوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے، البتہ اگر کوئی ان میں روزے رکھنے کا عادی ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔''

یعنی اگر کوئی شخص ہر ہفتے میں پیر یا جمعرات کا روزہ رکھتا ہے، یا کسی اور دن کا، یا وہ داؤدی روزہ رکھنے کا عادی ہے، اور اتفاق سے وہ دن شعبان کی آخری تاریخوں میں آ جاتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے کوئی ممانعت نہیں، وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو ان روزوں کا عادی نہ ہو اور رمضان کے استقبال کے لیے روزے رکھے۔

نیز یہ ممانعت ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو از روئے احتیاط رمضان کی نیت سے روزے رکھتے ہیں کہ کہیں رمضان شروع نہ ہو گیا ہو۔ پس اس قسم کا احتیاط لغو ہے۔ واللہ اعلم

❀ سیّدنا عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو کہا:

((هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هٰذَا الشَّهْرِ شَيْئًا)) يَعْنِيْ شَعْبَانَ ، قَالَ: لَا ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ: ((إِذَا أَفْطَرْتَ رَمَضَانَ ، فَصُمْ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ .)) ❷

''کیا تو نے شعبان کے آخر میں کوئی روزہ رکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان ختم ہو جائے تو (اس کے بدلے میں) ایک یا دو روزے رکھ لینا۔''

یہ دونوں احادیث بھی باہم متعارض نظر آتی ہیں لیکن امام نووی نے علامہ مازری وغیرہ کے حوالے سے اس تعارض کا یوں ازالہ فرمایا ہے:

وهو أن هذا الرجل كان معتادا لصيام آخر الشهر ، أو نذره

---

❶ بخاری، کتاب الصوم، باب لا يتقدمن رمضان ......، رقم: ١٩١٤.

❷ مسلم، کتاب الصیام، باب صوم سرر شعبان، رقم: ٢٧٥٣.

فتركه لخوفه من الدخول فى النهى عن تقدم رمضان ، فبين له النبى ﷺ أن الصوم المعتاد لا يدخل فى النهى ، وإنما ينهى عن غير المعتاد . والله أعلم [1]

بے شک وہ آدمی (جسے آپ ﷺ نے یہ حکم دیا) مہینے کے آخر میں روزہ رکھنے کا عادی تھا، یا اس نے نذر مان رکھی تھی، تو اس نے یہ روزہ استقبال رمضان کے روزے کی ممانعت کے ڈر سے چھوڑا تھا، تو نبی ﷺ نے اسے واضح کیا کہ یہ نہی نفلی روزوں کے عادی آدمی کے لیے نہیں، غیر عادی کے لیے ہے۔ واللہ اعلم

ماہِ شعبان کے دنوں کو شمار کرنا:

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ، ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ . [2]

رسول اللہ ﷺ شعبان کی تاریخوں کی اتنی نگہداشت رکھتے کہ دوسرے مہینوں میں اتنی نگہداشت نہیں رکھتے تھے، پھر چاند دیکھ کر رمضان کے روزے شروع کرتے اگر کبھی (شعبان کی انتیس تاریخ کو) مطلع ابر آلود ہوتا تو (شعبان کے) تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرتے۔

معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ شعبان کے دنوں کی دوسرے مہینوں کی بہ نسبت بہت زیادہ حفاظت کرتے تھے۔ انھیں شمار کرتے رہتے اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیتے تاکہ رمضان کے روزے شعبان کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں۔

❀ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] مسلم مع شرح نووی: ۱/۳۶۸.

[2] ابو داود، کتاب الصیام، باب اذا اغمی الشهر، رقم: ۲۳۲۵۔ وسنده صحیح.

((صُومُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ، فَإِنْ غُمِيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ.)) [1]

''تم (رمضان کا) چاند دیکھ کر ہی روزے شروع کرو اور (شوال کا) چاند دیکھ کر ہی روزے موقوف کرو۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔''

اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ اخذ ہوا کہ شعبان کے دنوں کو با قاعدہ اہتمام کے ساتھ شمار کرنا چاہیے تاکہ شعبان اور رمضان کے روزوں میں تمیز ہو سکے۔ نیز مشکوک دن اور رمضان کے استقبالی روزے سے بچا جا سکے۔

ماہِ شعبان اور شب براءت:

شعبان کی پندرھویں رات کو ليلة البراءة، ليلة الصك، ليلة الرحمة اور ليلة المباركه بھی کہا جاتا ہے۔ مگر عرف عام میں یہ رات ''شب براءت'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ عام بول چال میں بعض لوگ اسے ''شب برات'' بھی کہتے ہیں۔

شب براءت دراصل فارسی اور عربی یا فارسی اور اردو کے دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ شب، فارسی میں رات کو کہتے ہیں۔ اور برات اگر الف اور ت کے درمیان ہمزہ (ء) ہو تو یہ عربی کا لفظ ہے۔ یعنی براءت، جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

(التوبة: ١)

''اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے اُن مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔''

اگر لفظ برات کے الف اور ت کے درمیان ہمزہ نہ ہو تو یہ سنسکرت سے ماخوذ ہوگا جو فارسی اور اردو دونوں میں الگ الگ معنی کے لیے بولا جائے گا۔ اردو میں اس سے مراد وہ جلوس ہے جو دولہا کی شادی میں اس کے ساتھ جاتا ہے۔ اور فارسی میں برات بمعنی حصہ، نقد،

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ: اذا رأیتم الهلال ......، رقم: ١٩٠٩.

تقدیر وغیرہ ہے۔

شعبان کی پندرھویں رات کے یہ سب نام جو اوپر بیان ہوئے ہیں کتاب وسنت سے تو ان کا کوئی وجود نہیں ملتا، اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے اس رات کی کوئی فضیلت ثابت ہے۔ اس ضمن میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی، سب کی سب سخت ضعیف یا موضوع ہیں۔ لہٰذا بعض علماء کا ان روایات کو متعدد طرق کی بنا پر صحیح یا حسن کہنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

علامہ ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولیس فی لیلة النصف من شعبان حدیث یعوّل علیه، لا فی فضلها، ولا فی نسخ الاجال فیها، فلا تلتفتوا الیها. [1]

شعبان کی پندرھویں رات اور اس کی فضیلت کے متعلق کوئی بھی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ اور نہ ہی اس رات موت کے فیصلے کی منسوخی کے متعلق کوئی (صحیح) روایت ہے۔ لہٰذا آپ ان ناقابل اعتماد روایات کی طرف ذرہ بھی التفات نہ کریں۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد ورد فی فضلها لیلة النصف من شعبان احادیث ضعیفة لا یجوز الاعتماد علیها. [2]

شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت کے متعلق کئی ضعیف احادیث وارد ہوئی ہیں جن پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرھویں رات بھی عام راتوں جیسی ایک رات ہے اس کی کوئی مخصوص فضیلت کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس میں بھی عام راتوں کی طرح اپنے معمول

---

[1] احکام القرآن: ٤/١١٢.

[2] بحوله البداع الحولية، ص:٢٩٥.

کے مطابق ہی عبادت کرنی چاہیے۔

جس طرح شعبان کی پندرھویں رات کے متعلق کتاب وسنت سے کچھ ثابت نہیں ایسے ہی پندرھویں دن کے متعلق بھی کوئی خاص حکم یا فضیلت کتاب وسنت میں نہیں آئی۔ اس لیے اس دن کو خاص کر کے روزہ رکھنا یا کوئی دوسری عبادت کرنا درست نہیں۔

لیلۃ مبارکہ سے مراد شب براءت نہیں:

بعض لوگ سورۃ الدخان کی آیت:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝﴾ (الدخان: ۳، ۴)

''یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر اہم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' سے شب براءت کی فضیلت کشید نے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہی لوگ قرآنِ مجید کی تفسیر اپنی منشاء کے مطابق کرنے کی بجائے خود قرآن ہی سے تلاش کریں تو مسئلہ حل ہو جائے کیونکہ قرآنِ مجید ہی میں یہ آیت بھی ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝﴾ (القدر: ۱)

''بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔''

اب اس آیت کو سامنے رکھیں تو پتا چلتا ہے کہ لیلۃ مبارکہ دراصل لیلۃ القدر ہی کا نام ہے جو رمضان المبارک میں ہے، جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

''ماہِ رمضان وہ (عظیم مہینا) ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔''

جبکہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ لہٰذا یہی وہ بابرکت رات ہے جس میں اہم معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یقول تعالٰی مخبرا عن القرآن العظیم، انه انزله فی لیلة مبارکة وھی لیلة القدر کما قال تعالٰی: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ﴾ وکان ذلك فی شهر رمضان کما قال تعالٰی: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ﴾ وقد ذکرنا الاحادیث الواردة فی ذلك فی سورة البقرة بما اغنی عن اعادته، ومن قال: انها لیلة النصف من شعبان، کما روی عن عکرمة، فقد ابعد النجعة، فان نص القرآن انها فی رمضان. [1]

اللہ تعالیٰ قرآنِ عظیم کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل کیا ہے اور وہ لیلۃ القدر ہے، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ''کہ بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا۔'' اور یہ لیلۃ القدر رمضان ہی میں ہے جیسا کہ فرمایا: ''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' اور اس سلسلے میں واردشدہ احادیث کو ہم سورۃ البقرہ میں بیان کر آئے ہیں۔ جن کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اور جس شخص نے یہ کہا کہ لیلہ مبارکہ نصف شعبان کی رات ہے، جیسا کہ عکرمہ سے روایت کیا گیا ہے، تو اس نے سراسر تکلّف کیا کیونکہ نص قرآن سے قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وجمهور العلماء علی انها لیلة القدر، ومنهم من قال: انها لیلة النصف من شعبان، وهو باطل لان الله تعالٰی قال فی کتابه الصادق القاطع: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ﴾ فنص علی ان میقات نزوله رمضان، ثم عبر عن زمانیة اللیل

[1] تفسیر القرآن العظیم: ٥/٥٣٨.

ھھنا بقوله: ﴿فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ فمن زعم انه فی غیره، فقد اعظم الفریة علی الله. ❶

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے، جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے، حالانکہ یہ بات باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے کہ ''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔'' یہ اس بات پر نص ہے کہ ماہِ رمضان ہی میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔ اور یہاں لیلۃ مبارکہ فرما کر رمضان کی ایک رات کی تعیین فرما دی ہے۔ لہٰذا جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ لیلۃ مبارکہ سے مراد کوئی اور رات ہے، تو وہ اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھ رہا ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لیلہ مبارکہ کی تفسیر میں صحیح ترین قول انھیں لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ ❷

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درست بات یہی ہے کہ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ ❸

قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ برحق مذہب جمہور ہی کا ہے کہ لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے نہ کہ شب براءت، کیونکہ یہاں مجمل ارشاد ہے جبکہ سورۃ البقرہ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ اور سورۃ القدر میں ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ فرما کر اس اجمال کی وضاحت فرما دی۔ اب اس قدر واضح بیان کے ہوتے ہوئے اختلاف کا سبب نہیں رہتا اور نہ ہی اشتباہ کا باعث باقی رہتا ہے۔ ❹

شیخ عبداللہ التویجری لکھتے ہیں: لیلہ مبارکہ کی تفسیر میں دو قول ہیں:

۱: یہ شب قدر ہے، یہ قول جمہور کا ہے۔

---

❶ احکام القرآن: ٤/١١٢.

❶ جامع البیان: ١٣/١٢٣.

❸ الجامع لاحکام القرآن: ١٦/١١١.

❹ فتح القدیر: ٦/٤٢٢، ٤٢٣.

۲: یہ نصف شعبان (شب براءت) کی رات ہے، یہ قول عکرمہ کا ہے۔

اور راجح قول جمہور ہی کا ہے کہ اس سے مراد شب قدر ہے نہ کہ شب براءت، کیونکہ ﴿فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ میں اجمال ہے، جبکہ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ اور ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ میں تفسیر ہے۔ لہٰذا شب براءت کے دعویٰ کے بطلان میں کوئی شک نہیں، کیونکہ یہ قرآن کی صریح نص کے خلاف ہے، اور ہر وہ چیز جو حق کے خلاف ہو اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اس نص قرآنی کے خلاف جو احادیث ہیں ان کی بھی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایک صحیح سند سے مروی ہے جیسا کہ ابن العربی اور دیگر کئی ایک محققین نے جزماً فرما دیا ہے۔ پس تعجب ہے اس شخص پر جو قرآن کی واضح نص کی بلا کسی مستند دلیل کے مخالفت کیے جا رہا ہے۔ [1]

ضعیف وموضوع روایات:

❀ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ [2]

اس روایت میں دو جگہ انقطاع ہے:

(۱) حجاج بن ارطاۃ اور یحییٰ بن ابی کثیر کے درمیان۔

(۲) یحییٰ بن ابی کثیر اور عروہ کے درمیان۔ اسی لیے امام بخاری نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

❀ ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے، پھر مشرک اور مسلمان بھائی سے دشمنی رکھنے والے کے سوا ساری مخلوق کو بخش دیتا ہے۔'' [3]

---

[1] البدع الحولية، ص: ۲۹۱، ۲۹۲.

[2] ترمذی، رقم: ۷۳۹.

[3] ابن ماجه، رقم: ۱۳۹۰.

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں ولید بن مسلم مدلس، ابن لہیعہ ضعیف، جبکہ ضحاک بن ایمن مجہول ہے۔ دوسری سند میں ابن لہیعہ ضعیف کے علاوہ زبیر بن سلیم اور عبدالرحمٰن بن عزرب دونوں مجہول ہیں۔

❀ ''جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس میں قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ اس رات اللہ تعالیٰ سورج غروب ہوتے ہی پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور صبح صادق طلوع ہونے تک فرماتا رہتا ہے کہ کیا کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کیا کوئی رزق کا طالب ہے کہ اسے رزق دوں؟ کیا کوئی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے کہ اسے عافیت عطا کروں؟''[1]

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں ابن ابی سبرہ کذاب اور ابراہیم بن محمد سخت ضعیف ہے۔

❀ ''جب شعبان کی پندرھویں رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر ڈال کر مومنوں کو بخش دیتا ہے۔ کافروں کو مہلت فرماتا ہے اور کینہ وروں کو ان کے کینہ کی وجہ سے (ان کے حال پر) چھوڑ دیتا ہے تاوقتیکہ وہ کینہ وری چھوڑ دیں۔''[2]

یہ روایت ضعیف ہے، اس کا بنیادی راوی احوص بن حکیم ضعیف عندالجمہور ہے۔

❀ ''جب شعبان کی پندرھویں رات آتی ہے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طالب ہے کہ اسے بخش دوں؟ کوئی مانگنے والا ہے کہ اسے عطا کروں؟ اس وقت ہر مانگنے والے کو اس کی مراد ملتی ہے سوائے زانیہ عورت اور مشرک کے۔''[3]

یہ روایت ضعیف ہے۔ امام حسن بصری باوجود ثقہ امام ہونے کے مدلس ہیں اور آپ کا سیّدنا عثمان بن ابی العاص سے سماع بھی ثابت نہیں۔

---

[1] ابن ماجه، رقم: ١٣٨٨.

[2] فضائل الاوقات، رقم: ٢٣.

[3] فضائل الاوقات، رقم: ٢٥.

❀ ''نصف شعبان کی رات اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور سوائے دو آدمیوں کے باقی سب کو معاف کر دیتا ہے: (۱) کینہ ور، (۲) اور کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔''[1]

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

❀ ''نصف شعبان کی رات سال بھر میں پیدا ہونے والوں اور مرنے والوں کے نام نوٹ کیے جاتے ہیں اور لوگوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور اسی رات ان کا رزق بھی اترتا ہے۔''[2]

یہ روایت سخت ضعیف ہے، اس میں نضر بن کثیر سخت ضعیف ہے۔

❀ ''پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا ردّ نہیں ہوتی: (۱) رجب کی پہلی رات، (۲) نصف شعبان کی رات، (۳) جمعہ کی رات، (۴) عید الفطر کی رات، (۵) عید الاضحیٰ کی رات۔[3]

شیخ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

شب براءت کی مخصوص نمازوں کی حقیقت:

❀ **صلاۃ الفیہ یا صلاۃ الخیر:** جس نے نصف شعبان کی رات سو رکعتیں ادا کیں، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی۔ اس کی اللہ تعالیٰ اس رات طلب کی ہوئی ہر حاجت پوری کرے گا۔

پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اگرچہ اللہ نے اسے بدبخت یا نیک بنایا ہو؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، اے علی! بے شک لوح محفوظ میں لکھا ہے کہ فلاں بن فلاں بدبخت ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے مٹا کر نیک بختوں میں لکھ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو اس کی نیکیاں لکھنے، گناہ مٹانے اور سال بھر درجات بلند کرنے کے لیے

---

[1] احمد: ۲/۱۷٦.

[2] فضائل الاوقات، رقم: ٢٦.

[3] السلسلة الضعيفة، رقم: ١٤٥٢.

مقرر کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت عدن میں ستر ہزار یا سات لاکھ فرشتوں کو اس کے لیے محلات تعمیر کرنے اور ایسے درخت لگانے کے لیے مقرر کردیتا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے، اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کا تصور گزرا۔ اگر وہ اسی رات مرجائے تو شہادت کا رتبہ پائے گا۔ اور سورۃ اخلاص کے ہر حرف کے بدلے اسے نوّے حوریں ملیں گی، ہر حور کے لیے ایک نوکر اور ایک نوکرانی، خدمت کے لیے ستر ہزار چھوٹے لڑکے، ستر ہزار بچے، ستر ہزار وکیل اور ستر ہزار پردے ملیں گے۔ اور ہر وہ شخص جو اس رات سورۃ اخلاص پڑھے اسے ستر شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اس کی اگلی پچھلی ساری نمازیں قبول ہوں گی، اگر اس کے والدین جہنمی تھے تو اس کی دعا سے جنتی ہوجائیں گے بشرطیکہ انھوں نے شرک نہ کیا ہو، ان میں سے ہر ایک ستر ہزار گناہ گاروں کی سفارش کرے گا۔

اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، بے شک وہ دنیا سے نہیں جائے گا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانا نہ دیکھ لے۔

اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ دن رات کے چوبیس گھنٹوں کی ہر گھڑی میں ستر ہزار فرشتوں کو بھیجتا ہے جو اسے سلام کرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں اور صور پھونکے جانے تک اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے، قیامت کے دن اسے نیک لوگوں کا ساتھ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کے گناہ نہ لکھو بلکہ سال بھر اس کے لیے نیکیاں ہی لکھتے رہو۔ پس جس کسی نے آخرت چاہتے ہوئے یہ نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس اس رات کا ایک حصہ مقرر کردیتا ہے۔ [1]

یہ روایت من گھڑت ہے۔

❀ ''جس نے نصف شعبان کی رات سو رکعتوں میں ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھی تو وہ دنیا سے اس وقت تک رخصت نہیں ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے سو فرشتے آکر اسے جنت کی خوشخبری نہ سنادیں۔ ان میں سے تیس اسے آگ سے اور تیس برائی سے

[1] الموضوعات: ۲/ ۵۰.

بچائیں، اور ہمیں اس کے دشمن کے متعلق تدبیر کریں گے۔"[1]

یہ روایت بھی موضوع ہے۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ ان مذکورہ روایات پر تبصرہ یوں فرماتے ہیں: اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں، اس کے تینوں طرق کے راوی مجہول ہیں، بعض تو بالکل ضعیف ہیں۔ اس حدیث کا زبان نبوت سے صدور بھی ناممکن ہے۔ ہم نے بہت سارے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو یہ نماز پڑھتے ہیں اور جب راتیں چھوٹی ہوتی ہیں تو وہ اس کے بعد سو جاتے ہیں، سستی اور کاہلی کی حالت میں صبح کرتے ہیں اور نماز فجر بھی فوت کر بیٹھتے ہیں۔ جبکہ جاہل ائمہ مساجد نے اس نماز کا اور اس کے ساتھ صلاۃ الرغائب کو لوگوں کے جمع کرنے اور کسی بڑے منصب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا لیا ہے، قصہ گو حضرات اپنی مجالس میں اس نماز کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ سب حق سے بہت دور ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معروف نماز صلاۃ الرغائب جس کی بارہ رکعات رجب کے پہلے جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی جاتی ہیں اور شعبان کی پندرھویں شب کو سو رکعت نماز یہ دونوں نمازیں بہت بری منکر بدعت ہیں۔ لہٰذا آپ قوت القلوب اور احیاء علوم الدین میں ان کے تذکرے سے دھوکا نہ کھائیں اور نہ ہی ان کے متعلق وارد ہونے والی روایتوں سے دھوکا کھائیں کیونکہ یہ سب باطل ہیں۔[2]

امام ابوشامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

عوام الناس میں اس نماز پر بڑی فریفتگی اور اس کے سبب بڑا فتنہ پایا جاتا ہے۔ جن ممالک میں یہ نماز پڑھی جاتی ہے، وہاں کی مسجدوں میں اس نماز کو پڑھنے کی وجہ سے بہت زیادہ چراغاں کیا جاتا ہے، اس موقعہ پر فسق و فجور اور عورتوں کے ساتھ مردوں کا اختلاط نیز دوسرے کئی قسم کے مختلف فتنے رونما ہوتے ہیں۔ یہ ساری باتیں اتنی مشہور ہیں کہ محتاج بیان نہیں۔

شب مذکور میں عبادت گزار لوگوں کا اس نماز پر بڑا پختہ اعتقاد ہے۔ شیطان نے لوگوں

---

[1] الموضوعات: ٢/ ٥١.

[2] المجموع: ٤/ ٥٦.

کے لیے یہ مزین کر رکھا ہے کہ یہ نماز دین کے جلیل القدر عظیم شعائر میں سے ہے۔ ❶

❀ **بارہ رکعت نوافل:** ''جس نے نصف شعبان کی رات بارہ رکعت نوافل ادا کیے، ہر رکعت میں تیس تیس بار سورہ اخلاص پڑھی، تو وہ دنیا سے رخصت نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے۔ اور وہ قیامت کے دن اپنے گھر کے ایسے دس افراد کی سفارش کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔'' ❷

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں مجہول راویوں کی ایک جماعت ہے۔ بقیہ بن ولید اور لیث بن ابی سلیم دونوں ضعیف ہیں، لیکن آفت ان سے پہلے راویوں میں سے ہے۔

❀ **چودہ رکعت نوافل:** ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصف شعبان کی رات کھڑے ہو کر چودہ رکعتیں ادا کرتے دیکھا۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور چودہ بار سورہ الفاتحہ، چودہ بار سورہ الناس، چودہ بار سورہ الفلق، چودہ بار سورہ اخلاص جبکہ ایک بار آیت الکرسی اور آیت: ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم .....﴾ پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''جس نے ایسے کیا جس طرح تو نے مجھے دیکھا ہے تو اس کے لیے بیس مقبول حج اور بیس سال مقبول روزے رکھنے کی طرح ہوگا اور اگر اس نے صبح کو روزہ بھی رکھ لیا تو اس کے لیے گزشتہ اور آئندہ دو سال کے روزے رکھنے کی طرح اجر وثواب ہوگا۔'' ❸

یہ روایت بھی موضوع ہے۔

بہر حال شعبان کی پندرھویں رات المعروف شب براءت بھی عام راتوں کی طرح ایک

---

❶ الباعث علی انکار البدع: ۱/ ۳۵.

❷ الموضوعات: ۲/ ۵۱، ۵۲.

❸ الموضوعات: ۲/ ۵۲.

رات ہے۔ کتاب وسنت میں اس کی نہ کوئی خاص فضیلت بیان ہوئی ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی خاص حکم ہے، مثلاً نوافل یا ذکر واذکار وغیرہ۔

بدعات شب براءت

(۱) آتش بازی:

شب براءت کی مروّجہ بدعات میں سے نہایت ہی بری، خطرناک اور غیر معقول بدعت آتش بازی ہے جس میں شرلیاں، پٹاخے، فائرنگ اور چراغاں وغیرہ سب شامل ہیں۔ شعبان کی پندرھویں شب آتش بازی کا کھیل نہ صرف گناہ بے لذت ہے بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی مشاہدے کی بات ہے۔ مثلاً:

① ایک تو اس میں مال کا ضیاع اور بے جا اسراف ہے جو مذموم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی تباہی وبربادی کا دروازہ بھی ہے۔ قرآنِ مجید میں ایسے شخص کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

② شب براءت میں بچوں کو آتش بازی کے لیے پیسے دیے جاتے ہیں جو بچپن ہی سے انھیں احکامِ الٰہیہ کی نافرمانی کی تعلیم اور بے ہودہ رسوم کا خوگر بنانا ہے حالانکہ انھیں علم وعمل کی تعلیم دیتے ہوئے اچھی عادات کا خوگر بنانا چاہیے۔

③ اپنی، اپنے بچوں اور دوسرے لوگوں کی جان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ ہر سال اس قسم کے صدہا واقعات پیش آتے ہیں۔ گھر کے گھر آتش بازی سے تباہ ہوجاتے ہیں۔

④ یہ آتش بازی ہندوؤں کی رسم دیوالی اور مجوسیوں کی آتش پرستی سے مشابہ بھی ہے، جبکہ ہمیں حکم ہے کہ مشرکین کی مخالفت کرو۔

بہرحال آتش بازی انتہائی قبیح بدعت ہے جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مرتکب نہ صرف اپنا دین برباد کرتا ہے بلکہ دنیا بھی تباہ کرتا ہے۔

قاضی احمد بن حجر فرماتے ہیں:

اہل بدعت نے جو باتیں ایجاد کررکھی ہیں اور جن بدعات کے ایجاد کرنے کی وجہ سے یہ لوگ شریعت کی پابندی کرنے والوں کے طور وطریق سے خارج ہوگئے ہیں اور مجوس کے طور وطریق کی پیروی کرنے لگے ہیں۔ نیز انھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے۔ ان بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ پندرہ شعبان کی رات کو چراغاں کرتے ہیں حالانکہ یہ بات نبی کریم ﷺ سے ذرّہ برابر بھی ثابت نہیں، نہ آپ ﷺ نے اس رات میں نماز کا حکم دیا ہے اور نہ اس رات میں آگ روشن کرنے کے بارے میں کوئی چیز مروی ہے۔

شریعت محمدیہ کے ساتھ کھیل تماشا کرنے والے جس شخص نے یہ بدعت ایجاد کی وہ مجوسی مذہب کی رغبت رکھتا تھا۔ کیونکہ آگ مجوسیوں کا معبود اور دیوتا ہے۔ یہ بدعت سب سے پہلے برامکہ کے زمانے میں ایجاد ہوئی۔ [1]

(۲) حلوہ خوری:

شب برات کی بدعات ورسومات میں سے ایک حلوہ خوری بھی ہے۔ ہم نعوذ باللہ حلوے کی مخالفت نہیں کرتے، تاہم سوال یہ ہے کہ اس کا اس قدر اہتمام صرف پندرہ شعبان ہی کو کیوں؟ اور اہتمام بھی اس قدر کہ اتنا افسوس سنن وفرائض کے ترک پر نہیں جتنا حلوہ شریف کے ترک پر ہوتا ہے۔ جو شخص اس کا اہتمام نہ کرے وہ کنجوس اور بخیل گردانا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھ لیں بالخصوص خیر القرون کی کوئی ایک آدھ بھی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ کبھی شب برات کو اس طرح اجتماعی حلوہ خوری کا واقعہ رونما ہوا ہو۔ پندرہ شعبان کو حلوہ خوری کے جو دلائل دیے جاتے ہیں وہ بھی سنتے جایئے!

- رسول اللہ ﷺ کے جنگ احد میں جب دانت مبارک شہید ہوئے تو آپ نے حلوہ شریف تناول فرمایا تھا۔

یہ دلیل کئی بنا پر غلط ہے:

۱: یہ کس حدیث میں ہے کہ آپ کے غزوۂ احد میں دانت شہید ہوئے تو آپ نے حلوہ

[1] بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم، ص: ۴۰۵

نوش فرمایا۔

۲: جنگ احد تمام مؤرخین کے نزدیک شوال ۳ھ میں ہوئی نہ کہ شعبان میں، اور پھر نصف شعبان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳: بالفرض دانتوں کی شہادت پر آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا تو اتباع سنت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جنگ میں جائیں، دانت تڑوائیں اور حلوہ نوش فرمائیں۔

⊙ بعض کہتے ہیں کہ سیّدنا حمزہ کی شہادت ان دنوں ہوئی تھی یہ ان کی نیاز ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی بالکل بے اصل اور موضوع ہے۔ اوّل تو تعیین تاریخ کی ضرورت نہیں اور دوسرا خود یہ واقعہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی نہ کہ شعبان میں۔

نیز رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام یا دیگر سلف صالحین سے یہ ثابت نہیں کہ وہ سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی یہ نیاز دلاتے ہوں۔

⊙ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ یہ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کی نیاز ہے کیونکہ انھیں جب پتا چلا کہ آپ ﷺ کا دانت شہید ہوا ہے تو انھوں نے اپنے سارے دانت توڑ لیے، سخت چیز کھانا ان کے لیے مشکل ہوگئی تو انھوں نے حلوہ پکا کر کھایا۔

اب جب اس بات کا حوالہ طلب کیا جاتا ہے کہ بتاؤ کس حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے؟ کوئی مستند دلیل پیش کرو، تو حلوہ خور حضرات سکتے میں آجاتے ہیں۔ یہ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان اور جھوٹ باندھا گیا ہے کیونکہ اویس قرنی رحمہ اللہ جیسے اللہ کے ولی سے یہ بات بعید ہے کہ وہ شرع کے خلاف کوئی اس قسم کا عمل کریں۔ کیونکہ یہ عمل اپنے آپ کو تکلیف دینے کی بنا پر خلاف شرع ہے۔

قارئین کرام! حلوہ خوروں کے یہ وہ الٹے پلٹے دلائل ہیں جو شب برات کے حلوے کے جواز میں گھڑے ہوئے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک میں بھی اس حلوے کا ادنی سا اشارہ تک نہیں ملتا۔ البتہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ نے ''اسلامی خطبات'' (۴۴۳/۱) میں لکھا ہے کہ ہندوؤں میں سال بھر میں ایک روز حلوہ پوڑی پکا کر کوؤں کو کھلاتے

ہیں اور وہ اسے بزرگوں، پرکھوں کو کھلانا کہتے ہیں۔

(۳) برتنوں کا بدلنا اور گھروں کی لیپا پوتی:

بعض لوگ شب برات کو گھروں کی لیپا پوتی کرتے ہیں، برتن تبدیل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی لغو اور بے اصل ہونے کے علاوہ ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: گھروں کا لیپنا اور برتنوں کا بدلنا ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ہے، جس طرح وہ لوگ دیوالی میں گھروں کو لیپتے اور مٹی کے برتن بدلتے ہیں، اسی طرح بعض مسلمان بھی کرتے ہیں، یہ بھی کفار کی نقل اور مشابہت ہے، اس لیے یہ بدعت ہے۔ [1]

(۴) روحوں کی حاضری:

بعض ضعیف الاعتقاد حضرات یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس رات مردوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں۔ بلکہ ہمارے خیال میں گھروں کی لیپائی صفائی اور برتنوں کی تبدیلی بھی شاید اسی لیے کی جاتی ہے تاکہ ارواح یہ سب دیکھ کر خوش ہوں۔

جہاں تک روحوں کی حاضری کا مسئلہ ہے تو یہ دو وجہ سے غلط ہے:

۱: اگر وہ ارواح نیک ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی نعمتوں والی جنتوں میں ہیں کہ جہاں سے نکلنے کو ان کا جی نہیں چاہتا اور اگر جی چاہے بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندی ہے کہ وہ دنیا میں واپس آئیں۔

۲: اور اگر وہ بد ہیں تو وہ ملزموں کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حوالات میں بند ہیں جہاں سے انھیں کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ اعتقاد رکھنا کہ اس رات یا کسی دوسری رات روحیں حاضر ہوتی ہیں، سراسر غلط ہے۔

ملا علی قاری حنفی رقم طراز ہیں:

اس رات خاص طور پر فقراء کے لیے انواع واقسام کے کھانے تقسیم کرنا اس بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں، نہ مرفوع نہ موقوف نہ صحیح نہ ضعیف۔ اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اس رات

---

[1] اسلامی خطبات: ١/٤٤٦.

روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ان کی تکریم کے لیے گھروں کو صاف کرنا، دیواروں کی لیپائی کرنا اور ضرورت سے زیادہ چراغوں اور قندیلوں کو روشن کرنا، بلاشک وشبہ یہ سب بدعات اور گمراہی کے کام ہیں۔ اور آتش بازی کی ابتدا کرنے والے برامکہ ہیں جو آتش پرست تھے اور جب مسلمان ہوئے تو دین کے لبادے میں انھوں نے آتش پرستی کو بھی اسلام میں داخل کر دیا اور جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر وہ رکوع وسجود کرتے تو ان کے پیش نظر آگ ہوتی تھی اور شریعت میں ضرورت سے زیادہ آگ جلانا کسی مقام پر بھی جائز نہیں۔ [1]

علامہ احمد بن حجر ماہ شعبان کی بدعات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

پندرہ شعبان کی رات کا نام شب برات رکھے ہوئے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس رات میں گناہ بخشے جاتے ہیں، عمریں بڑھائی جاتی ہیں، روزیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے، بنا بریں لوگ رات بھر جاگ کر زور زور سے دعائیں کرتے ہیں، ان دعاؤں کو لوگوں نے از خود گھڑ لیا ہے جن میں عمر اور روزی میں اضافہ کی درخواست کی جاتی ہے۔

پھر لوگ قبروں کی زیارت کرتے ہیں، چراغ جلاتے ہیں، قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں، گزشتہ شعبان سے لے کر موجودہ شعبان تک جو لوگ مرے ہوتے ہیں ان کے نام رجسٹر میں درج کرتے ہیں، حلوہ بناتے ہیں، بیوہ عورت یہ سمجھتی ہے کہ اس کے شوہر کی روح پندرہ شعبان کی رات میں آئے گی اس لیے وہ اس کے واسطے کھانا پکاتی ہے اور اس کے انتظار میں بیٹھتی ہے۔

علمائے سوء اس رات کے لیے شب قدر جیسی فضیلتیں بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ شب قدر میں جس روح کے نزول کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے اس سے مراد مردوں کی ارواح ہیں۔ [2]

ماہِ شعبان کے متعلق ضعیف وموضوع روایات:

۱: ”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد کون سا روزہ افضل ہے؟ آپ نے

---

[1] بحواله مرعاة المفاتيح: ٤/٣٤٢.

[2] بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم، ص: ٤٢٥.

فرمایا: شعبان کا روزہ جو رمضان کی تعظیم کے لیے رکھا جائے۔"[1]

یہ روایت ضعیف ہے۔اس میں صدقہ بن موسیٰ ضعیف عند الجمہور ہے۔

۲: "جانتے ہو کہ شعبان کا نام شعبان کیوں رکھا گیا؟ یہ اس لیے رکھا گیا کیونکہ اس میں خیر کثیر پھوٹتی ہے۔"[2]

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

۳: "ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کی موتوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے، حتی کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے یا اس کی اولاد ہوتی ہے، جبکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں شامل ہوتا ہے۔"[3]

یہ روایت مرسل ہے۔

۴: رجب اللہ کا مہینا ہے شعبان میرا جبکہ رمضان میری امت کا مہینا ہے۔"[4]

یہ روایت موضوع ہے۔

۵: "ماہ شعبان کی دوسرے مہینوں پر فضیلت اسی طرح ہے جس طرح دیگر انبیاء پر میری فضیلت ہے۔"[5]

یہ روایت بھی موضوع ہے۔

ماہِ شعبان واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ فرضیت صوم رمضان[6]	۲ھ	فروری ۶۲۴ء

❶ ترمذی، رقم: ٦٦٣.
❷ السلسلة الضعيفة، رقم: ٣٢٢٣.
❸ جامع البيان: ١٣/١٢٤.
❹ الموضوعات: ٢/١١٧.
❺ المقاصد الحسنة، رقم: ٧٤٠.
❻ المنتظم: ١/٢٩٢؛ عيون الأثر: ١/٣٠٨؛ مرأة الجنان: ١/٢؛ تقويم تاريخى، ص: ١.

⊙ اُمّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہمراہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [1] ۳ھ — جنوری ۶۲۵ء

⊙ وفات سیّدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ [2] ۳ھ — جنوری ۶۲۵ء

⊙ ولادت سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ [3] ۴ھ — جنوری ۶۲۶ء

⊙ غزوۂ بدر (الصغریٰ) [4] ۴ھ — جنوری ۶۲۶ء

⊙ غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع [5] ۵ھ — دسمبر ۶۲۶ء

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اَقوال بھی ہیں۔

⊙ سریہ سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ از طرف دومۃ الجندل [6] ۶ھ — دسمبر ۶۲۷ء

⊙ سریہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از طرف بنی سعد [7] ۶ھ — دسمبر ۶۲۷ء

⊙ سریہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ از طرف تربہ [8] ۷ھ — دسمبر ۶۲۸ء

⊙ سریہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از طرف نجد [9] ۷ھ — دسمبر ۶۲۸ء

⊙ سریہ سیّدنا بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ از طرف فدک [10] ۷ھ — دسمبر ۶۲۸ء

---

[1] المنتظم: ۳۳۸/۱؛ عیون الأثر: ۴۳۷/۱؛ الکامل: ۲۹۳/۱؛ سیر: ۳۴۷/۳؛ کتاب ازواج النبی، ص: ۱۳۸.

[2] المنتظم: ۳۳۰/۱؛ سیر: ۶۶/۹.

[3] المنتظم: ۳۳۶/۱؛ ضعیف تاریخ طبری: ۱۳۹/۷؛ سیر: ۱۴۴/۴؛ تهذیب الکمال: ۶۶۱/۲؛ البدایة والنهایة: ۲۷۷/۴؛ الاصابة: ۳۷۸/۱.

[4] ابن هشام: ۱۴۹/۴؛ عیون الاثر: ۳۱/۲؛ الکامل: ۶۶/۲؛ البدایة: ۲۷۴/۴؛ الرحیق المختوم؛ ص: ۴۰۶.

[5] المغازی، ص: ۲۹۹؛ ابن سعد: ۲۹۵/۱؛ المنتظم: ۳۴۲/۱؛ ابن هشام: ۲۱۵/۳؛ عیون الاثر: ۷۹/۲؛ سیر: ۲۷۹/۱؛ البدایة: ۲۶۴/۴.

[6] المغازی، ص: ۳۹۷؛ ابن سعد: ۳۱۶/۱؛ المنتظم: ۳۵۸/۱؛ الکامل: ۹۱/۲؛ عیون الاثر: ۱۰۵/۲؛ البدایة: ۳۹۳/۴.

[7] المغازی، ص: ۳۹۸؛ ابن سعد: ۳۱۷/۱؛ الکامل: ۹۱/۲؛ المنتظم: ۳۵۹/۱؛ عیون الاثر: ۱۰۷/۲.

[8] المغازی، ص: ۴۹۳؛ ابن سعد: ۳۳۹/۱؛ المنتظم: ۳۷۵/۱؛ عیون الاثر: ۱۵۳/۲.

[9] المغازی، ص: ۴۹۴؛ ابن سعد: ۳۴۰/۱؛ المنتظم: ۳۷۶/۱؛ عیون الاثر: ۱۵۵/۲.

[10] المغازی، ص: ۴۹۴؛ ابن سعد: ۳۴۰/۱؛ المنتظم: ۳۷۶/۱؛ عیون الاثر: ۱۵۵/۲؛ الکامل: ۱۰۵/۲.

⊙ سریہ سیّدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ از طرف خضرہ [1]	۸ھ	نومبر ۶۲۹ء
⊙ وفات سیّدہ امّ کلثوم بنت سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم [2]	۹ھ	نومبر ۶۳۰ء
⊙ وفدِ خولان کی آمد [3]	۱۰ھ	نومبر ۶۳۱ء
⊙ جنگ جسر [4]	۱۳ھ	اکتوبر ۶۳۴ء
⊙ وفات سیّدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ [5]	۲۰ھ	جولائی ۶۴۰ء
⊙ وفات اُمّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا [6]	۴۵ھ	اکتوبر ۶۶۵ء
⊙ وفات سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ [7]	۵۰ھ	اگست ۶۷۰ء
⊙ واقعہ دیر الجماجم [8]	۸۲ھ	ستمبر ۷۰۱ء
⊙ شہادت جناب سعید بن جبیر [9]	۹۵ھ	اپریل ۷۱۳ء
⊙ وفات خلیفہ یزید بن عبدالملک وخلافت ہشام [10]	۱۰۵ھ	جنوری ۷۲۴ء

---

❶ المغازی، ص:٥٢٧؛ ابن سعد: ١/٣٥١؛ المنتظم: ١/٣٨٤؛ الكامل: ٢/١١٠؛ عيون الاثر: ٢/١٧٦.

❷ ابن سعد: ٨/٤٣؛ المنتظم: ١/٤٠٧؛ الكامل: ٢/١٥٧؛ سير: ٣/٣٥٦؛ الاصابة: ٤/٢٧٤٣؛ البداية: ٤/٦٩٨.

❸ عيون الاثر: ٢/٣١١؛ ابن سعد: ٢/٧٣؛ زاد المعاد: ٣/٦٩٦.

❹ المنتظم: ١/٤٦٦؛ الكامل: ٢/٢٧٨؛ البداية: ٧/١١٧.

❺ ابن سعد: ٣/٦٠٦؛ المنتظم: ٢/٣٥؛ الكامل: ٢/٣٨٩؛ صحيح تاريخ طبرى: ٣/٢٦٧؛ اسد الغابة: ١/١٦٧.

❻ مستدرك حاكم: ٤/١٥؛ ابن سعد: ٨/٧٤؛ المنتظم: ٢/١٤٨؛ البداية: ٨/٢٦؛ كتاب ازواج النبى، ص:١٤٤.

❼ ابن سعد: ٦/٢٠؛ تاريخ خليفة: ١٢٨؛ الكامل: ٣/٢٩٦؛ تاريخ مدينة السلام: ١/٥٥١؛ سير: ٤/١٨.

❽ المنتظم: ٢/٢٨٩؛ صحيح تاريخ طبرى: ٤/١٦٦؛ الكامل: ٤/٢٠٨.

❾ تهذيب الكمال: ٤/١١٠؛ مرآة الجنان: ١/٩٠؛ تاريخ ابن خلكان: ٢/٣١٠؛ سير: ٤/٥٠٥؛ الكاشف: ١/٣١٠؛ تهذيب التهذيب: ٤/١١.

❿ صحيح تاريخ طبرى: ٤/٢٦٧؛ تاريخ خليفة، ص:٢١٣؛ اليعقوبى: ٢/٥١٠؛ الكامل: ٤/٣٧٤؛ البداية: ١٠/٦٠.

⊙ ابومسلم عبدالرحمٰن بن مسلم الخراسانی کا قتل [1]	۱۳۷ھ	جنوری، فروری ۷۵۵ء
⊙ وفات امام سفیان بن سعید الثوری [2]	۱۶۱ھ	مئی ۷۷۷ء
⊙ وفات امام لیث بن سعد [3]	۱۷۵ھ	دسمبر ۷۹۱ء
⊙ ولادت خلیفہ معتصم باللہ [4]	۱۸۰ھ	نومبر ۷۹۶ء
⊙ وفات محدث عبداللہ ابن وہب المصری [5]	۱۹۷ھ	مئی ۸۱۳ء
⊙ وفات امام ابونعیم فضل بن دکین [6]	۲۱۹ھ	ستمبر ۸۳۴ء

نوٹ: دوسرا قول رمضان کا ہے۔

⊙ خلیفہ معتصم باللہ کی رومیوں سے جنگ [7]	۲۲۳ھ	جولائی ۸۳۸ء
⊙ وفات امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب [8]	۲۳۴ھ	مارچ ۸۴۹ء
⊙ وفات امام اسحاق بن راہویہ [9]	۲۳۸ھ	فروری ۸۵۲ء
⊙ فارس میں خوفناک زلزلے سے تباہی [10]	۲۴۲ھ	دسمبر ۸۵۶ء

---

[1] خليفة، ص:۲۷۲؛ المنتظم: ۴۶۸/۲؛ سير: ۲۴۴/۵؛ البداية: ۳۰۲/۱۰.

[2] سير: ۱۵۶/۶؛ الكاشف: ۳۳۱/۱؛ تقويم تاريخى، ص:۴۱.

[3] ابن سعد: ۳۲۶/۷؛ تاريخ مدينة السلام: ۵۳۸/۱۴؛ سير: ۳۵۴/۶؛ البداية: ۴۲۹/۱۰؛ تهذيب الكمال: ۴۸۶/۸.

[4] تاريخ مدينة السلام: ۵۵۲/۴.

[5] المنتظم: ۲۱۶/۳؛ تهذيب الكمال: ۶۹۵/۸؛ ابن خلكان: ۲۵/۳؛ تهذيب التهذيب: ۶۷/۶.

[6] خليفة، ص:۳۱۶؛ ابن سعد: ۲۵۴/۶؛ الكامل: ۱۸/۶؛ الكاشف: ۳۶۷/۲؛ سير: ۳۹۹/۳؛ تهذيب التهذيب: ۲۴۰/۸.

[7] الكامل: ۴۲/۶؛ البداية: ۸۵/۱۱.

[8] المنتظم: ۳۷۰/۳؛ ابن سعد: ۲۳۹/۷؛ تاريخ مدينة السلام: ۵۱۱/۹؛ الكامل: ۹۹/۶؛ سير: ۲۸۵/۸؛ تهذيب الكمال: ۶۰۱/۳.

[9] الكنى و الاسماء: ۳۴۸/۲؛ تاريخ مدينة السلام: ۳۷۴/۷؛ المنتظم: ۳۸۴/۳؛ سير: ۲۱۳/۸؛ تهذيب الكمال: ۳۶۷/۱.

[10] المنتظم: ۳۹۴/۳؛ الكامل: ۱۲۱/۶.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی [1]	۲۷۷ھ	نومبر ۸۹۰ء
⊙ وفات محمد بن حسن ابن درید النحوی [2]	۳۲۱ھ	اگست ۹۳۳ء
⊙ بغداد میں شیعہ وسنی فسادات [3]	۳۴۹ھ	اکتوبر ۹۶۰ء
⊙ وزیر ابوالفضل شیرازی نے کرخ شہر جلا دیا [4]	۳۶۲ھ	مئی ۹۷۳ء
⊙ بغداد میں طوفانی آندھی سے تباہی [5]	۳۷۸ھ	دسمبر ۹۸۸ء
⊙ ولادت امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی [6]	۳۸۴ھ	ستمبر ۹۹۴ء
⊙ بغداد میں طوفانی آندھی سے تباہی [7]	۳۹۹ھ	اپریل ۱۰۰۹ء
⊙ ولادت حافظ ابن ماکولا علی بن ہبۃ اللہ [8]	۴۲۲ھ	جولائی ۱۰۳۱ء
⊙ بغداد میں طوفانی بارش سے تباہی [9]	۴۳۶ھ	فروری ۱۰۴۵ء
⊙ شام اور اس کے مضافات میں خوفناک زلزلہ [10]	۴۵۵ھ	اگست ۱۰۶۳ء
⊙ وفات امام ابن حزم علی بن احمد الظاہری [11]	۴۵۶ھ	اگست ۱۰۶۴ء
⊙ دمشق میں شر پسندوں نے آگ لگا دی، جامع دمشق بالکل جل گئی [12]	۴۵۸ھ	جولائی ۱۰۶۶ء

---

[1] تاریخ مدینة السلام: ۲/۴۲۲؛ المنتظم: ۳/۴۹۶؛ سیر: ۹/۱۴۲؛ تهذیب الکمال: ۸/۵۳۶؛ الکاشف: ۳/۶.

[2] المنتظم: ۴/۴۰؛ الکامل: ۷/۹۴؛ سیر: ۱۰/۵۴؛ البدایة: ۱۲/۱۰۹؛ ابن خلکان: ۴/۶۷۴.

[3] المنتظم: ۴/۱۹۹؛ الکامل: ۷/۲۵۷؛ تاریخ الاسلام: ۲۵/۱۳۴.

[4] الکامل: ۷/۳۱۶.

[5] المنتظم: ۴/۲۶۲؛ الکامل: ۷/۴۰۶؛ البدایة: ۱۲/۳۲۲؛ تاریخ الاسلام: ۲۶/۳۵۶.

[6] ابن خلکان: ۱/۸۱؛ سیر: ۱۱/۴۵۷؛ مقدمة فضائل الاوقات، ص:۲۳.

[7] المنتظم: ۴/۳۰۷؛ البدایة: ۱۲/۳۷۹؛ تاریخ الاسلام: ۲۷/۱۷۶.

[8] سیر: ۱۱/۶۷۷؛ ابن خلکان: ۳/۲۴۷.

[9] المنتظم: ۴/۳۸۸.

[10] المنتظم: ۴/۴۴۰؛ الکامل: ۸/۳۳۹.

[11] ابن خلکان: ۳/۲۶۵؛ سیر: ۱۱/۴۷۸؛ البدایة: ۱۳/۱۶۲؛ لسان المیزان: ۴/۷۳۲؛ تاریخ الاسلام: ۳۰/۲۸۸.

[12] المنتظم: ۴/۴۴۵؛ البدایة: ۱۳/۱۶۴.

- بغداد میں گرم آندھی ❶ — ۴۵۹ھ — جون ۱۰۶۷ء
- وفات خلیفہ القائم بامر اللہ وخلافت المقتدی ❷ — ۴۶۷ھ — اپریل ۱۰۷۵ء
- ولادت حافظ ابن العربی ابوبکر محمد بن عبداللہ ❸ — ۴۶۸ھ — مارچ ۱۰۷۶ء
- ولادت قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ ❹ — ۴۷۶ھ — دسمبر ۱۰۸۳ء
- بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ ❺ — ۴۹۲ھ — جون ۱۰۹۹ء
- وفات علامہ محمد بن عبدالکریم الشہرستانی ❻ — ۵۴۸ھ — اکتوبر ۱۱۵۳ء
- وفات ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی ❼ ۵۸۱ھ — نومبر ۱۱۸۵ء
- ولادت حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری ❽ — ۵۸۱ھ — اکتوبر ۱۱۸۵ء
- شہادت سلطان شہاب الدین محمد بن سام الغوری ❾ — ۶۰۴ھ — فروری ۱۲۰۸ء
- دمیاط پر فرنگیوں کا قبضہ ❿ — ۶۱۶ھ — نومبر ۱۲۱۹ء
- ولادت امام ابن دقیق العید ⓫ — ۶۲۵ھ — جولائی ۱۲۲۸ء
- وفات ابن الاثیر عز الدین علی بن محمد الجزری ⓬ — ۶۳۰ھ — جون ۱۲۳۳ء
- وفات حافظ ابن النجار محمد بن محمود البغدادی ⓭ — ۶۴۳ھ — دسمبر ۱۲۴۵ء

---

❶ المنتظم: ٤/٤٤٧؛ البداية: ١٣/١٦٧.

❷ المنتظم: ٤/٤٥٩؛ الكامل: ٨/٣٧٩؛ البداية: ١٣/ ١٨٩؛ تاريخ الاسلام: ٣١/١٦.

❸ ابن خلكان: ٤/٦٤٦.

❹ ابن خلكان: ٣/٣٩١؛ الشفا ترجمة المصنف: ١/٧.

❺ البداية: ١٣/٢٦٠؛ تقويم تاريخى، ص:١٢٣.

❻ ابن خلكان: ٤/٦٣٠؛ الملل والنحل، ص:٢٠؛ تقويم تاريخى، ص:١٣٧.

❼ ابن خلكان: ٣/١١٢؛ البداية: ١٤/٣٣٤؛ تذكرة الحفاظ: ٤/٩١١؛ تقويم تاريخى، ص:١٤٦.

❽ تاريخ الاسلام: ٤٨/٢١٠؛ المنهل الصافى: ٢/١٣٣.

❾ تاريخ الاسلام: ٤٣/٥٨؛ ابن خلدون: ٦/٧٥٧.

❿ الكامل: ١٠/٤٠٣. ⓫ سير: ١٥/١٦٧.

⓬ سير: ١٤/٦١؛ البداية: ١٥/١٩٨؛ تاريخ الاسلام: ٤٥/٢٩٩.

⓭ سير: ١٤/ ١٧٤؛ البداية: ١٥/٢٥٥.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ دمشق میں طوفانی بارش اور سیلاب [1]	۶۸۳ھ	نومبر ۱۲۸۴ء
⊙ وفات امام ابن سیّد الناس محمد بن ابی عمرو [2]	۷۳۴ھ	اپریل ۱۳۳۴ء
⊙ وفات شیخ علاء الدین مغلطائی [3]	۷۶۲ھ	جون ۱۳۶۱ء
⊙ ولادت حافظ ابن حجر احمد بن علی العسقلانی [4]	۷۷۳ھ	فروری ۱۳۷۲ء
⊙ وفات حافظ اسمٰعیل بن کثیر الدمشقی [5]	۷۷۴ھ	فروری ۱۳۷۳ء
⊙ وفات حافظ ابن العراقی احمد بن عبدالرحیم [6]	۸۲۶ھ	جولائی ۱۴۲۳ء
⊙ وفات علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی [7]	۹۰۲ھ	اپریل ۱۴۹۷ء
⊙ وفات حافظ ابوالفتح محمد بن ابی عمرو ابن سید الناس [8]	۷۳۱ھ	اپریل ۱۳۳۴ء
⊙ وفات نواب وحید الزماں حیدر آبادی [9]	۱۳۳۸ھ	مئی ۱۹۲۰ء
⊙ وفات مولانا محمد علی جوہر [10]	۱۳۴۹ھ	دسمبر ۱۹۳۰ء
⊙ امریکا نے ہیروشیما پر ایٹم بم گرائے [11]	۱۳۶۴ھ	اگست ۱۹۴۵ء
⊙ آزادی مراکش وتیونس [12]	۱۳۷۵ھ	مارچ ۱۹۵۶ء
⊙ وفات مولانا ابوالکلام آزاد [13]	۱۳۷۷ھ	فروری ۱۹۵۸ء

---

(1) البداية: ١٥/ ٥١٠. (2) البداية: ١٦/ ٢٦٢؛ سير ١٥/ ٣٨.

(3) البداية: ١٦/ ٤١٧؛ الدرر الكامنة: ٢/ ١٤٠؛ تقويم تاريخي، ص: ١٩١.

(4) تهذيب التهذيب؛ مقدمة المحقق: ١/ ٢٣؛ البدر الطالع: ١/ ٨١.

(5) البداية، ترجمة المؤلف: ١/ ٦٤؛ الدرر الكامنة: ١/ ١٢٥؛ البدر الطالع: ١/ ١٤٣.

(6) البدر الطالع: ١/ ٦٧؛ الضوء اللامع: ١/ ٢١٨.

(7) البدر الطالع: ٢/ ١٧٨.

(8) سير: ١٥/ ٣٨؛ البداية: ١٦/ ٢٦٢.

(9) نزهة الخواطر: ٨/ ٦٤٣.

(10) تقويم تاريخي، ص: ٣٣٨.

(11) بيسويں صدی کے اهم واقعات، ص: ١٢٥.

(12) تقويم تاريخي، ص: ٣٤٤.

(13) بزم ارجمنداں، ص: ١٣١.

⊙ قادیانیوں کو حکومت پاکستان نے باقاعدہ غیر مسلم قرار دیا[1]	۱۳۹۴ھ	ستمبر ۱۹۷۴ء
⊙ بنگالی رہنما شیخ مجیب الرحمٰن کا قتل[2]	۱۳۹۵ھ	اگست ۱۹۷۵ء
⊙ اسرائیل نے عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر دیا[3]	۱۴۰۱ھ	جون ۱۹۸۱ء
⊙ چین میں خوفناک زلزلے سے تباہی[4]	۱۳۹۶ھ	جولائی ۱۹۷۶ء
⊙ امریکا کی لیبیا پر بمباری[5]	۱۴۰۶ھ	اپریل ۱۹۸۶ء
⊙ وفات سیّد محب اللہ شاہ الراشدی[6]	۱۴۱۵ھ	جنوری ۱۹۹۵ء
⊙ وفات سیّد بدیع الدین شاہ الراشدی[7]	۱۴۱۶ھ	جنوری ۱۹۹۶ء
⊙ وفات میاں فضل حق[8]	۱۴۱۶ھ	جنوری ۱۹۹۶ء
⊙ وفات سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی[9]	۱۴۲۰ھ	دسمبر ۱۹۹۹ء
⊙ وفات مولانا عبدالروَف جھنڈانگری[10]	۱۴۲۰ھ	نومبر ۱۹۹۹ء
⊙ پاکستان میں شدید سیلاب	۱۴۳۱ھ	جولائی ۲۰۱۰ء

---

[1] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص:۲۷۲.

[2] ایضًا، ص:۲۷٤.

[3] ایضًا، ص:۳٤۰.

[4] واقعات عالم، ص:۱٤۰.

[5] ایضاً، ص:۳٦۸.

[6] کاروانِ سلف، ص:۳۹٥؛ تذکرۃ النبلاء، ص:۳۱۸.

[7] کاروانِ سلف، ص:٤۷٥.

[8] میاں فضل حق اور ان کی خدمات، ص: ۲۳٦.

[9] قافلہ حدیث، ص:٥۰۹.

[10] چالیس علماء اہل حدیث، ص:٤۱۸.

ماہِ رمضان

رمضان اسلامی سال کا نواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: رَ، مَ، ضَ۔ تینوں مفتوح (زبر کے ساتھ) جبکہ الف ساکن ہے یعنی رَ، مَ، ضَان ۔رمضان عربی زبان کا لفظ ہے جو ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع رمضانات، رمضانون، رماضین، ارمض اور ارمضۃ آتی ہے۔

رمضان رمض سے مشتق ہے جو باب ضَرَبَ یَضْرِبُ، نَصَرَ یَنْصُرُ اور سَمِعَ یَسْمَعُ سے مصدر ہے۔ اس کا معنی: شدید گرمی، دھوپ کی شدت سے تپ جانے والی زمین، یا پتھر، گرمی کی شدت سے کسی چیز کا جلنا وغیرہ ہے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: یہ رمض سے مشتق ہے جس کے معنی سورج کی سخت تپش کے ہیں۔ اَرْمَضَتْہُ سخت تپش نے اسے جلا دیا۔ فَرَمِضَ چنانچہ وہ جھلس گیا۔ اَرْضٌ رَمِضَةٌ سخت گرم سرزمین، رَمِضَتِ الْغَنَمُ سخت گرمی میں باہر چرنے کی وجہ سے بکریوں کے جگر زخمی ہوگئے۔ [1]

سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے:

((صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ .)) [2]

''نماز اوّابین کا (افضل) وقت وہ ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں دھوپ میں گرم ریت پر چلنے سے تپنے لگیں۔''

مطلب یہ کہ اونٹ کے بچوں کے پاؤں اس درجہ جلنے لگیں کہ وہ چرنا چھوڑ دیں۔ یہ نماز چاشت کا افضل وقت ہے، یعنی جب دھوپ کی شدت ہوتی ہے۔

ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ:

اس میں اختلاف ہے کہ ماہِ رمضان کو رمضان کیوں کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حافظ

---

[1] مفردات القرآن: ١/ ٤١٥.

[2] مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ الاوّابین ......، رقم: ٧٤٨.

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واختلف في تسمية هذا الشهر رمضان. [1] تاہم ذیل میں چند اقوال بیان کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ طالبانِ علم ان سے مستفید ہوسکیں گے۔ ان شاء اللہ

- اس مہینے میں گرمی کی وجہ سے اونٹوں کے بچوں کے پاؤں جلنے لگتے تھے اس لیے اسے رمضان کہا جاتا ہے۔ [2]
- اس مہینے میں گرمی کی شدت سے پتھر جلنے لگتے تھے۔ رمضاء گرم پتھر کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اسی مناسبت سے اسے رمضان کہا گیا۔ [3]
- اس میں روزہ داروں کے گناہوں کو جلایا جاتا ہے اس وجہ سے یہ ماہِ رمضان ہے۔ [4]

اس سلسلے میں ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ

((اِنَّمَا سُمِّيَ رَمَضَانُ لِاَنَّهٗ يَرْمِضُ الذُّنُوْبَ.)) [5]

''ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔''

تاہم یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں زیاد بن میمون کذاب راوی ہے۔

- یہ دلوں کو گرماتا ہے جس سے دل نصیحت پکڑتے ہیں اور آخرت پر غور وفکر کرتے ہیں جیسے ریت اور پتھر سورج کی حرارت کو جذب کر لیتے ہیں۔ [6]
- خلیل نحوی کے نزدیک ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ گناہوں سے جسم کو دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ [7]
- ابن سکیت کہتے ہیں کہ اس مہینے میں عرب لوگ اپنے ہتھیاروں کو تیز کیا کرتے تھے تاکہ شوال میں حرمت والے مہینوں سے قبل ان ہتھیاروں کے ذریعے لڑا جا سکے۔ لہٰذا

---

[1] فتح الباری: ۱۴۶/۴.

[2] غنیة الطالبین: ۴۸۰/۱.

[3] ایضاً.

[4] غنیة الطالبین: ۴۸۰/۱؛ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ۲۸۶/۲؛ فتح الباری: ۱۴۶/۴.

[5] السلسلة الضعیفة، رقم: ۳۲۲۳.

[6] غنیة الطالبین: ۴۸۱/۱؛ الجامع لاحکام القرآن: ۲۸۶/۲.

[7] غنیة الطالبین: ۴۸۱/۱.

اس مہینے میں ہتھیار تیز کرنے کی وجہ سے اسے رمضان کہا جانے لگا۔ (کیونکہ رمضان کا معنی تیز کرنا بھی آتا ہے۔)[1]

◉ علامہ مجد الدین فیروز آبادی، علامہ الجوھری، ابن فارس اور ابن درید بیان کرتے ہیں کہ جب قدیم عربوں کی زبان سے ان مہینوں کے نام نقل کیے گئے تو اس وقت جو مہینا جس موسم میں آیا اس کا اسی مناسبت سے ویسا ہی نام تجویز کیا گیا، تو اتفاق سے رمضان کا مہینا سخت گرمی کے موسم میں آیا اس لیے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔[2]

ماہِ رمضان کے دیگر نام:

❀ ماہِ رمضان کو دور جاہلیت میں "ناتق اور ذیمر" بھی کہا جاتا تھا۔[3]

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں اسے "شهر الصبر" بھی کہا گیا ہے۔[4]

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک روایت میں اسے "شهر مبارك" بھی کہا گیا ہے۔[5]

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں اسے "شهر الصوم" کہا گیا ہے۔[6]

❀ سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے فضائل رمضان پر مروی ایک لمبی روایت میں اس مہینے کے یہ نام بھی بیان کیے گئے ہیں: شهر عظيم، شهر المواساة.[7]

❀ سیّدنا انس سے مروی ایک روایت میں اسے "شهر مطهر" کہا گیا ہے۔[8]

---

1. الجامع لاحكام القرآن: ٢/٢٨٦.
2. القاموس المحيط: ٢/١٩٠؛ لسان العرب: ٧/١٦٠.
3. كتاب الازمنة والامكنة، ص: ٢٠٩، ٢١٠.
4. نسائی، كتاب الصيام، باب ذكر الاختلاف على ابى عثمان ......، رقم: ٢٤٠٨۔ قال الالبانی: صحيح.
5. نسائی، كتاب الصيام، باب ذكر الاختلاف على معمر......، رقم: ٢١٠٦، وسنده ضعيف.
6. مسلم، كتاب الصيام، باب بيان ان القبلة فى الصوم ......، رقم: ١١٠٦.
7. ابن خزيمه، كتاب الصيام، باب فضائل شهر رمضان ان صح الخبر، رقم: ١٨٨٧، وسنده ضعيف.
8. الكامل لابن عدى: ٨/ ٢٥٤، وهو حسن.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوالخیر طالقانی نے اپنی کتاب ''حظائر القدس'' میں رمضان کے ساٹھ مختلف نام ذکر کیے ہیں۔ [1] تاہم حافظ موصوف نے ان ناموں کی تفصیل بیان نہیں کی۔

ماہِ رمضان کو رمضان کہا جائے یا ماہِ رمضان؟

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:

((لَا تَقُوْلُوْا: رَمَضَانَ ، فَإِنَّ رَمَضَانَ اِسْمُ اللّٰهِ ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: شَهْرُ رَمَضَانَ .)) [2]

''تم رمضان نہ کہو، کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے بلکہ تم ماہِ رمضان کہا کرو۔''

اس روایت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ماہِ رمضان کو ''رمضان'' بغیر اضافت کے یعنی صرف رمضان کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، لہٰذا بعض لوگ اسی کے قائل ہیں جیسے اصحاب مالک وغیرہ۔ تاہم جمہور کے نزدیک اس کا استعمال اضافت یعنی ماہِ رمضان اور بغیر اضافت یعنی صرف رمضان دونوں طرح جائز ہے۔ گو قرآنِ مجید میں اس کا استعمال صرف اضافت ہی سے ہے لیکن احادیث میں یہ اضافت اور بغیر اضافت کے دونوں طرح آیا ہے، لہٰذا دونوں طرح جائز ہے۔

ابن حاجب اور دیگر نحوی کہتے ہیں: لا تضف لفظ شهر بشهر الا الذی فی اوله راء یعنی جن مہینوں کے ناموں کا پہلا حرف ''ر'' ہے (جیسے رمضان، ربیع) ان کے سوا کسی اور مہینے کے نام سے پہلے شهر (ماہ) کا لفظ ذکر نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ابن حاجب وغیرہ کی اس بات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ''ر'' والے ناموں کے شروع میں شهر (ماہ) کا استعمال ضروری ہے۔ [3]

---

[1] فتح الباری: ۱۳۳/۷.

[2] الکامل لابن عدی: ۳۱۳/۸.

[3] توفیق الباری: ۶۳/۳.

جہاں تک مذکورہ بالا روایت کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ ضعیف بلکہ موضوع ہے جیسا کہ محدثین نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ چنانچہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا حديث موضوع لا اصل له، وابو معشر اسمه نجيح، كان يحيىٰ بن سعيد يضعفه ولا يحدث عنه ويضحك اذا ذكره. وقال يحيىٰ بن معين: اسناده ليس بشي. قال المصنف: قلت: ولم يذكر احد في اسماء الله تعالىٰ رمضان، ولا يجوز ان يسمى به اجماعا. [1]

یہ حدیث موضوع ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ ابومعشر جس کا نام نجیح ہے، اسے امام یحییٰ بن سعید نے ضعیف کہا اور اس سے کوئی حدیث بیان نہیں کی بلکہ اس کے ذکر سے ہنستے تھے۔ اور امام یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس روایت کی سند کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں رمضان کسی نے بھی ذکر نہیں کیا اور اس پر اجماع ہے کہ (اللہ تعالیٰ کا) یہ نام رکھنا جائز نہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے، لہٰذا رمضان یا ماہِ رمضان کہنا دونوں طرح درست ہے۔ کیونکہ لفظ رمضان نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوا اور شہر رمضان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دونوں طرح سے اس مہینے کا نام لیا جاسکتا ہے۔

المبارک :(اَلْ ، مُ ، بَا ، رَكْ) المبارك یہ الشهر محذوف کی صفت ہے۔ یہ لفظ عام طور پر رمضان کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ یعنی کہا جاتا ہے: رمضان المبارک۔ مبارک کا معنی ہے: برکت دیا ہوا، بابرکت۔ تو رمضان المبارک کا معنی یہ ہوا: رمضان بابرکت مہینا۔ اور واقعی یہ سارے کا سارا مہینا برکتوں والا ہے۔

---

[1] الموضوعات: ٢/١٠٢.

سحری میں برکت:

❀ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً .)) [1]
''سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔''

❀ سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان میں سحری کے لیے بلایا اور فرمایا:
((هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ .)) [2]
''آؤ، برکت والا کھانا کھالو۔''

❀ سیّدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((عَلَيْكُمْ بِغَدَاءِ السُّحُوْرِ ، فَإِنَّهُ هُوَ الْغَدَاءُ الْمُبَارَكُ .)) [3]
''سحری کا کھانا ضرور کھاؤ کیونکہ یہ بابرکت کھانا ہے۔''

ماہِ رمضان میں تمام مسلمان اُنتیس یا تیس دن بلاناغہ سحری کھاتے ہیں۔ اس لحاظ سے رمضان کے پورے مہینے میں مسلسل برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

افطاری کی کھجوروں میں برکت:

سیّدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ ، فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ ، فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ .)) [4]
''جب تم میں سے کوئی (روزہ) افطار کرے تو وہ کھجور سے افطار کرے، کیونکہ وہ

---

[1] بخاری، كتاب الصوم، باب بركة السحور من غير ايجاب، رقم: ١٩٢٣.
[2] ابو داؤد، كتاب الصيام، باب من سمى السحور الغداء، رقم: ٢٣٤٤ـ قال الالبانى: صحيح.
[3] نسائى، كتاب الصيام، باب تسمية السحور غداء، رقم: ٢١٦٤ وقال الالبانى: صحيح الاسناد.
[4] ترمذى، كتاب الزكاة، باب ما جاء فى الصدقة على ذى القرابة، رقم: ٦٥٨ وقال: حديث سلمان بن عامر، حديث حسن.

باعث برکت ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پھر پانی سے افطار کرے کیونکہ وہ باعث طہارت ہے۔''

ماہِ رمضان میں مسلسل سحری وافطاری کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور افطار کے وقت کھجور بھی خوب کھائی جاتی ہے۔ لہٰذا پورے مہینے میں صبح وشام مسلسل برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

برکت والی رات:

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حٰمٓ o وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ o﴾ (الدخان:۱۔۳)

''حم۔ اس وضاحت والی کتاب (قرآن) کی قسم! یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل فرمایا، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔''

یہاں بابرکت رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر یوں صراحت ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ o﴾ (القدر:۱)

''بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔''

ایک مقام پر یوں صراحت فرمادی:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

''ماہِ رمضان وہ (مہینا) ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

ان آیات سے پتا چلا کہ قرآنِ مجید ماہِ رمضان ہی کی ایک برکت والی رات یعنی لیلۃ القدر میں اتارا گیا اور لیلۃ القدر ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔

شب قدر کے بابرکت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ ایک تو اس میں قرآن نازل ہوا۔ دوسرا، اس میں فرشتے اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔ تیسرا، اس میں سارے سال میں

ہونے والے واقعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ چوتھا، یہ رات ہزار مہینے سے بھی افضل ہے۔ پانچواں، یہ رات صبح ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔

ثواب میں برکت:

رمضان المبارک میں کیے ہوئے نیک اعمال کے ثواب میں بھی بہ نسبت دوسرے مہینوں کے اضافہ اور برکت ہوتی رہتی ہے۔

❀ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون سے پوچھا: ((مَا مَنَعَكَ اَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا)) تو نے ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کیا؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس صرف دو ہی اونٹ تھے۔ ایک پر میرا خاوند اور بیٹا سوار ہو کر حج کرنے چلے گئے، جبکہ دوسرا اونٹ ہمارے لیے چھوڑ گئے جس پر ہم پانی لاتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِيْ ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ تَعْدِلُ حَجَّةً .))[1]
''جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان کا عمرہ (ثواب میں) حج کے برابر ہے۔''

❀ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً))[2] ''رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔''

❀ سیّدنا ہرم بن خنبش رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً))[3] ''رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔''

❀ سیّدنا ابو معقل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً))[4] ''رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔''

---

[1] مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرة فی رمضان، رقم: ١٢٥٦ .

[2] ابن ماجه، کتاب المناسك، باب العمرة فی رمضان، رقم: ٢٩٩٥، وقال الالبانی: صحيح.

[3] ابن ماجه، کتاب المناسك، باب العمرة فی رمضان، رقم: ٢٩٩٢ .

[4] ایضاً، رقم: ٢٩٩٣ .

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فيه أن ثواب العمل يزيد بزيادة شرف الوقت كما يزيد بحضور القلب وبخلوص القصد. [1]

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح حضور قلب اور اخلاص نیت کی بنا پر عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح مبارک وقت کی مناسبت سے عمل کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔

ماہِ رمضان کے فضائل:

ماہِ رمضان المبارک فضائل کے باب میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کتاب وسنت میں سب مہینوں سے بڑھ کر اسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ قرآنِ مجید میں اسلامی مہینوں میں سے صرف ماہِ رمضان ہی کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ دنیا میں دیگر مہینوں کی بہ نسبت اس مہینے کے فضائل ومسائل پر مشتمل اب تک بیسیوں کتب منصۂ شہود پر آ چکی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، ان شاء اللہ!

(۱) نزولِ قرآن:

ماہِ رمضان کو یہ بے مثل فضیلت حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا آخری کلام قرآنِ مجید نازل ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ﴾ (البقرة:١٨٥)

''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت اور حق وباطل میں تمیز کی نشانیاں ہیں۔''

---

[1] فتح الباري: ٧٦٣/٣.

رمضان المبارک کی یہی فضیلت کافی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا جو سب سے اعلیٰ، خوبصورت اور جامع و مانع کلام ہے۔ دنیا کے تمام دانشور، ادیب اور فصیح مل کر بھی کلام الٰہی جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے۔ یہ کلام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ شرک و بدعت کے اندھیروں میں روشنی کا چراغ ہے۔

(۲) گناہوں کی بخشش:

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.))[1]

''جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہوا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے، اس کے بھی اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.))[2]

''جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا، رقم: ۱۹۰۱.

[2] مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان ......، رقم: ۷۵۹.

((رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ .)) [1]

''اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور اس آدمی کی بھی ناک خاک آلودہ ہو جس پر رمضان آ کر اس کی بخشش سے پہلے گزر گیا اور اس شخص کی بھی ناک خاک آلودہ ہو جس نے اپنے پاس بوڑھے والدین کو پایا اور انھوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتُ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ .)) [2]

''پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیانی مدت کے گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔''

معلوم ہوا کہ ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، بخشش اور مغفرت کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس میں ایمان داروں کو گناہوں کی گندگی اور پلیدگی سے پاک صاف ہونے کا ایک سنہری موقع فراہم کیا جاتا ہے تو جو شخص اس سے فائدہ نہ اُٹھائے بلکہ اپنے نفس کو گناہوں کی نجاستوں میں ہی غرق رکھے وہ انتہائی بدبخت اور بدقسمت ہے کہ اس میں وہ نیک اعمال کر کے اپنی بخشش نہ کروا سکا۔ گویا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔

---

[1] ترمذی، کتاب الدعوات، باب قول رسول الله ﷺ رغم انف رجل، رقم: ٣٥٤٥، وقال: هذا حديث حسن غريب.

[2] مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس......، رقم: ٢٣٣.

(۳) دعاؤں کی قبولیت:

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: اَلصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ ، يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ ، وَيَفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ ، وَيَقُوْلُ الرَّبُّ: وَعِزَّتِيْ لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ .)) [1]

''تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا ردّ نہیں کی جاتی: روزہ دار حتیٰ کہ وہ روزہ افطار کرلے، عادل حکمران، اور مظلوم کی دعا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا خواہ کچھ دیر بعد ہی ہو۔''

❀ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهٖ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ .)) [2]

''روزے دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ردّ نہیں ہوتی۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کا پورا مہینہ دعاؤں اور التجاؤں کی قبولیت کا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہر وقت اور ہر آن کھلے رہتے ہیں۔ انسان میں بندگی کا احساس اور مانگنے کا سلیقہ ہو تو مالک بے نیاز ہر وقت اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی مرادیں برلاتا ہے۔

جو مانگنے کا سلیقہ ہے، اس طرح مانگو
خدا کے در سے بندے کو کیا نہیں ملتا؟

---

[1] ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی العفو والعافیة، رقم: ۳۵۹۸ وقال: حسن.

[2] ابن ماجه، كتاب الصيام، باب في الصائم لا ترد دعوته، رقم: ۱۷۵۳، قال البوصيرى: هذا اسناد صحيح ورجاله ثقات.

لیکن شب وروز کے اس نظام میں بعض ایام وشہور ایسے بھی آتے ہیں جن میں رحمت الٰہی کا دریا جوش میں ٹھاٹھیں مارنے لگ جاتا ہے۔ اس میں اگر دل کی لگن کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝﴾

(البقرة:١٨٦)

''اور جب تجھ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں، تو میں بہت ہی قریب ہوں۔ (ہر وقت) پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلے اور بعد میں رمضان المبارک کے احکام ومسائل بیان فرمائے، جبکہ درمیان میں یہ دعا کا مسئلہ بیان کرکے ایک تو اس کی فضیلت واضح کردی اور دوسرا اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ماہِ رمضان دعاؤں کی قبولیت کا مہینا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) رحمت اور جنت کے دروازوں کا کھلنا:

(۵) جہنم کے دروازوں کا بند ہونا:

(۶) شیاطین کا پابند سلاسل ہونا:

❀ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ)) [1]

''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے بڑے اہتمام سے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے مکمل طور پر بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو

[1] بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده، رقم: ٣٢٧٧.

پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔''

❀ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ)) ❶

''جب رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے خوب کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے اچھی طرح بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

❀ جناب عرفجہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فِي رَمَضَانَ تُفْتَحُ فِيهِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ، وَتُغْلَقُ فِيهِ اَبْوَابُ النَّارِ ، وَيُصَفَّدُ فِيهِ كُلُّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ ، وَيُنَادِيْ مُنَادٍ كُلَّ لَيْلَةٍ: يَا طَالِبَ الْخَيْرِ هَلُمَّ! وَيَاطَالِبَ الشَّرِّ اَمْسِكْ .)) ❷

''رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ہر سرکش شیطان پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے: اے نیکی کے طالب! نیکی کر، اور اے برائی کے طالب! برائی سے رک جا۔''

ماہِ رمضان میں کرنے والے اعمال

(ا) روزہ:

ماہِ رمضان کی ان برکات اور رحمتوں کو حاصل کرنے کے لیے اہل ایمان کو اس مہینے میں جن خصوصی اعمال کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سرفہرست روزہ ہے۔

---

❶ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان، رقم: ۱۰۷۹.

❷ نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی معمر......، رقم: ۲۱۰۸ قال الالبانی: صحیح.

جس طرح رمضان المبارک کے فضائل بے شمار ہیں، ایسے ہی روزے کے فضائل بھی بہت ہیں جن کی تفصیل سے یہ چند سطور قاصر ہیں۔ تاہم ذیل میں چند باتیں پیش خدمت ہیں:

⦿ ماہِ رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر فرض کیے ہیں۔

❀ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (البقرة:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

❀ اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (البقرة:۱۸۵)

''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔ تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔ ہاں جو بیمار ہو، یا مسافر ہو تو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کر لینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔''

ان آیاتِ بینات سے یہ بات واضح ہوئی کہ ماہِ رمضان کے روزے تمام اہل ایمان پر

فرض کیے گئے ہیں۔ احادیث سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔

❀ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)) ''پانچ نمازیں، باقی اس سے زیادہ نفل ہیں۔'' اس نے کہا: مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا)) ''ماہِ رمضان کے روزے، باقی اس کے علاوہ نفل ہیں۔'' وہ کہنے لگا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی زکوۃ فرض کی ہے؟ آپ نے اسے اسلام کے احکام بتلائے۔ وہ بولا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بزرگی دی! میں اللہ کے فرض کیے ہوئے میں سے (اپنی طرف سے) نہ زیادہ کروں گا اور نہ ہی کم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ)) اَوْ ((دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنْ صَدَقَ)) ''اگر اس نے سچ کہا تو کامیاب ہوگیا۔'' یا فرمایا: ''اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں جائے گا۔''[1]

❀ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں قرآنِ مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے سے روک دیا گیا تو ہم چاہتے کہ کوئی سمجھ دار دیہاتی آئے اور آپ سے دینی امور پوچھے ہم سنیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس آپ کا مبلغ گیا تھا جس نے ہمیں خبر دی کہ آپ کا دعوی ہے اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((صَدَقَ)) ''اس نے سچ کہا ہے۔'' دیہاتی نے پوچھا کہ آسمان کس نے پیدا کیے؟ آپ نے فرمایا: ((اَللّٰهُ)) ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے کہا: زمین کس نے پیدا کی اور اس میں پہاڑ کس نے بنائے؟ آپ نے فرمایا: ((اَللّٰهُ)) ''اللہ تعالیٰ نے۔'' پھر اس

[1] نسائی، کتاب الصیام، باب وجوب الصیام، رقم: ۲۰۹۰۔

نے پوچھا کہ اس میں نفع دینے والی چیزیں کس نے پیدا کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((اَللّٰہُ)) ''اللہ تعالیٰ نے۔'' اس نے کہا کہ میں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! جس نے زمین وآسمان اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اس میں منافع پیدا کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((نَعَمْ)) ''ہاں۔'' پھر اس نے کہا کہ آپ کے مبلغ نے بتلایا کہ ہم پر پانچ نمازیں اور مال سے زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ((صَدَقَ)) ''اس نے سچ کہا ہے۔'' پھر اس نے کہا: آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس نے آپ کو رسول بنایا ہے، کیا اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو ان چیزوں کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((نَعَمْ)) ''ہاں۔'' پھر وہ بولا: آپ کے مبلغ کا خیال ہے کہ ہم پر سال میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((صَدَقَ)) ''اس نے سچ کہا ہے۔'' اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو ان کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((نَعَمْ)) ''ہاں۔'' پھر وہ بولا: آپ کے مبلغ کا خیال ہے کہ ہم میں سے جو طاقت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ آپ نے فرمایا: ((صَدَقَ)) ''اس نے سچ کہا'' وہ بولا کہ میں آپ کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((نَعَمْ)) ''ہاں۔'' پھر (یہ سب کہہ سن کر) وہ بولا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا، میں ان میں سے نہ کچھ زیادہ کروں گا اور نہ ہی کم۔ آپ نے فرمایا: ((لَئِنْ صَدَقَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّۃَ)) ''اگر اس نے اپنی اس بات کو سچ کر دکھایا تو وہ ضرور ضرور جنت میں جائے گا۔''[1]

یہ حدیث بھی اس بات پر دال ہے کہ ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اس سلسلے میں اور بھی متعدد صحیح احادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں

[1] بخاری، کتاب العلم، باب القراۃ والعرض علی المحدث، رقم: ٦٣؛ نسائی، رقم: ٢٠٩١ واللفظ لہ.

اور پھر اجماع امت اس پر مستزاد ہے۔

⊙ ماہِ رمضان کے روزے اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہیں جیسا کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.)) ❶

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

❀ سیّدنا عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ قضاعہ کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پانچوں نمازیں پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں، رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں، تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ.)) ❷

⊙ رمضان المبارک کے روزے تمام روزوں سے افضل ہیں۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ، شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ.)) ❸

''رمضان کے بعد سب مہینوں سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔''

---

❶ بخاري: كتاب الايمان، باب دعاؤكم ايمانكم ......، رقم: ٨.

❷ ابن حبان، كتاب الصوم، رقم: ٣٤٢٩ صحيح.

❸ مسلم، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم، رقم: ١١٦٣.

یعنی سب سے افضل روزے تو ماہِ رمضان ہی کے ہیں تاہم رمضان کے بعد سب مہینوں سے زیادہ فضیلت والے روزے محرم کے ہیں۔

- ماہِ رمضان کے روزے اہل ایمان کی بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ گزشتہ سطور میں حدیث گزر چکی ہے۔

(۲) قیام:

ماہِ رمضان میں کیے جانے والے خصوصی اعمال میں سے ایک عمل قیام رمضان بھی ہے، گو یہ فرض تو نہیں تاہم یہ انتہائی اہمیت وفضیلت کا حامل ضرور ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص اس سے غفلت برتے تو وہ بہت بڑے اجر وثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ اپنے اصحاب کو اس کی بڑی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ ، فَيَقُوْلُ: ((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .)) [1]

رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے، بغیر اس کے کہ آپ واجبی طور پر انہیں حکم دیں۔ آپ ﷺ فرماتے "جو کوئی ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کرے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔"

قیامِ رمضان کے مسائل:

① قیامِ رمضان دراصل تہجد ہی کی نماز ہے جسے رمضان میں 'تراویح' کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والتراويح جمع ترويحة ، وهى المرة الواحدة من الراحة ، كتسليمة من السلام . سميت الصلاة فى الجماعة فى ليالى

[1] مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب فى قيام رمضان ......، رقم: ۷۵۹.

رمضان التراویح لأنهم أوّل ما اجمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسليمتين. [1]

تراویح ترویحة کی جمع ہے جو راحت سے مشتق ہے یعنی آرام جیسے تسلیمة سلام سے مشتق ہے۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے (نفل) نماز ادا کرنے کو تراویح کہا جاتا ہے اس لیے کہ شروع میں لوگ ہر دو سلام کے بعد کچھ دیر آرام کیا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ نمازِ تراویح کو قیام اللیل اور صلاۃ اللیل بھی کہا جاتا ہے جب کہ حقیقت میں یہ قیامِ رمضان، تہجد، صلاۃ اللیل یا قیام اللیل وغیرہ سب ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔ تاہم غیر رمضان کی بہ نسبت رمضان المبارک میں اسے ادا کرنے کی زیادہ تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔

② قیامِ رمضان یا نمازِ تراویح کا وقت نماز عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک رہتا ہے۔ اس دوران اسے کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ. [2]

رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء۔ جسے لوگ عَتَمَة بولتے ہیں۔ اور نمازِ فجر کے درمیان گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

وقت کی اسی وسعت اور گنجائش کی وجہ سے نمازِ تراویح کو عشاء کے فوراً بعد بھی پڑھ لیا جاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ قیامِ رمضان کی فضیلت حاصل کرسکیں۔ تاہم رات کے

---

[1] فتح الباري: ٣١٧/٤.

[2] صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل، رقم: ٧٣٦.

آخری حصے میں ادا کرنا زیادہ اجر وثواب کا مستوجب ہے۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یٰاَیُّھَا النَّاسُ: اَفْشُوا السَّلَامَ ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ ، وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِیَامٌ ، تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ .)) [1]

''اے لوگو! سلام عام کرو، کھانا کھلایا کرو، رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھا کرو، سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ گے۔''

❀ اسی طرح سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَأَیْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ ، فَإِنْ اَبَتْ رَشَّ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ ، رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰی ، فَإِنْ أَبٰی رَشَّتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ .)) [2]

''اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جس نے رات کو اُٹھ کر نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا پھر اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر اس کی بیوی نے جاگنے سے انکار کیا تو اس مرد نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم فرمائے جس نے رات کو اُٹھ کر نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا تو اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر خاوند نے اُٹھنے سے انکار کر دیا تو عورت نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔''

❀ سیّدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اَقْرَبَ مَا یَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ ، فَكُنْ)) [3]

---

[1] ترمذی، کتاب صفة القیامة، رقم: ۲٤۸۵ وقال: هذا حدیث صحیح.

[2] ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها، باب ما جاء فیمن ایقظ اهله ......، رقم: ۱۳۳٦، حسن.

[3] ترمذی، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۷۹ صحیح.

''رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے انتہائی قریب ہوجاتا ہے۔ اگر تم اس وقت اللہ کو یاد کرنے والوں میں شامل ہوسکو تو ہوجاؤ۔''

نیز دیگر احادیث مبارکہ سے بھی پتا چلتا ہے کہ نبی ﷺ کا اکثر معمول رات کے آخری حصے ہی میں نماز پڑھنے کا تھا۔ آپ ﷺ رات کے اوّل حصے میں سوتے تھے اور آخری حصے میں نماز پڑھتے تھے۔ [1] یہ آپ ﷺ کا اکثر معمول تھا۔ ورنہ آپ ﷺ نے رات کے سبھی حصوں میں نماز ادا کرکے امت پر آسانی فرمائی ہے، جیسا کہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو رات تہجد پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو ہم آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتے تھے اور اگر ہم آپ ﷺ کو سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے تھے۔ [2]

❀ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب اس نماز کی جماعت کا باقاعدہ اہتمام فرمایا تو ایک دن لوگوں کو رات کے اوّل حصے میں باجماعت تراویح ادا کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

وَالَّتِیْ یَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ یَقُوْمُوْنَ. [3]

رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوجاتے ہیں اس حصے سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد رات کے آخری حصے (کی فضیلت) سے تھی۔ کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔

بہرحال نمازِ تراویح کا عشاء کے فوراً بعد پڑھ لینا جائز جب کہ دیر سے یعنی رات کے آخری حصے میں پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔

③ نمازِ تراویح باجماعت یا جماعت کے بغیر ادا کرنا، دونوں طرح جائز اور درست ہے۔ تاہم باجماعت ادا کرنے میں زیادہ فضیلت ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب التهجد، باب من نام اوّل اللیل واحیا اخره، رقم: ۱۱٤٦.

[2] بخاری، کتاب التهجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل ......، رقم: ۱۱٤۱.

[3] بخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ۲۰۱۰.

❀ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضَلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً)) [1]

''با جماعت نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔''

اس حدیث کے عموم میں نمازِ تراویح کی جماعت بھی شامل ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نمازِ تراویح کی جماعت کروائی ہے۔

❀ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نمازِ تراویح پڑھی، لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی۔ پھر دوسری رات جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تو مقتدی زیادہ ہوگئے۔ پھر تیسری رات بھی ایسا ہوا، چوتھی رات جب لوگ (زیادہ) جمع ہوگئے تو آپ گھر سے تشریف ہی نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا.)) [2]

''اما بعد! مجھے تمہارے یہاں جمع ہونے کا علم تھا لیکن مجھے خوف اس بات کا ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔''

❀ مسلم کی روایت میں ہے:

((وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ)) یعنی رمضان کی بات ہے۔ [3]

❀ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔ آپ نے ہمارے ساتھ کوئی قیام نہ کیا حتی کہ مہینے کا ایک ہفتہ باقی رہ گیا تو آپ نے ہمیں قیام کروایا حتی کہ تہائی رات ہوگئی۔ جب (آخر سے) چھٹی

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، رقم: ٦٤٥.

[2] بخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ٢٠١٢.

[3] مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب الترغیب في قیام رمضان ......، رقم: ٧٦١.

رات آئی تو آپ نے قیام نہ کرایا۔ جب پانچویں رات آئی تو ہمیں قیام کروایا حتی کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کاش آپ ہمیں بقیہ رات بھی اس کا قیام کروا دیتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ اللَّيْلِ .)) ''انسان جب امام کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھتا ہے اور اس کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام شمار کیا جاتا ہے۔''

جب چوتھی رات آئی تو آپ نے قیام نہ کروایا۔ جب تیسری رات آئی تو آپ نے اپنے اہل خانہ، خواتین اور دوسرے لوگوں کو جمع فرمایا اور ہمیں (اتنا لمبا) قیام کرایا کہ ہمیں فکر لاحق ہوئی کہ کہیں ہماری سحری نہ رہ جائے۔ [1]

ان احادیث سے بہ صراحت واضح ہوگیا کہ نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔ نبی ﷺ نے تین راتوں میں مسجد آ کر اجتماعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ قیام کر کے ثابت فرما دیا کہ یہ مستحب و مسنون ہے۔ بعد ازاں اس ڈر سے کہ کہیں یہ نماز باجماعت ادا کرنے کی وجہ سے فرض نہ ہو جائے اور پھر اُمت اس کی ادائیگی سے عاجز ہو کر گناہگار نہ ہو جائے، لہٰذا اسے جماعت سے پڑھنا ترک کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک، سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں معاملہ اسی طرح رہا کہ کچھ لوگ باجماعت اور کچھ لوگ انفرادی طور پر اسے ادا کرتے تھے۔ تا آنکہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو ایک ہی امام کی اقتدا میں مستقل طور پر جمع فرما دیا۔

❀ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کا بیان ہے کہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کے پیچھے کھڑے ہوئے (باجماعت پڑھ رہے) تھے۔ اس پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فی قیام شهر رمضان......، رقم: ۱۳۷۵، قال الالبانی: صحیح.

فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر تمام لوگوں کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے یہی ٹھان کر سیّدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان سب کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات آپ نکلے دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز تراویح (باجماعت) پڑھ رہے ہیں تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔ [1]

یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں جمع کرنے سے پہلے بھی بعض صحابہ نمازِ تراویح باجماعت ادا کیا کرتے تھے اور پھر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چونکہ فرضیت والا خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ اس لیے صحابہ کرام نے پھر مستقل طور پر ایک ہی امام کے پیچھے اسے باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کردیا۔ آج اگر کوئی سرپھرا اس عمل کو ناجائز اور بدعت گردانے تو وہ بےعلم، بےعمل اور مخالف صحابہ ہوگا۔

④ جہاں تک رکعاتِ تراویح کی تعداد کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول وتر سمیت گیارہ رکعات ہی کا تھا۔

❀ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے، انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں (رات کی) نماز کیسی ہوتی تھی؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً. [2]

رمضان ہوتا یا غیر رمضان آپ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً، وَيُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ. [3]

---

[1] بخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ۲۰۱۰.

[2] بخاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ۲۰۱۳.

[3] مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل، رقم: ۷۳۶.

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات ادا فرماتے، جن میں سے ایک وتر ہوتا تھا۔

❀ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَالْوَتْرَ . [1]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں نماز پڑھائی، آپ ﷺ نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھے۔

❀ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا اُبی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو نمازِ تراویح گیارہ رکعات پڑھائیں۔ [2]

❀ سیّدنا اُبی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ [3]

❀ معلوم ہوا کہ قیامِ رمضان یعنی تراویح کی مسنون تعداد وتر سمیت گیارہ ہے۔ اسی پر خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الذی آخذ لنفسی فی قیام رمضان هو الذی جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدى عشرة ركعة، وهی صلاة رسول الله ﷺ، ولا أدری من أحدث هذا الركوع الكثير . [4]

میں تو اپنے لیے گیارہ رکعات تراویح کا قائل ہوں جس پر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی۔ میں نہیں جانتا کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں۔

---

[1] ابن خزیمه: ۲/ ۱۳۸، رقم: ۱۰۷۰ وسنده حسن.

[2] موطا امام مالك، كتاب صلاة الليل، رقم: ۲۴۹ وسنده صحيح.

[3] مصنف ابن ابی شيبه: ۵/ ۲۲۰ وسنده صحيح.

[4] كتاب التهجد، ص: ۱۷۶ دوسرا نسخه، ص: ۲۹۷ بحواله تعداد ركعات قيام رمضان كا تحقيقی جائزه، ص: ۲۷.

❀ علامہ ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والصحیح أن یُصَلِّی إحدی عشرة رکعة صلاة النبی ﷺ وقیامه فأما غیر ذلك من الأعداد فلا أصل له . [1]

صحیح بات تو یہی ہے کہ (نمازِ تراویح) گیارہ رکعات ہی پڑھنی چاہیے۔ یہی نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے۔ اس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل (کتاب وسنت میں) نہیں۔

⑤ آخری بات یہ ہے کہ کیا تراویح اور تہجد دو الگ نمازیں ہیں یا ایک ہی نماز کے دو مختلف نام ہیں؟

اس سوال کا جواب آسان ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو مختلف نام ہیں۔ عام دنوں میں جسے نمازِ تہجد کہا جاتا ہے، وہی رمضان میں نمازِ تراویح کہلاتی ہے۔

حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تہجد اور تراویح ایک ہی ہے۔ مغایرتِ اسمی اس طرح کی ہے جیسے دریائے برہم پتر، سانپر، مینگھنا۔ یہ تینوں ایک دریا کے نام ہے جو جھیل مانسرور کوہِ ہمالیہ کی جانب شمال سے نکلتا ہے۔ اسی طرح اٹک، سندھ وغیرہ دریا ایک ہی ہے جس علاقے سے گزرا اس کے نام سے موسوم ہوگیا، ٹھیک اسی طرح تراویح ہے۔ رمضان میں اسی تہجد کا نام تراویح رکھ دیا گیا۔ کیونکہ چار پڑھ کر ذرا ترویحہ کرتے یعنی ٹھہر جاتے ہیں پھر یہ نام بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا بلکہ اس کو اس وقت قیامِ رمضان کے نام سے موسوم کرتے تھے جو بالکل دریا کی مثالِ مذکور کے موافق ہے جہاں سے گزرا، وہاں کے نام سے موسوم ہوگیا۔ [2]

---

[1] عارضة الاحوذی شرح جامع ترمذی: ٤/١٩ بحواله تعداد رکعات قیام رمضان، ص:٢٦.

[2] فتاویٰ اهل حدیث: ١/٦٣٩.

مزید تفصیل کے لیے: ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' از شیخنا مولانا مبشر احمد ربانی: ۳۰۲/۱ تا ۳۰۴۔

(۳) تلاوتِ قرآن:

ماہِ رمضان میں جن اعمال کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، ان میں تلاوتِ قرآنِ مجید بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جہاں رمضان کے روزوں کی فرضیت ذکر کی وہیں اس کے ساتھ ماہِ رمضان کی یہ خصوصیت بھی بیان فرمائی:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ﴾ (البقرة:۱۸۵)

''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کی لیے باعث ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کی واضح دلیلیں ہیں۔''

معلوم ہوا کہ قرآن اور رمضان کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس لیے اس مہینے میں قرآنِ مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنی چاہیے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

وَكَانَ جِبْرِيْلُ علیہ السلام يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ. [1]

''جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات کو ملتے تو نبی ﷺ اُنہیں قرآنِ مجید سناتے۔''

ایک روایت میں ہے:

وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ لَيْلَةِ رَمَضَانَ، فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ. [2]

''جبریل امین علیہ السلام رمضان میں ہر رات رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ کے ساتھ قرآنِ مجید کا دور کیا کرتے تھے۔''

---

[1] بخاري، كتاب الصوم، باب اجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان، رقم: ۱۹۰۲.

[2] بخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، رقم:٦.

مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ نزولِ قرآن لوحِ محفوظ سے بیت العزت میں سماء دنیا کی طرف تھا۔ پھر وہاں سے آنحضرت ﷺ پر نزول بھی رمضان شریف ہی میں شروع ہوا۔ اس لیے رمضان شریف قرآنِ کریم کے لیے سالانہ یادگار مہینا قرار پایا اور اسی لیے اس ماہِ مبارک میں آپ ﷺ اور جبریل علیہ السلام قرآنِ مجید کا باقاعدہ دور فرمایا کرتے تھے۔[1]

(۴) اعتکاف:

ماہِ رمضان کے خصوصی اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔ تمام دنیاوی مصروفیات ترک کر کے محض عبادت الٰہی کی نیت سے مسجد میں آ کر ٹھہرنے کو "اعتکاف" کہتے ہیں۔ یہ مبارک عمل نبی ﷺ کی عظیم سنت ہے۔ آپ ﷺ اپنی مدنی زندگی میں ہر سال ماہِ رمضان کا جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو مسجد میں آ کر اعتکاف فرماتے۔ ایک سال کسی سفر کی وجہ سے یہ عمل چھوٹ گیا تو اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

❀ سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ (آخری عشرے کے دوران) سفر میں تھے، جب اگلا سال آیا تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔[2]

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی اور آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس میں چلے جاتے۔ پھر سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا

---

[1] صحيح بخاری مترجم: ۱٦۱/۳.

[2] ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء في الاعتكاف، رقم: ۱۷۷۰؛ ابو داؤد، كتاب الصيام، باب الاعتكاف، رقم: ۲٤٦۳، وسنده صحيح.

کرلیا۔ جب سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے لیے ایک خیمہ کھڑا کرلیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا: ((مَا هٰذَا؟)) ''یہ کیا ہے؟'' آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((آلْبِرُّ تَرَوْنَ بِهِنَّ)) ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کیے گئے ہیں؟'' پھر آپ نے اس مہینے (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔ [1]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے اعتکاف کی قضا کسی دوسرے مہینے میں بھی دی جاسکتی ہے۔

❀ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ . [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔

❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ . [3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک مسلسل رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے اور پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں۔

مسائل اعتکاف:

1 علمائے کرام نے اعتکاف کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

ا: **واجب اعتکاف**: مثلاً کوئی شخص نذر مان لے کہ میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو

---

[1] بخاری، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف النساء، رقم: ٢٠٣٣.

[2] بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، رقم: ٢٠٢٥.

[3] ایضاً، رقم: ٢٠٢٦.

اتنے دن کا اعتکاف اس پر واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ (الحج: ۲۹) ''اور اپنی نذروں کو پورا کرو۔''

⦿ اسی طرح سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے دورِ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَوْفِ بِنَذْرِكَ)) [1] ''اپنی نذر پوری کرو۔''

امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجماع ہے کہ اعتکاف لوگوں پر فرض نہیں ہاں اگر کوئی اپنے اوپر لازم کرلے تو اس پر واجب ہے۔ [2]

۲: **مسنون اعتکاف**: یہ وہ معروف اعتکاف ہے جو رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بڑی باقاعدگی سے اس کا اہتمام فرمایا کرتے اگر کسی وجہ سے یہ رہ بھی جاتا تو اس کی قضائیت دیتے آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔

❸ اعتکاف آخری عشرے کا ہے جبکہ آخری عشرے کا آغاز بیس رمضان المبارک کا سورج غروب ہونے کے بعد ہو جاتا ہے۔ لیکن حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے تھے۔ [3]

لہٰذا بعض علماء نے تطبیق کی صورت یہ نکالی ہے کہ اعتکاف کرنے والا اکیسویں رات شروع ہوتے ہی مسجد میں آجائے ساری رات ذکر واذکار، تلاوت اور نفل ونوافل میں گزارے اور پھر صبح فجر کی نماز پڑھ کر اپنے معتکف میں داخل ہو جائے۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ اسی کے قائل ہیں۔ [4]

---

[1] بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف لیلا، رقم: ۲۰۳۲.

[2] کتاب الاجماع، ص:۳۹.

[3] بخاری، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف النساء، رقم: ۲۰۳۳.

[4] فیض القدیر: ۵/۱۲۳؛ تحفة الاحوذی: ۵/۲۸٤.

جبکہ بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا بیس رمضان کی فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف کا آغاز کرے تاکہ پورا عشرہ بشمول اکیسویں رات جو کہ طاق ہے اعتکاف میں گزرے۔

ہمارے شیخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

دوسرا موقف جو ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ آخری عشرے کا اعتکاف بیٹھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اعتکاف کا آغاز نماز صبح کے بعد کرتے، اکیس یا بیس کی صبح کو اس کا تعین واضح نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ معتکف بیس رمضان کی فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف کا آغاز کرے تاکہ اکیس کی رات معتکف میں آئے کیوں کہ اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش کا ایک ذریعہ ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے لیلۃ القدر میں دو عشرے اعتکاف کیا۔ نہ ملی تو پھر آپ ﷺ نے تیسرے اور آخری عشرے کا اعتکاف کیا۔ تسلسل بھی جاری رکھا حتی کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کر رہے تھے، ان میں سے بعض بیسویں کی صبح اپنا بوریا بستر اٹھا کر گھر میں بھی پہنچا چکے تھے۔ تب آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو میرے ساتھ اعتکاف کر رہا ہے، وہ اپنے اعتکاف کو جاری رکھے۔ بیسویں رمضان تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر سے آخری عشرے کا آغاز کر دیا۔

ذرا غور فرمائیں کہ آخری عشرے کا اعتکاف اکیسویں رات بعد از غروبِ آفتاب شروع ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے بیسویں کے دن کا اعتکاف صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیوں کروایا۔ آپ ﷺ انہیں اکیسویں رات کو ہی بلا لیتے اور کہہ دیتے کہ تم نے معتکف تو توڑ چھوڑ دیا ہے۔ اب رات مسجد میں گزارو اور کل صبح یعنی اکیسویں کی صبح کی نماز کے بعد دوبارہ معتکف میں داخل ہو جانا تاکہ تمہارا آخری عشرے کا اعتکاف پورا ہو جائے۔ ملاحظہ ہو مولانا عبدالسلام بستوی کے ''اسلامی خطبات''۔

ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اگر ۲۰ کی صبح کو مسجد میں آ جائے تو ذہنی طور پر لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے اکیسویں کو پورا تیار ہو جاتا ہے جبکہ دوسرے موقف کے لحاظ سے اکیسویں رات

جائے اعتکاف سے باہر گزاری اور اعتکاف کے ارادے سے اکیس کی صبح کو معتکف میں داخل ہوا تو آخری عشرے سے ایک رات خارج ہو جائے گی جو ایک نقص بھی ہے۔ لہٰذا زیادہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ بیسویں کی صبح کو مسجد میں آ جائے اور نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے معتکف میں تیار ہو کر بیٹھ جائے۔ اس صورت میں دونوں احادیث پر بہتر عمل ہو جائے گا۔ صرف آخری عشرہ سے ۱۲ گھنٹوں کا اضافہ ہوگا اور اس اضافے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل تھے اور یہ موقف مبنی بر احتیاط ہے۔ واللہ اعلم

3 اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنتُمْ عَٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَٰجِدِ﴾ (البقرة:۱۸۷) ''اور تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ اعتکاف صرف اور صرف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے۔[1]

نبی ﷺ ہمیشہ مسجد ہی میں اعتکاف بیٹھتے رہے اور آپ کی اجازت سے امہات المومنین نے بھی اعتکاف کے لیے مسجد ہی میں خیمے لگوائے تھے۔ نیز یہ کہیں بھی نہیں آیا کہ مرد مسجدوں میں اعتکاف بیٹھیں اور عورتیں گھروں میں بیٹھیں۔ لہٰذا گھروں میں اعتکاف کرنا جائز نہیں، فقط مساجد ہی اعتکاف گاہ ہیں۔

مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی درست ہے کہ اگر عورت نے اعتکاف بیٹھنا ہو تو مسجد میں بیٹھنا چاہیے۔ گھر میں اعتکاف نہیں ہوتا۔ ہاں عورت مسجد میں اعتکاف تب بیٹھ سکتی ہے کہ جب ان کے لیے الگ تھلگ جگہ مخصوص ہو۔ مردوں کے ساتھ مخلوط ہونے کا قطعاً امکان نہ ہو، ورنہ عورتوں کے لیے اعتکاف جائز نہیں۔ اِس صورت میں عورت مجبور ہے وہ اعتکاف نہ بیٹھے۔[2]

---

[1] الجامع لاحکام القرآن: ۳۳۱/۲.

[2] فتاویٰ برکاتیہ، ص: ۹۰.

ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''جو شخص رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کرے گا اسے دو حج اور دو عمرے کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔''❶

یہ روایت ضعیف ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں عیینہ بن عبدالرحمٰن القرشی متروک راوی ہے۔

❀ ''اعتکاف کرنے والا گناہوں سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اور اسے ان تمام نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے جو وہ اعتکاف کے سبب نہیں کر سکتا۔''❷

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عبیدہ بن بلال العمی مجہول اور فرقد بن یعقوب السنجی سخت ضعیف راوی ہے۔

❀ جو اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے تو یہ اس کے لیے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے۔ اور جس نے رضائے الٰہی کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے تین خندقوں کی مسافت دور کر دے گا۔ اور ایک خندق سے دوسری خندق تک آسمان وزمین کا فاصلہ ہے۔❸

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں بشر بن سلم البجلی منکر الحدیث ہے۔

❀ ''تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں اعتکاف جائز نہیں یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس۔''❹

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں سفیان بن عیینہ مدلس عنعن کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔

(۵) دیگر افعالِ خیر:

ماہِ رمضان میں ان مذکورہ بالا اعمال کے علاوہ نیکی وخیر کے دیگر جتنے بھی کام ہیں، ان

❶ مجمع الزوائد: ۳/۳۰۵.

❷ ابن ماجه، رقم: ۱۷۸۱.

❸ الترغيب والترهيب: ۲/۹۲، رقم: ۱۶۰۹.

❹ مشكل الآثار، رقم: ۲۳۲۷.

سب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے، مثلاً صدقہ وخیرات، دعوت وتبلیغ، دعا ومناجات، ذکر واذکار، توبہ واستغفار، تعلیم وتعلّم، صلہ رحمی وغیرہ، یعنی خیر کے ان تمام کاموں کی طرف سبقت حاصل کرنی چاہیے۔ رسولِ کریم ﷺ کے متعلق سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''آپ ﷺ خیر کے کاموں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ یہ سخاوت ماہِ رمضان میں اس وقت اور بڑھ جاتی جب جبریل امین علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے۔ اس وقت آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ جلدی کرتے ہوئے خیر کے کاموں کی طرف سبقت لے جاتے تھے۔''[1]

مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جود کے معنی إعطاء ما ینبغی لمن ینبغی کے ہیں، جو بہت زیادہ عموم لیے ہوئے ہے۔ پس جود (سخاوت) مال ہی پر موقوف نہیں بلکہ جو شے بھی جس کے لیے مناسب ہو، اسے دے دی جائے۔ اس لیے آپ "أجود الناس" تھے۔ حاجت مندوں کے لیے مالی سخاوت، تشنگانِ علوم کے لیے علمی سخاوت، گمراہوں کے لیے فیوضِ روحانی کی سخاوت، الغرض آپ ہر لحاظ سے تمام بنی نوع انسان میں بہترین سخی تھے۔ آپ کی جملہ سخاوت کی تفصیلات کتب احادیث وسیر میں منقول ہیں۔ آپ ﷺ کی جود وسخاوت کی تشبیہ بارش لانے والی (تیز) ہواؤں سے دی گئی ہے جو بہت ہی مناسب ہے۔ بارانِ رحمت سے زمین سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے۔ آپ کی جود وسخاوت سے بنی نوع انسان کی اُجڑی ہوئی دنیا آباد ہوگئی۔ ہر طرف ہدایات کے دریا بہنے لگے۔ خدا شناسی اور اخلاقِ فاضلہ کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ آپ ﷺ کی سخاوت اور روحانی کمالات سے ساری دنیائے انسانیت نے فیض حاصل کیے اور یہ مبارک سلسلہ تا قیامِ دنیا قائم رہے گا۔[2]

---

[1] بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......، رقم: ٦.

[2] صحیح بخاری مترجم: ۱۶۱/۳، ۱۶۲.

❀ گزشتہ سطور میں آپ حدیث ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ماہِ رمضان کی ہر رات ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے:

((يَا طَالِبَ الْخَيْرِ هَلُمَّ، وَيَا طَالِبَ الشَّرِّ أَمْسِكْ .)) [1]

''اے خیر کے طالب! (خیر کی طرف) جلد آ، اے برائی کے طالب! (برائی سے) رک جا۔''

ماہِ رمضان کا آخری عشرہ:

ویسے تو رمضان المبارک کا پورا مہینا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں والا ہے۔لیکن اس کے آخری دس دن تو بہت ہی زیادہ فضیلت کے حامل ہیں۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ ان میں عبادت کے لیے کمر کس لیتے تھے۔چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَاَحْيَا لَيْلَهُ، وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ . [2]

جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی ﷺ اپنی کمر کس لیتے اور ان راتوں میں خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔

کمر کس لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس عشرے میں عبادتِ الٰہی کے لیے خاص محنت کرتے، خود جاگتے، گھر والوں کو جگاتے اور رات بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور آنحضرت ﷺ کا یہ سارا عمل تعلیم اُمت کے لیے تھا۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

''اے ایمان والو! اللہ کے رسول ﷺ تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔''

آپ ﷺ کی اقتدا کرنا ہمارے لیے سعادت مندی ہے۔یوں تو ہمیشہ ہی عبادتِ الٰہی کرنا بڑا کارِ ثواب ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں عبادتِ الٰہی

---

[1] نسائی، رقم: ۲۱۰۸.

[2] بخاری، كتاب ليلة القدر، باب العمل فى الشر الا واخر من رمضان، رقم: ۲۰۲٤.

کرنا بہت ہی بڑا کارِ ثواب ہے۔ لہٰذا ان ایام میں جس قدر بھی عبادت ہو سکے، غنیمت ہے۔ [1]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهٖ. [2]

رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت میں) اتنی محنت کرتے جتنی اور دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

شب قدر:

ماہِ رمضان کو بالعموم اور اس کے آخری عشرے کو بالخصوص چار چاند لگانے والی اصل لیلۃ القدر یعنی شب قدر ہے جسے قرآن مجید میں لیلۃ مبارکۃ بھی کہا گیا ہے۔ یہ رات بڑی عظمت و بزرگی اور خیر و برکات والی ہے۔ کتاب و سنت میں اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے بلکہ اگر اسے ''سیّد اللیالی'' یعنی راتوں کی سردار کہا جائے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔

شب قدر کی وجہ تسمیہ:

اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: (۱) قدر کے معنی تقدیر و حکم کے ہیں، چونکہ اس رات میں تمام مخلوق کی جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے، اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں، اس لیے اس رات کو شب قدر کہا جاتا ہے۔

(۲) قدر کا ایک معنی عظمت و شرافت بھی ہے، جیسا کہ عربوں کا مقولہ ہے: لفلان قدر عند فلان. فلاں شخص کی فلاں کے نزدیک بڑی قدر ہے۔ یعنی یہ شخص اس کے نزدیک بہت بزرگ اور مرتبے والا ہے، چونکہ یہ رات بھی عظمت و شرافت والی ہے اس لیے

---

[1] بخاری مترجم داؤد راز: ۲۵۱/۳.

[2] مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر ......، رقم: ۱۱۷۵.

اسے شب قدر سے مسوم کیا گیا ہے۔

شب قدر کے عظمت وشرافت والی ہونے کے بھی دو احتمال ہیں:

(۱) جو کوئی اس میں عبادت کرے وہ اللہ کے نزدیک بزرگ اور صاحب مرتبت ہے۔

(۲) اس رات جو عبادت کی جاتی ہے وہ دوسری راتوں کی عبادت سے شرف و مرتبے میں بہت اعلیٰ ہے۔

(۳) قدر کا ایک معنی ''ضیق'' تنگی بھی ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾ (الطلاق:۷)

''اور جس پر اس کی روزی تنگ کردی گئی۔''

چونکہ اس رات میں زمین پر فرشتے اس قدر زیادہ تعداد میں اترتے ہیں کہ زمین باوجود وسعت کے تنگ پڑ جاتی ہے اس لیے اسے شب قدر کہا جاتا ہے۔

(۴) ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس رات ایک بڑی قدر ومنزلت والی کتاب، قدر ومنزلت والے پیغمبر پر، قدر ومنزلت والی امت کے لیے نازل ہوئی۔ [1]

شب قدر کی فضیلت:

شب قدر کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی فضیلت کے متعلق قرآنِ مجید میں ایک پوری سورت نازل فرما دی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝﴾

(القدر:۱۔۵)

''یقیناً ہم نے ہی اسے یعنی قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا، تم کیا جانو کہ شب

---

[1] الجامع لاحکام القرآن: ۲۰/۱۲۰، ۱۲۱۔

قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح (جبریل) اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ یہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔''

❀ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿حٰمٓ ۝ وَ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰـهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ۝﴾ (الدخان: ۱۔۵)

''حم، قسم ہے اس وضاحت والی کتاب کی۔ یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اُتارا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات میں ہر مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے ہمارے پاس سے حکم ہو کر۔ ہم ہی (رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں۔''

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ یَقُمْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ إِیمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.)) [1]

''جس نے شب قدر میں حالت ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

شب قدر کون سی رات ہے؟

شب قدر ماہِ رمضان کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے جس کی تعیین مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو مخفی رکھا ہے۔ جس کی حکمت وہ خود ہی جانتا ہے۔

❀ جناب ابوسلمہ کا بیان ہے کہ میں سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

---

[1] بخاری، کتاب الایمان، باب قیام لیلة القدر من الایمان، رقم: ۳۵.

عرض کی کہ کیوں نہ فلاں نخلستان میں چلیں، سیر بھی کریں گے اور کچھ باتیں بھی ہوجائیں گی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ جناب ابوسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے راستے میں کہا کہ اگر آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق کچھ سنا ہے تو ہمیں بھی سنا دیں۔ تو سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھ گئے۔ لیکن جبریل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں، وہ (شب قدر) آگے ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی اعتکاف کیا۔ جبریل دوبارہ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں، وہ (رات) آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان کی صبح کو خطبہ دیا اور فرمایا:

((مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلْيَرْجِعْ ، فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيتُهَا ، وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ ، وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ .))

''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ دوبارہ کرے، کیونکہ شب قدر کا مجھے پتا چل گیا تھا لیکن میں بھول گیا، اور وہ آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے، اور میں نے خود کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔''

مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی، مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک پتلا سا بادل کا ٹکڑا آیا اور برسنے لگا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور میں نے آپ کی پیشانی پر اور ناک مبارک پر کیچڑ کا اثر دیکھا اور آپ کا خواب سچا ہوگیا۔ [1]

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ .)) [2]

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب السجود علی الانف ...... رقم: ٨١٣.

[2] بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر......، رقم: ٢٠١٧.

''شب قدر کو ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

❀ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں کچھ جھگڑا کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَـرَجْـتُ لِأُخْبِـرَكُـمْ بِـلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلاحَـى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ ، وَعَسٰى أَنْ يَكُوْنَ خَيْرًا لَكُمْ ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ .)) [1]

''میں تمہیں شب قدر بتانے کے لیے نکلا تھا۔ لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کرلیا تو اس (شب قدر) کا علم واپس اٹھا لیا گیا اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔ لہٰذا اب تم اسے (رمضان کی) اکیسویں، تیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرو۔''

❀ سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے پاس شب قدر کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا: میں اسے کسی ایک رات میں تلاش نہیں کرتا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آخری عشرے میں ہے اور یہ بھی سنا:

((اِلْتَـمِسُوْهَا فِي تِسْعٍ يَبْقَيْنَ ، أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ ، أَوْ فِي خَمْسٍ يَبْقَيْنَ ، أَوْ فِي ثَـلَاثٍ ، أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ .))

''جب نو، سات، پانچ یا تین یا آخری رات باقی رہ جائے تو اسے تلاش کرو۔''

سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ رمضان کی پہلی بیس راتوں میں عام دنوں کی طرح (معمول کے مطابق) نماز پڑھتے لیکن جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو عبادت میں خوب محنت کرتے۔ [2]

معلوم ہوا کہ ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کے پانچ طاق (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) راتوں

---

[1] بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر...... رقم: ۲۰۲۳.

[2] ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی لیلۃ القدر، رقم: ۷۹۴ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح.

میں سے کوئی ایک رات قدر والی ہے۔ ان مختلف احادیث کی بنا پر کسی ایک رات کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔ عین ممکن ہے کہ یہ ان پانچ طاق راتوں میں ہر سال بدل بدل کر آتی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس رات کی تعیین کے متعلق چھیالیس مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔ پھر آخر میں اپنا فاضلانہ فیصلہ ان الفاظ میں دیتے ہیں:

وأرجحها كلها أنها في وتر من العشر الأخر، وأنها تنتقل كما يُفهم من أحاديث الباب. ❶

ان سب اقوال میں میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ شب مبارک رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور یہ ہر سال منتقل ہوتی (بدلتی) رہتی ہے جیسا کہ اس موضوع کی احادیث سے عیاں ہے۔

بہرحال ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات قدر والی ہے جس کی تعیین نہیں کی جا سکتی، اس لیے ہمیں ان پانچ راتوں میں خوب عبادت کرنی چاہیے تا کہ اس کی فضیلت حاصل کی جا سکے۔

شب قدر کی علامات:

۱: شب قدر میں جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔ ❷

۲: شب قدر ایک خوشگوار رات ہے جس میں نہ (زیادہ) گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدھم ہوتی ہے۔ ❸

۳: شب قدر کی صبح سورج یوں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ ❹

---

❶ فتح الباري: ٤/٣٣٨.

❷ مسلم، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر ......، رقم: ١١٧٠.

❸ ابن خزيمه: ٣/٣٣١، ٢١٩١، حسن.

❹ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الندب الاكيد الى قيام ......، رقم: ٧٦٢.

شب قدر کا حصول:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ فِيْ جَمَاعَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَقَدْ اَدْرَكَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ .)) [1]

''جس نے رمضان میں نماز عشاء با جماعت ادا کی یقیناً اس نے لیلۃ القدر کو پالیا۔''

شب قدر کی دعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کی عظمت وفضیلت کے باعث اس رات کے لیے اپنی امت کو ایک نہایت ہی جامع ومانع دعا سکھلائی، گو کہ اس رات بھی آدمی حسب معمول دنیا وآخرت میں خیر وبرکت کی جو دعا چاہے مانگ سکتا ہے۔ تاہم اس رات کی جو خاص دعا ہے اسے ضرور مانگا جائے اور وہ دعا یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ .)) [2]

''اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے، کرم فرمانے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں، لہٰذا مجھے معاف فرما دیں۔''

ایک انوکھی منطق؟

فرقہ بریلویہ سے تعلق رکھنے والا ڈاکٹر طاہر القادری اپنی کتاب ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' صفحہ ۳۶ پر لکھتا ہے کہ شب میلاد لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔

اسی طرح آگے چل کر صفحہ ۱۹۱ پر لکھتا ہے:

پس اگر کہا جائے کہ شب میلاد رسول اللہ شب قدر سے بھی افضل ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ باری تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے افضل قرار دے کر اس کی فضیلت کی حد مقرر فرما دی جبکہ شب میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

---

[1] ابن خزیمہ: ۳/۳۳۳، رقم: ۲۱۹۵ وسندہ حسن ان شاء اللہ.

[2] ترمذی، کتاب الدعوات: ۳۵۱۳، وقال: ھذا حدیث حسن صحیح.

حد ادراک سے ماورا ہے۔

قارئین کرام! غور کریں ایک طرف قرآنِ مجید جو لاریب کتاب ہے جبکہ دوسری طرف قادری صاحب کی یہ انوکھی منطق جو نص کے صریحاً خلاف ہے۔ حالانکہ ہمارے لیے دین وہی ہے جو منزل من اللہ ہے، ہمیں اپنی طرف سے اضافہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ اختیار تفویض نہیں فرمایا کہ وہ اپنی مرضی سے دین میں اضافہ کرلیں تو یہ اضافہ کسی امتی کے لیے کتنی بڑی جسارت ہے؟

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال قبل اپنے آخری رسول ﷺ پر جو دین نازل کیا تھا، وہ آپ ﷺ نے من وعن اُمت تک پہنچا دیا ہے۔ آج یہ دین کتاب وسنت کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے، لہٰذا یہ بات ہمیشہ ذہن میں ہونی چاہیے کہ جب تک کوئی نص قطعی موجود نہ ہو، کسی دن یا رات یا کسی اور کو افضل یا غیر افضل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر واقعی شب میلاد، شب قدر سے افضل ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کیوں نہ بتائی؟ یا اگر رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا تو آپ نے اس سے اُمت کو آگاہ کیوں نہ کیا؟

اگر اللہ نے یہ بات اپنے رسول ﷺ کو نہیں بتائی اور نہ ہی نبی ﷺ نے اپنی طرف سے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے تو قادری صاحب کو یہ اختیار کس نے دیا کہ وہ شب میلاد کو شب قدر سے افضل بتلاتے پھریں کیا یہ قرآن وحدیث کی گستاخی نہیں؟

ویسے قادر صاحب ذرا بتائیں تو سہی کہ شب قدر کی فضیلت کی حد کہاں مقرر کی گئی ہے؟ ﴿لیلة القدر خیر من الف شهر﴾ میں شب قدر کی حد نہیں مقرر کی گئی بلکہ یہ اہل عرب کے قاعدے کے مطابق ہے کہ جب انہیں بہت زیادہ مقدار یا مدت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تو ہزار یعنی الف کا لفظ استعمال کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ زیادہ حساب دان نہ تھے اور ان کے ہاں گنتی کا سب سے بڑا عدد الف ہی ہوتا تھا۔ لہٰذا یہاں الف سے مراد طویل زمانہ ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے: ﴿يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (۲/ البقرة: ۹۶) ''ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار سال کی عمر مل جائے گی۔ یعنی طویل زمانہ لمبی مدت تک۔

شب قدر میں ہونے والی بدعات وخرافات:

ہمارے ہاں دیگر راتوں کی طرح شب قدر میں بھی بہت ساری بدعات وخرافات کی جاتی ہیں، مثلاً:

۱: بہت ساری مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب اسراف وتبذیر میں داخل ہونے کی وجہ سے بالکل ناجائز ہے۔

۲: بہت سے لوگ اس رات کو نماز تسبیح کے لیے مخصوص کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ نماز تسبیح کا باجماعت ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی اسے شب قدر کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی دلیل ملتی ہے۔ انفرادی طور پر جب مرضی پڑھ لیں جائز ہے۔

۳: بعض مساجد میں اس رات اجتماعی دعا کا بھی خوب اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے لیے پہلے سے باقاعدہ اعلانات کروائے جاتے ہیں کہ سب لوگ اس میں شریک ہوں جبکہ اس چیز کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۴: بعض جگہوں پر ساری ساری رات جلسے اور تقریریں ہی ہوتی رہتی ہیں حالانکہ یہ طریقہ بھی درست نہیں۔ بلاشبہ مواعظ وتقاریر ترویج اسلام اور تبلیغ دین کے لیے بہترین ذریعہ ہیں۔ تاہم شب قدر میں ساری ساری رات انھیں کا اہتمام کرنا اور انفرادی عبادت ذکر واذکار، تلاوت، نفل ونوافل وغیرہ کو چھوڑنا رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام کا طریقہ کار نہ تھا اور نہ ہی سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

شب قدر کے متعلق ضعیف وموضوع روایات:

❀ ”نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص۔ جو ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ کا ذکر کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر بڑے متعجب ہوئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سورۃ القدر نازل فرمائی کہ لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔“ [1]

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۲/٤٣٤.

یہ روایت مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ سخت ضعیف بھی ہے۔ اس میں مسلم بن خالد ضعیف راوی ہے۔

❀ ''تمھارے پاس رمضان کا مہینا آ گیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے افضل ہے، جو اس رات (کے ثواب) سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔ اور اس کی خیر سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو واقعی محروم ہو۔'' ❶

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں قتادہ مدلس راوی ہے۔

❀ ''رسول اللہ ﷺ نے ایک دن بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر کیا جنھوں نے اسّی سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، ایک لحہ بھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ ایوب، زکریا، حزقیل بن عجوز اور یوشع بن نون تھے۔ صحابہ نے اتنی طویل عبادت پر تعجب کیا تو جبرئیل تشریف لائے اور کہا: اے محمد! آپ کی امت اسّی سال عبادت کرنے والے ان عابدوں پر تعجب کرتی ہے جنھوں نے ایک لحہ بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی جبکہ اللہ تعالیٰ نے (تمھیں) اس سے افضل چیز عطا کی ہے۔ پھر انھوں نے سورۃ القدر کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ یہ افضل ہے اس سے جس سے آپ اور آپ کی امت تعجب کر رہی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہو گئے۔'' ❷

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں مسلمہ بن علی منکر الحدیث اور علی بن عروہ متروک ہے۔ نیز سند بھی منقطع ہے۔

❀ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے شب قدر صرف میری امت ہی کو عطا کی ہے۔ اس سے قبل کسی امت کو یہ نہیں ملی۔'' ❸

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں اسمٰعیل بن ابی زیادہ جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا راوی ہے۔

❀ ''رسول اللہ ﷺ کو اگلے لوگوں کی عمریں بتلائی گئیں جتنا اللہ کو منظور تھا تو آپ نے

---

❶ ابن ماجه، رقم: ١٦٤٤.　❷ تفسير ابن ابی حاتم: ١٢/٤٣٥.

❸ السلسلة الضعيفة، رقم: ٤١٠٦.

اپنی امت کے لوگوں کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ خیال کیا کہ میری امت کے لوگ (اتنی سی عمر میں) ان کے برابر عمل نہ کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔''❶

یہ روایت ضعیف ہے۔ امام مالک سے آگے سند ہی نہیں۔

❀ ''شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے جس نے اس میں ثواب کی نیت سے قیام کیا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔ شب قدر طاق راتوں میں ہے۔ یعنی ۲۹ویں، ۲۷ویں، ۲۵ویں، ۲۳ویں یا ۲۱ویں رات۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس رات کی علامتیں یہ ہیں کہ یہ کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف وشفاف گویا اس میں چاند کھلا ہوا ہے۔ یہ معتدل ہوتی ہے۔ نہ سرد، نہ گرم۔ اس رات میں صبح تک ستارے نہیں پھینکے جاتے۔

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کا سورج چودھویں رات کے چاند کی مثل بغیر شعاعوں کے نکلتا ہے، اس کی صبح کو شیطان سورج کے ساتھ نہیں نکل سکتا۔ ❷

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ خالد بن معدان کا سیّدنا عبادہ بن صامت سے سماع ثابت نہیں بلکہ بقول حافظ ابونعیم ملاقات بھی ثابت نہیں۔ ❸

❀ ''شب قدر چمکدار ہوتی ہے، نہ گرم، نہ سرد۔ نہ اس میں بادل ہوتے ہیں نہ بارش۔ اور نہ ہی آندھی۔ اور نہ اس میں ستارے پھینکے جاتے ہیں۔ اس کے دن کی علامت یہ ہے کہ سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔''❹

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں بشر بن عون اور بکار بن تمیم سخت ضعیف راوی ہیں۔

صدقہ فطر:

صدقہ فطر کو زکوۃ فطر، زکوۃِ صوم، زکوۃ رمضان، صدقہ رمضان، فطرانہ اور صدقہ صوم بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو ماہِ رمضان کے اختتام پر روزوں کے مکمل

❶ موطأ، ص: ۲۱۷. ❷ احمد: ۵/ ۳۲٤.

❸ الموسوعة الحديثية: ۳۷/ ٤۲٥. ❹ طبراني كبير: ۹/ ۱٦۸.

ہونے کی خوشی اور ان میں ہو جانے والی کمی کوتاہی کے پیش نظر دیا جاتا ہے تاکہ یہ گناہوں کا کفارہ بن جائے اور محتاجوں کے لیے عید کی خوشیوں میں شمولیت کا ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا تاکہ روزے کے لیے لغو اور بے ہودہ اقوال وافعال سے پاکیزگی ہو جائے اور مسکینوں کو کھانا مل جائے۔ لہٰذا جس نے اسے نماز عید سے پہلے پہلے ادا کر دیا تو یہ ایسی زکوٰۃ ہے جو قبول کر لی گئی اور جس نے اسے نمازِ عید کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔'' [1]

صدقہ فطر کے مسائل:

① بیشتر احادیث میں صدقہ فطر کے لیے ((فَـرَضَ)) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ فرض ہے۔ امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی فرضیت پر اجماع ہے۔ [2]

❀ سیّدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جب زکوٰۃ کے احکام نازل ہوئے تو آپ نے ہمیں صدقہ فطر کا دوبارہ حکم نہیں دیا اور منع بھی نہیں کیا، البتہ ہم لوگ پھر بھی اس کی ادائیگی کرتے ہیں۔ [3]

اس حدیث سے بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر واجب نہیں، تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ فطر جمع کر کے فقراء میں تقسیم کرنے کے اہتمام سے اندازہ ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے صدقہ فطر کا وجوب منسوخ نہیں ہوا، اور پھر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی سے منع بھی نہیں فرمایا، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ صدقہ فطر کی فرضیت منسوخ نہیں ہوئی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضح فرما دیتے کہ اب اس کی ادائیگی کی ضرورت نہیں۔

② صدقہ فطر ہر مسلمان امیر غریب، مرد عورت، چھوٹے بڑے، ہر ایک پر فرض ہے۔

---

[1] ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، رقم: ١٦٠٩ حسن۔ [2] کتاب الاجماع: ٣٥۔

[3] ابن ماجہ، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر، رقم: ١٨٢٨ صحیح۔

چنانچہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دیا۔ غلام آزاد، مرد عورت، چھوٹے اور بڑے، تمام مسلمانوں پر، آپ کا یہ حکم تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔ [1]

③ صدقہ فطر جنس خوراک میں سے ایک صاع ادا کیا جائے گا چنانچہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم لوگ صدقہ فطر میں ایک صاع اناج، ایک صاع خشک کھجوریں، ایک صاع جَو، ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقی ادا کیا کرتے تھے۔ جب سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے دور خلافت میں) ہمارے پاس مدینہ آئے تو انھوں نے کہا: میرے خیال میں ملک شام کی گندم کے دو مد ان چیزوں کے ایک صاع کے برابر ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے اس قول پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تو جب تک زندہ ہوں ہمیشہ اسی طرح (پورا صاع) ادا کرتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کیا کرتا تھا۔ [2]

نوٹ: گندم کا نصف صاع صدقہ فطر میں ادا کرنا یہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی اجتہاد تھا جو حدیث کے مخالف تھا اس لیے صحابہ کرام نے اس سے اتفاق نہ کیا۔

④ صاع ایک پیمانہ ہے جیسے ہمارے ہاں ٹوپہ ہوتا ہے اس کا اندازہ 5 ⅓ رطل، تقریباً ڈھائی کلو ہے۔ بعض کے نزدیک ۲۱۰۰ گرام ہے۔ اس کی ادائیگی کا آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ معتدل ہاتھوں والا آدمی دونوں ہاتھوں کی لپیں (ٹک) چار مرتبہ بھر کر دے دے۔ [3]

⑤ افضل یہی ہے کہ صدقہ فطر جنس خوراک ہی سے ادا کیا جائے کیونکہ احادیث میں مختلف

---

[1] بخاري، كتاب الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، رقم: ١٥٠٣.

[2] ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، رقم، ١٨٢٩ صحيح.

[3] اسلامی اوزان، ص: ٢٩.

اجناس ہی کی تعیین فرمائی گئی ہے۔ اور صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر تھا، کہیں بھی قیمت ادا کرنے کا ذکر نہیں، لہٰذا جنس خوراک کی ادائیگی ہی زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ نیز تین امام یعنی مالک، شافعی، احمد رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی کے قائل ہیں، بلکہ ابن حزم رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ قیمت کفایت نہیں کرتی۔ [1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر روزمرہ کی خوراک سے ادا کیا جائے۔ [2]

تاہم بعض کے نزدیک خوراک کے بدلے میں قیمت دینا بھی جائز ہے کیونکہ صدقہ فطر کا جو مقصد بیان ہوا ہے وہ مساکین کو کھلانا ہے اور یہ چیز قیمت سے بھی ممکن ہے اور پھر یہ کہ کسی حدیث سے اس کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ فرض زکوٰۃ میں بدل جائز ہے۔ نیز خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بہ سند صحیح ثابت ہے کہ انھوں نے صدقہ فطر میں ہر انسان سے آدھا درہم لینے کا حکم دیا۔ [3]

ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو رمضان میں صدقہ فطر میں کھانے کی قیمت دراہم دیتے ہوئے پایا۔ [4]

قاضی شوکانی السیل الجرار میں عذر کی بنا پر قیمت کی ادائیگی کو جائز بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

⑥ صدقہ فطر نماز عید کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کر دینا چاہیے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ [5]

---

[1] المحلی: ٤/٢٥٩.

[2] مجموع الفتاوی: ٢٥/٣٥،٣٦.

[3] مصنف ابن ابی شیبہ: ٣/١٧٤؛ رقم: ١٠٣٦٧٨.

[4] ایضاً، رقم: ١٠٣٧١ وسندہ حسن.

[5] بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة قبل العيد، رقم: ١٥٠٩.

معلوم ہوا کہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے روانگی سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے تاہم یہ عید سے دو چار دن پہلے بھی ادا کرنا جائز ہے۔ [1]

ضعیف وموضوع روایات:

- جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے رمضان کے روزے آسمان وزمین کے درمیان لٹکتے رہتے ہیں، اوپر نہیں چڑھتے۔ [2]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں محمد بن عبید مجہول راوی ہے۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیت ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ صدقہ فطر کے متعلق نازل ہوئی۔ [3]

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں راوی کثیر بن عبداللہ متہم بالکذب ہے۔

- ''ہر دو افراد چھوٹے بڑے، آزاد غلام، مرد اور عورت کی طرف سے ایک صاع گندم ہے۔ مالداروں کو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے پاک کردے گا جبکہ غریبوں کو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ لوٹائے گا۔'' [4]

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں نعمان بن راشد سخت ضعیف راوی ہے۔

- ''نبی ﷺ نے چھوٹے بڑے، آزاد غلام اور مرد وعورت پر نصف صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور یا جَو کا فرض قرار دیا۔'' [5]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اسے حسن بصری نے سیّدنا ابن عباس سے نہیں سنا۔ [6] نیز حمید الطّویل مدلس اور روایت معنعن ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر علی الحر والمملوك، رقم: ١٥١١، ٢٣١١.

[2] السلسلة الضعيفة: ٤٣.

[3] ابن خزيمه: ٤/ ٩٠، رقم: ٢٤٢٠.

[4] ابو داؤد، رقم: ١٦١٩.

[5] نسائي، رقم: ١٥٨٠.

[6] عون المعبود: ٥/ ١٧.

ماہِ رمضان کے متعلق ضعیف وموضوع روایات:

❀ جنت کو رمضان کے لیے دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کے خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مَثِیْرَہ ہے۔اس کے جھونکوں کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو ہم سے جوڑ دیں؟ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے، جنت کے دروازے محمد ﷺ کی امت کے لیے (آج) کھول دیئے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رضوان سے فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے، اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کردے۔ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کردو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ وہ محمد ﷺ کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ کوئی ہے مانگنے والا جس کو میں عطا کروں؟ کوئی ہے توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کون ہے جو غنی کو قرض دے، ایسا غنی جو نادار نہیں؟ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے، اور جب

رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔ اور جو رات شب قدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں۔ وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو (۱۰۰) بازو ہیں جن میں سے دو بازوؤں کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مغرب سے مشرق تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو، یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو، یا ذکر کر رہا ہو، اسے سلام کرو اور مصافحہ کرو اور ان کی دعاؤں پر آمین کہو، صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیل سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں کا کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ چار شخص کون ہیں؟ فرمایا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو، اور چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کینہ رکھنے والا کون ہے؟ ارشاد فرمایا: قطع تعلق کرنے والا۔ پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ لیا جاتا ہے۔ اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے۔ جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس کریم ربّ کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب

لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضاء اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے، میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا)۔ میری عزت کی قسم! اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا، بس بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا۔ اور میں تم سے راضی ہو گیا، فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ [1]

یہ روایت سخت ضعیف ہے، ضحاک بن مزاحم کی سیّدنا ابن عباس سے سماع یا لقاء ثابت نہیں، نیز اس میں اور بھی کئی علتیں ہیں۔

⊙ اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینا سایہ فگن ہو چکا ہے۔ برکت والا مہینا، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض اور رات کا قیام نفل قرار دیا ہے۔ جو کوئی اس مہینے میں کسی نیکی کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسے اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں کوئی فرض ادا کیا، وہ ایسا ہے جیسے اس نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا

---

[1] فضائل الاوقات، رقم: ۱۰۹.

مہینا ہے اور صبر کی جزا جنت ہے۔ اور یہ غم خواری کا مہینا ہے۔ اس میں مومنوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی اور دوزخ سے نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو بھی ثواب ملے گا جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا۔ کہ وہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عنایت فرمائے گا جو ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ یا ایک خشک کھجور کے ذریعے کسی کا روزہ افطار کروا دے۔ اور یہ ایسا مہینا ہے کہ جس کا اوّل حصہ اللہ کی رحمت، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام سے اس کا بوجھ ہلکا کرے تو اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اور اسے آگ سے آزاد کردے گا۔

اور اس مہینے میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو۔ جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے لیے اور دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے ربّ کو راضی کرو: وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ: جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک دوبارہ پیاس نہیں لگے گی۔ ❶

یہ روایت منکر ہے، اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔

❀ ''سبحان اللہ، تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کس طرح استقبال ہو رہا ہے۔'' آپ نے یہ کلمات تین بار دہرائے تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وحی نازل ہوئی ہے یا دشمن آ دھمکا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ رمضان کی پہلی رات ہی میں ان سب لوگوں کو بخش دیتا ہے جو بیت اللہ کو قبلہ تسلیم کرتے ہیں۔

---

❶ ابن خزیمہ: ۱۹۱/۳، رقم: ۱۸۸۷.

راوی نے بیان کیا کہ لوگوں میں ایک شخص تھا جو اپنے سر کو حرکت دے کر کہہ رہا تھا: بہت خوب، بہت خوب۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرکے آگاہ کیا کہ گویا تیرا سینہ اس سے تنگ ہوا ہے جو تو نے سنا؟ تو اس نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول! لیکن مجھے منافق یاد آ گئے۔ آپ نے فرمایا: بے شک منافق کافر ہیں اور کافر کے لیے اس فضیلت میں کچھ نہیں۔ [1]

یہ روایت بھی منکر ہے۔ اس میں عمرو بن حمزہ بن اسید ضعیف، اور اس کا استاذ خلف ابوالربیع مجہول ہے۔

❀ ''جس شخص کو مکہ مکرمہ میں رمضان کا مہینا آ گیا اور اس نے حسب استطاعت اس کے روزے رکھے اور قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کسی دوسری جگہ گزرے ہوئے ایک لاکھ رمضان کے مہینوں کا ثواب لکھ دے گا۔ اور اس کے لیے ہر دن کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا۔ اور ہر دن کے بدلے اللہ کی راہ میں ایک سواری کا گھوڑا دینے کا ثواب لکھے گا اور ہر دن کی ایک نیکی اور ہر رات کی ایک نیکی لکھے گا۔'' [2]

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں عبدالرحیم بن زید العمی کذاب راوی ہے۔

❀ ''رمضان کے سوا کسی اور مہینے میں مسلمانوں کی سرحد پر خطرے کی جگہ ایک دن ثواب کی نیت سے اللہ کی راہ میں ٹھہرنا سو سال کی عبادت یعنی اتنے عرصے کے روزوں اور تہجد سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ اور رمضان کے مہینے میں مسلمانوں کی سرحد پر خطرے کی جگہ اللہ کی راہ میں ایک دن ثواب کی نیت سے ٹھہرنا ایک ہزار سال کی عبادت یعنی اتنے عرصے کے روزوں اور تہجد سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے صحیح سلامت اس کے گھر لے آیا تو ہزار سال تک اِس کے گناہ نہیں لکھے

---

[1] طبرانی الاوسط، رقم: ٤٩٣٥.

[2] ابن ماجه، رقم: ٣١١٧.

جائیں گے، صرف نیکیاں لکھی جائیں گی اور قیامت تک سرحد کی رکھوالی کا ثواب ملتا رہے گا۔“[1]

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں محمد بن یعلی السلمی سخت ضعیف اور اس کا استاذ عمر بن صبح کذاب ہے۔

❀ رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخش دیا جاتا ہے اور اس میں اللہ سے مانگنے والے کو نامراد نہیں کیا جاتا۔“[2]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں ھلال بن عبدالرحمٰن ضعیف راوی ہے۔

❀ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر نظر کرم فرما دے تو اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر روز دس لاکھ افراد کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ پھر جب رمضان کی انتیسویں شب ہوتی ہے تو اس میں اتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جتنے پورے رمضان میں آزاد فرمائے گئے تھے۔ اور جب چاند رات ہوتی ہے تو فرشتوں میں ہلچل مچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کے ساتھ ایک ایسی تجلی فرماتا ہے جسے بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے۔ صبح لوگوں کی عید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: اے فرشتوں کی جماعت! بتاؤ اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جو اپنا کام پورا کرے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اسے پوری پوری مزدوری ملنی چاہیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔“[3]

محققین ترغیب نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

⊙ ”میری امت کو رمضان میں پانچ مخصوص چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئی

---

[1] ابن ماجه، رقم: ٢٧٦٨.

[2] طبراني الاوسط: ٧٣٤١.

[3] الترغيب والترهيب: ٢/٢٦.

تھیں: (۱) روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ۔ (۲) ان کے لیے فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور افطار کے وقت تک کرتے رہتے ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ جنت کو ہر روز آراستہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے دنیا کی مشقتیں جھیل کر تیری طرف آئیں۔ (۴) اس میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزے داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ مغفرت شب قدر کو ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہوتے وقت پوری مزدوری دی جائے۔ [1]

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں ھشام بن زیاد محدثین کے ہاں بالاتفاق ضعیف ہے۔

❀ ''جو کوئی اپنی حلال کمائی سے ماہِ رمضان میں روزہ دار کو افطار کرائے تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس پر نزولِ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جبریل اس سے مصافحہ کرتا ہے اور جس سے جبریل مصافحہ کرلیں اس کے دل میں رقت پیدا ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے آکثر آنسو بہتے رہتے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر افطار کرانے کے لیے کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: معمولی کھانے سے کرا دے۔ اس نے عرض کیا: اگر معمولی کھانا بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا روٹی کے ایک ٹکڑے سے کرا دے۔ اس نے کہا اگر یہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: دودھ کا ایک گھونٹ پلا دے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر یہ بھی نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا: پھر پانی کے ایک گھونٹ سے ہی کرا دے۔'' [2]

---

[1] احمد: ۲/۲۹۲.

[2] الکامل لابن عدی: ۲/۵۱٤.

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں حکیم بن حزام منکر الحدیث جبکہ اس کا استاد علی بن زید برے حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ ''اگر بندے یہ جان لیں کہ رمضان کتنی برکتوں والا مہینا ہے، تو وہ تمنا کریں کہ پورا سال ہی رمضان رہے۔'' خزاعہ قبیلے کے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہمیں رمضان کی فضیلت بتلایئے؟ تو آپ نے فرمایا: بے شک استقبال رمضان کے لیے جنت کو سال بھر سجایا جاتا ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایسی ہوا چلتی ہے جس سے جنت کے درختوں کے پتے بجنے لگتے ہیں۔ حورعین اس منظر کو دیکھ کر کہتی ہیں: اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں سے اس مہینے میں ہمارے لیے ایسے خاوند بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو کوئی رمضان میں ایک روزہ رکھتا ہے تو اس کی شادی ایک موتی سے بنے گھر میں حور سے کر دی جاتی ہے، جن حوروں کی صفت اللہ نے یوں بیان فرمائی: ایسی حوریں جو خیموں میں چھپی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ہر حور پر ستر قسم کے جوڑے ہوں گے جن میں سے ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوگا۔ اور ستر قسم کے رنگوں کی خوشبوئیں ان میں سے ہر ایک کو دی جائیں گی۔ ہر رنگ کی خوشبو الگ ہوگی۔ ان میں سے ہر عورت کو خدمت کے لیے ستر عورتیں اور ستر خادم دیے جائیں گے۔ ہر خادم کے پاس سونے کا ایک طشت ہوگا، اس میں کئی رنگ کے کھانے ہوں گے۔ ایک لقمے میں جو مزہ ہوگا وہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔ اور ہر عورت کے لیے سرخ یاقوت کے ستر تخت ہوں گے، ہر تخت پر ستر قسم کے بستر ہوں گے جن کے اندر موٹا ریشم بھرا ہوگا، ہر بستر پر تکیے ہوں گے اور یہ سب کچھ اس کے شوہر کو بھی عطا کیا جائے گا۔ وہ سرخ یاقوت کے تخت پر ہوگا جس پر موتی جڑے ہوں گے اور اسے سونے کے دو کنگن پہنائے جائیں گے۔ یہ سب تو رمضان کے صرف روزوں کے بدلے میں ہوگا۔ رمضان میں دوسرے اعمال صالحہ کا بدلہ اس کے علاوہ ہوگا۔''[1]

[1] ابن خزیمہ: ۳/ ۱۹۰، ۱۹۱۔

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں جریر بن ایوب البجلی سخت ضعیف راوی ہے۔

❀ مسلمانوں پر ایسا کوئی مہینا نہیں گزرا جو ان کے لیے رمضان سے بہتر ہو اور منافقوں پر کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرا جو ان کے لیے رمضان سے زیادہ برا ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس مہینے کے آنے سے پہلے ہی اس کا اجر وثواب نوافل، غیرہ لکھ دیتا ہے۔ اور اسی طرح اس کی نافرمانیاں اور گناہ بھی لکھ دیتا ہے۔ کیونکہ مومن تو اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لیے عبادت وسخاوت وغیرہ کی تیاریاں کر لیتے ہیں اور منافق بھی اس کے آنے سے پہلے مسلمانوں کی برائی، ان کی ہجو اور ان کے عیوب کی ٹٹول میں لگ جاتے ہیں لہٰذا یہ مہینا مومن کے لیے تو غنیمت ہے جبکہ منافق وفاجر اس غنیمت کو نہیں جانتے۔"[1]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عمرو بن تمیم ضعیف اور اس کا باپ مجہول ہے۔

❀ "ماہِ رمضان مہینوں کا سردار ہے جبکہ جمعہ دنوں کا سردار ہے۔"[2]

یہ روایت منقطع ہے۔ اسے ابوعبیدہ نے اپنے والد سے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابوعبیدہ نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔[3]

❀ "اگر اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو بولنے کی اجازت دے تو وہ یہی کہیں کہ جنت ماہِ رمضان کے روزے داروں کے لیے ہے۔"[4]

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں نافع ابو ہرمز سخت ضعیف راوی ہے۔

❀ "آپ ﷺ جب ماہِ رمضان آتا تو سب قیدیوں کو رہا کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔"[5]

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اس میں ابوبکر الھذلی متروک

---

[1] ابن خزيمه: ۱۸۹/۳.

[2] طبرانی کبير: ۵۲۹/۳، رقم: ۸۹۰۷.

[3] ترمذی، تحت رقم: ۱۷.

[4] الكامل ابن عدی: ۳۰۷/۸.

[5] السلسلة الضعيفة: ۳۰۱۵.

الحدیث اور الحمانی ضعیف ہے۔

❀ ''جس نے رمضان کا ایک روزہ حضر میں چھوڑا وہ ایک اونٹ کی قربانی کرے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو کھجور کے تیس صاع مسکینوں میں تقسیم کرے۔''❶

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں مقاتل بن سلیمان کذاب اور حارث بن عبیدہ ضعیف ہے۔

❀ ''جب رمضان سلامت ہو تو سارا سال سلامت ہوتا ہے اور جب جمعہ سلامت ہو تو دوسرے دن بھی سلامت ہوتے ہیں۔''❷

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

❀ ''جس نے بغیر کسی عذر کے رمضان کا ایک بھی روزہ چھوڑ دیا تو اس کے بدلے زمانے بھر کے روزے بھی کافی نہیں ہوں گے۔''❸

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں حبیب بن ابی ثابت مدلس، ابوالمطوس لین الحدیث جبکہ اس کا باپ مجہول ہے۔

❀ ''اللہ نے میری امت پر تیس دن کے روزے فرض کیے ہیں اور دوسری امتوں پر اس سے کم یا زیادہ روزے فرض کیے تھے۔ ایسا اس لیے کہ آدم نے جب درخت سے کھا لیا تو وہ پھل ان کے پیٹ میں تیس دن تک رہا۔ پھر جب اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو انھیں تیس دن رات کے روزوں کا حکم دیا۔ پس مجھ پر اور میری امت پر صرف دن کا روزہ فرض کیا ہے، رات کو جو ہم کھاتے ہیں وہ اللہ کا فضل ہے۔''❹

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں موسیٰ بن نصر غیر ثقہ راوی ہے جو سفیان ثوری اور امام مالک وغیرہ سے من گھڑت حدیثیں بیان کرتا تھا۔

❀ ''ماہِ رمضان میں ایک آواز ہوگی جو سونے والے کو جگا دے گی اور جاگنے والے کو ڈرا

---

❶ دار قطنی: ۲/۱۹۰، رقم: ۲۲۸۵.

❷ الکامل: ۶/۵۰۴.

❸ ابن ماجه، رقم: ۱۶۷۲.

❹ تاریخ مدینة السلام: ۱۵/۲۴.

دے گی۔ پھر شوال میں ایک جماعت ظاہر ہوگی اور ذی القعدہ میں لڑائی کا شور ہوگا۔ محرم میں محرم عورتوں کی آبروریزی ہوگی اور صفر میں موت ہوگی۔ پھر ربیع الاوّل میں قبائل کا تنازع ہوگا اور جمادی ورجب پر تعجب ہی تعجب ہے۔ پھر پلان لدی اونٹنی برے گاؤں سے بہتر ہوگی جو راکھ اٹھائے ہو۔'' [1]

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں مسلمہ بن علی سخت ضعیف ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کا متن غریب ہے جبکہ سلمہ بن علی دلیل کے قابل نہیں۔

ماہِ رمضان واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ سیف البحر [2]	۱ھ	مارچ ۶۲۳ء
⊙ غزوۂ بدر [3]	۲ھ	فروری ۶۲۴ء
⊙ وفات سیّدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [4]	۲ھ	فروری ۶۲۴ء
⊙ ولادت سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما [5]	۳ھ	فروری ۶۲۵ء
⊙ نکاح سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [6]	۴ھ	فروری ۶۲۸ء

[1] حاکم: ٥١٨/٤.

[2] المغازی، ص: ٤٤؛ الرحيق المختوم، ص: ٢٦٩؛ اٹلس سیرت نبوی، ص: ١٩٣.

[3] صحیح تاریخ طبری: ٨٤/٢؛ تاریخ خلیفة، ص: ٢١،٢٠؛ المسعودی: ٢٢٠/٢؛ اليعقوبی، ٧٢/٢؛ جوامع السيرة، ص: ١١٣؛ ابن خلدون، ٧١/١؛ الكامل: ١٤/٢.

[4] ابن سعد: ٤٣/٨؛ جوامع السيرة، ص: ٧١؛ الاستيعاب: ٤٠٠/٤؛ فتح الباری: ٦٩/٧.

[5] تاريخ مدينة السلام: ٤٦٩/١؛ تهذيب الكمال: ٥٨٤/٢؛ الاستيعاب: ٤٣٦/١؛ الاصابة: ٣٧٤/١؛ تاريخ الخلفاء، ص: ١٨٩.

[6] ابن سعد: ٩٣/٨؛ الاصابة: ٢٥٢٠/٤.

دوسرا قول ۳ھ کا ہے۔

⊙ فتح مکہ [1]	۸ھ	جنوری ۶۳۰ء
⊙ وفد ثقیف کا قبولِ اسلام [2]	۹ھ	دسمبر، جنوری ۶۳۰ء، ۶۳۱ء
⊙ وفات سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا [3]	۱۱ھ	نومبر ۶۳۲ء
⊙ معرکہ بویب [4]	۱۳ھ	نومبر ۶۳۴ء
⊙ وفات سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ [5]	۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء

نوٹ: سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی سن وفات میں دوسرے اقوال بھی ملتے ہیں۔

⊙ شہادت امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [6]	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
⊙ وفات امّ المومنین سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا [7]	۵۰ھ	ستمبر ۶۷۰ء
⊙ وفات سیّدنا زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ [8]	۵۳ھ	اگست ۶۷۲ء
⊙ وفات ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا [9]	۵۸ھ	جولائی ۶۷۸ء

---

[1] بخاری، رقم: ٤٢٧٥.

[2] صحیح تاریخ طبری: ٣٢٧/٢؛ جوامع السیرة، ص:٢٣٥؛ الکامل: ١٥١/٢؛ البدایة: ٦٨٥/٤.

[3] ابن سعد: ٣٧/٨؛ الاستیعاب. ٤٥٢/٤؛ اسد الغابة: ٩٠٧/٣؛ سیر: ٣٠٤/٣؛ الاصابة: ٢٥٩٩/٤؛ البدایة: ٤٦/٧؛ تاریخ الخلفاء، ص:٨١.

[4] صحیح تاریخ طبری: ١٥٩/٣؛ الکامل: ٢٧٩/٢؛ البدایة: ١١٨/٧؛ تاریخ اسلام: ٢٨٨/١؛ اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ، ص:٩٣.

[5] اسد الغابة: ١٨٧/٢؛ الاصابة: ١٠٠٠/٢؛ البدایة: ٣٠٣/٧؛ تقویم تاریخی، ص:٨.

[6] تاریخ خلیفة، ص: ١٢٠؛ طبرانی کبیر: ٦١/١؛ مجمع الزوائد: ١٤٠/٩؛ سیر: ٤٦٧/٢؛ الاصابة: ١٢٩٥/٢؛ الاستیعاب: ٢١٧/٣؛ البدایة: ٥٤٦/٧؛ الکامل: ٢٣٨/٣؛ صحیح تاریخ طبری: ٤١٨/٣؛ تاریخ مدینة السلام: ٤٦٣/١.

[7] الاستیعاب: ٤٢٧/٤؛ الوافی بالوفیات: ٢٥١/٥؛ کتاب ازواج النبی، ص: ٢٢٥.

[8] الاستیعاب: ١٠٥/٢؛ البدایة: ٨٥/٨؛ الکامل: ٣١٩/٣.

[9] ابن سعد: ٧٠/٨؛ سیر: ٣٣٠/٣؛ البدایة: ١٣٧/٨؛ الاصابة: ٢٥٧٦/٤؛ کتاب ازواج النبی؛ ص: ١٣٥.

نوٹ: دوسرے اقوال بھی ملتے ہیں۔

⊙ وفات مروان بن حکم وخلافت عبدالملک بن مروان [1]	۶۵ھ	اپریل ۶۸۵ء
⊙ وفات حجاج بن یوسف الثقفی [2]	۹۵ھ	جون ۷۱۴ء

نوٹ: دوسرا قول شوال کا ہے۔

⊙ وفات امام عطاء بن ابی رباح [3]	۱۱۴ھ	اکتوبر ۷۳۲ء
⊙ وفات امام ابن شہاب محمد بن مسلم الزہری [4]	۱۲۴ھ	جولائی ۷۴۲ء

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

⊙ وفات ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن السندی [5]	۱۷۰ھ	مارچ ۷۸۷ء
⊙ وفات امام عبداللہ بن مبارک المروزی [6]	۱۸۱ھ	اکتوبر ۷۹۷ء
⊙ امام احمد بن حنبل پر تشدد کا آغاز [7]	۲۲۱ھ	ستمبر ۸۳۶ء
⊙ وفات امام سعید بن منصور الخراسانی [8]	۲۲۷ھ	جون ۸۴۲ء
⊙ وفات قاضی صالح بن امام احمد بن حنبل [9]	۲۶۶ھ	اپریل ۸۸۰ء

---

[1] صحیح تاریخ طبری: ۴/۱۰۳؛ ابن سعد: ۳/۵۸؛ الیعقوبی: ۲/۴۲۵؛ تهذیب الکمال: ۹/ ۵۶۲؛ البدایة: ۸/۳۶۵؛ تاریخ خلیفة، ص: ۱۶۲؛ الکامل: ۴/۱۴؛ القضاعي، ص: ۱۰۵، ۱۰۶.

[2] سیر: ۴/۵۰۵؛ ابن خلکان: ۲/۶۴؛ البدایة: ۹/۳۲۴؛ الکامل: ۴/۲۸۹؛ تاریخ الاسلام: ۶/۱۷۸؛ صحیح تاریخ طبری: ۴/۲۰۶.

[3] سیر: ۵/۵۳؛ تاریخ الاسلام: ۷/۲۴۹؛ تهذیب الکمال: ۷/۱۴۵.

[4] تاریخ خلیفة، ص:۲۳۱؛ تهذیب الکمال: ۹/۳۳۴؛ ابن خلکان: ۴/۵۵۵؛ البدایة: ۱۰/۱۹۷؛ تهذیب التهذیب: ۹/۳۸۷.

[5] تاریخ مدینة السلام: ۱۵/۵۹۷؛ تاریخ الاسلام: ۱۰/۳۰۴.

[6] تاریخ مدینة السلام: ۱۱/۴۰۸؛ تاریخ الاسلام: ۱۲/۱۳۶؛ ابن خلکان: ۳/۲۳؛ تهذیب الکمال: ۵/۵۸۲؛ سیر: ۶/۵۰۸؛ الکامل: ۵/۳۰۷.

[7] البدایة: ۱۱/۱۷۴.

[8] تهذیب الکمال: ۴/۲۱۹؛ سیر: ۷/۶۵۰؛ تاریخ الاسلام: ۱۶/۱۰۵؛ الوافی بالوفیات: ۵/۸۳.

[9] سیر: ۸/۶۰۵؛ تاریخ الاسلام: ۲۰/۷۲.

⊙ وفات امام ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی [1]	۲۷۳ھ	فروری ۸۸۷ء
⊙ وفات جنید بن محمد البغدادی الصوفی [2]	۲۹۸ھ	جون ۹۱۱ء
⊙ وفات ابوالطیب احمد بن حسین المتنبی الشاعر [3]	۳۵۴ھ	ستمبر ۹۶۵ء
⊙ ولادت امام ابن حزم علی بن احمد الظاہری [4]	۳۸۴ھ	نومبر ۹۹۴ء
⊙ وفات شیخ المفید محمد بن محمد الرافضی [5]	۴۱۳ھ	دسمبر ۱۰۲۲ء
⊙ وفات ابوعلی ابن سینا حسین بن عبداللہ الطبیب [6]	۴۲۸ھ	جون ۱۰۳۷ء
⊙ وفات امام ابن الجوزی عبدالرحمٰن بن علی [7]	۵۹۷ھ	جون ۱۲۰۱ء
⊙ وفات چنگیز خان [8]	۶۲۴ھ	اگست ۱۲۲۷ء
⊙ وفات حافظ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل الدمشقی [9]	۶۶۵ھ	جون ۱۲۶۷ء
⊙ وفات قاضی کمال الدین محمد بن علی ابن الزملکانی [10]	۷۲۷ھ	اگست ۱۳۲۷ء
⊙ ولادت مؤرخ ابن خلدون عبدالرحمٰن بن محمد [11]	۷۳۲ء	مئی ۱۳۳۲ء
⊙ وفات حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی [12]	۸۰۷ھ	مارچ ۱۴۰۵ء

---

[1] البداية: ١١/٣٠٥؛ سير: ٩/١٥٠؛ ابن خلكان: ٤/٦٣٤؛ تهذيب التهذيب: ٩/٤٥٨؛ تاريخ الاسلام: ٢٠/٣٣٤.

[2] تاريخ الاسلام: ٢٢/٧٥؛ طبقات الشافعية الكبرى: ٢/١٩٥؛ تقويم تاريخى، ص: ٧٥.

[3] البداية: ١٢/٢٢٧؛ تاريخ مدينة السلام: ٥/١٦٩؛ سير: ١٠/٤٥٠؛ ابن خلكان: ١/١٢٥؛ تاريخ الاسلام: ٢٦/٦٧.

[4] ابن خلكان: ٣/٢٦٢؛ سير: ١١/٤٧٨؛ البداية: ١٣/١٦١.

[5] تاريخ الاسلام: ٢٨/١٩٨؛ البداية: ١٣/٤٥؛ تاريخ مدينة السلام: ٤/٣٧٥.

[6] البداية: ١٣/٨٦؛ سير: ١١/٢٩٢.

[7] ابن خلكان: ٣/١١٠؛ الكامل: ١٠/٢٨٠؛ البداية: ١٤/٤٦٩.

[8] تاريخ الاسلام: ٤٥/١٣٤؛ سير: ١٣/٤٢٣.

[9] تاريخ الاسلام: ٤٩/١٣٨؛ المنهل الصافى: ٢/٩٦.

[10] تاريخ الاسلام: ٥٣/٢١٣؛ البداية: ١٦/٢٠٥.

[11] البدر الطالع: ١/٣٢٠؛ الضوء اللامع: ٢/٢٨٦.

[12] الضوء اللامع: ٣/٤٨؛ مجمع الزوائد: ١/٩.

⊙ وفات مؤرخ ابن خلدون عبدالرحمٰن بن محمد [1]	۸۰۸ھ	فروری ۱۴۰۶ء
⊙ وفات مؤرخ محمد قاسم فرشتہ [2]	۱۰۲۱ھ	اکتوبر ۱۶۱۲ء
⊙ قرآنِ مجید کا پہلا فارسی ترجمہ [3]	۱۱۵۱ھ	دسمبر ۱۷۳۸ء
⊙ ولادت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [4]	۱۱۵۹ھ	ستمبر ۱۷۴۶ء
⊙ ولادت مرزا حیرت دہلوی [5]	۱۲۸۴ھ	جنوری ۱۸۶۸ء
⊙ وفات امام عبدالجبار غزنوی [6]	۱۳۳۱ھ	اگست ۱۹۱۳ء
⊙ پہلی جنگ عظیم [7]	۱۳۳۲ھ	جولائی ۱۹۱۴ء
⊙ وفات استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی [8]	۱۳۳۴ھ	جولائی ۱۹۱۶ء
⊙ وفات مولانا عبیداللہ سندھی [9]	۱۳۶۳ھ	اگست ۱۹۴۴ء
⊙ قیامِ پاکستان	۱۳۶۶ھ	اگست ۱۹۴۷ء
⊙ آزادی موریطانیہ [10]	۱۳۷۸ھ	مارچ ۱۹۵۹ء
⊙ وفات غازی محمود دھرم پال [11]	۱۳۷۹ھ	مارچ ۱۹۶۰ء
⊙ معاہدہ تاشقند [12]	۱۳۸۵ھ	جنوری ۱۹۶۶ء

---

[1] البدر الطالع: ۱/۳۲۱؛ الضوء اللامع: ۲/۲۸۶؛ تقویم تاریخی، ص: ۲۰۲.

[2] تقویم تاریخی؛ ص: ۲۵٦.

[3] برصغیر کے اهل حدیث خدام قرآن، ص: ٦۷۱.

[4] نزهة الخواطر: ۷/٤۰۷.

[5] برصغیر کے اهل حدیث خدام قرآن، ص: ۱۲۷.

[6] نزهة الخواطر: ۸/۳۰۰.

[7] تقویم تاریخی، ص: ۳۳۳.

[8] تاریخ اهل حدیث، ص: ٤۸۸؛ استاذ پنجاب، ص: ۱۱۲.

[9] نزهة الخواطر: ۸/۳۹۸.

[10] تقویم تاریخی، ص: ۳٤٥.

[11] هفت اقلیم، ص: ۳٤۱.

[12] بیسویں صدی کے اهم واقعات، ص: ۲۲۰.

⊙ وفات مولانا غلام رسول مہر [1]	۱۳۹۱ھ	نومبر ۱۹۷۱ء
⊙ عربوں کا اسرائیل پر حملہ [2]	۱۳۹۳ھ	اکتوبر ۱۹۷۳ء
⊙ وفات حافظ محمد گوندلوی [3]	۱۴۰۵ھ	جون ۱۹۸۵ء
⊙ وفات مولانا عاصم الحداد [4]	۱۴۰۹ھ	اپریل ۱۹۸۹ء
⊙ آزاد کشمیر میں خوفناک زلزلے سے تباہی	۱۴۲۶ھ	اکتوبر ۲۰۰۵ء

---

[1] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص:۴۳۲۔

[2] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۲۶۵۔

[3] دوام حدیث: ۵۴/۱۔

[4] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ۲۲۲۔

ماہِ شوال

شوال اسلامی سال کا دسواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: ش مفتوح (زبر کے ساتھ شَ) جبکہ ''وْ'' مشدد (وّ) ہے۔ یعنی شَـوْ، وَال۔ اسے الف لام داخل کر کے الشوال بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ عربی ہے اور مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔

شوال اسم مبالغہ کا صیغہ ہے جس کی تثنیہ شوالات اور جمع شواویل، شواول اور شوالات آتی ہے۔ یہ شول سے مشتق ہے جو باب نصر ینصر سے مصدر ہے۔ اس کے معنی: بلند ہونا، اوپر اٹھنا، اٹھانا، متفرق ہونے اور خشک ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے، شال الرجل یدیہ وشالت الناقة بذنبها آدمی نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اونٹنی نے اپنی دم بلند کی۔

اسی طرح کہا جاتا ہے: تشاول القوم عند القتال لوگوں نے لڑائی کے وقت ایک دوسرے کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے۔

المشوال اوپر اٹھانے کا آلہ۔ شالت نعامتهم کا معنی ہے: ''وہ متفرق ہو گئے یا اپنے مکانات خالی کر گئے۔''

الشائلة اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کے تھن میں بہت کم دودھ رہ گیا ہو اور یہ تب ہوتا ہے جب اس کے حمل پر سات مہینے گزر جائیں۔ [1]

ماہِ شوال کی وجہ تسمیہ:

ماہِ شوال کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں:

۱: اس مہینے میں مذکر اونٹ مؤنث سے جفتی کرتے اور مستی میں اپنی دم اٹھا لیتے۔ اس مناسبت سے اسے شوال کہا گیا۔

۲: شوال کا ایک معنی کم ہو جانا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مہینے میں جانوروں کے دودھ کی قلت ہو جاتی تھی۔ اس لیے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

---

[1] القاموس الوحيد، مصباح اللغات، المعجم الوسيط، مادہ: ش، و، ل؛ لغات الحديث: ۵۲۹/۲.

۳: عرب لوگ اس مہینے میں سیر وتفریح کے لیے اپنے گھروں سے باہر مختلف مقامات پر جاتے تو راستے میں تیز چلنے کی بنا پر بعض اوقات اونٹ اپنی دم اٹھا لیتے۔ لہٰذا اسے ماہِ شوال سے منسوب کیا گیا۔

۴: عرب لوگ شکار کے لیے اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر باہر چلے جاتے اور جنگلوں اور شکارگاہوں میں متفرق ہو جاتے۔ اس لحاظ سے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

۵: ایک ضعیف روایت میں اس کی وجہ تسمیہ یہ بھی بتائی گئی ہے:

انما سمی شوال لانه تشول فيه الذنوب كما تشول الناقة ذبنها .[1]

''اس کا نام شوال اس لیے رکھا گیا کہ اس میں لوگوں کے گناہ اٹھائے جاتے ہیں (معاف کیے جاتے ہیں) جیسے اونٹنی اپنی دم اٹھاتی ہے۔''

ماہِ شوال کے دیگر نام:

دورِ جاہلیت میں ماہِ شوال کو وَعِل، عادل اور جیفل کہا جاتا تھا۔ آج کل ہمارے عرف عام میں اسے ''عید کا مہینا'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جسے بعض علاقوں میں ''چھوٹی عید'' یا ''میٹھی عید'' کہا جاتا ہے۔ اکثر لوگ اسے شوال المکرّم لکھتے اور پڑھتے ہیں۔

ہلال شوال کی اہمیت: اسلام میں ہلال شوال کو وہی اہمیت حاصل ہے جو اس سے قبل ہلال رمضان کو ہے، مثلاً:

۱: ہر دو کے لیے سابقہ مہینے کے ایام شمار کرتے رہنا چاہیے۔

۲: چاند نظر نہ آنے کی صورت میں مہینے کے تیس دن پورے کرنے چاہیے۔

۳: ہلال رمضان سے روزوں کا آغاز اور ہلال شوال سے ان کا اختتام ہوتا ہے۔

۴: دونوں کی رؤیت میں لوگ بہت سی بے اعتدالیاں کر جاتے ہیں جو کہ نہیں ہونی چاہئیں۔

---

[1] السلسلة الضعيفة، رقم: ٣٢٢٣.

ماہِ شوال اور عید الفطر: لفظ عید عود سے مشتق ہے جس کا معنی لوٹنا اور بار بار آنا ہے چونکہ ہر سال اس دن خوشی اور مسرت لوٹ کر آتی ہے اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔ الفطر کا معنی ہے: روزہ کشائی، اختتام روزہ۔ [1] تو عید الفطر سے مراد وہ عید ہے جو ماہِ رمضان کے روزوں کے اختتام یعنی تکمیل پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ یکم شوال عید الفطر کا دن ہے۔ ہمارے علم ومشاہدے کے مطابق اب تک چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود اس میں کوئی دوسری رائے نہیں پائی گئی۔ اہل اسلام کے لیے یہ دن انتہائی مسرت اور خوشی کا پیغام لے کر آتا ہے اس لیے مسلمانوں میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔

❀ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان (مدینہ والوں) کے ہاں دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے کودتے یعنی خوشی مناتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ((ما هذان اليومان)) ''یہ دو دن کیا ہے۔'' تو انھوں نے کہا کہ ہم دورِ جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰـهَ قَدْ اَبْدَ لَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا ، يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ .)) [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلے میں ان سے اچھے دن عطا فرما دیے ہیں۔ اضحیٰ (قربانی) کا دن اور فطر کا دن۔''

تکبیرات عید الفطر کا آغاز واختتام:

عید الفطر میں تکبیرات کہنے کا آغاز ہلال شوال پر موقوف ہے۔ یعنی چاند نظر آنے پر تکبیرات کا آغاز کیا جائے گا جبکہ اختتام نماز عید سے فارغ ہونے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] القاموس الوحيد: ٢/١٢٤٢.

[2] ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، رقم: ١١٣٤ وسنده صحيح.

﴿وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرة:١٨٥)

''اور تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی) گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔''

مذکورہ آیت میں رمضان کی گنتی پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے یعنی تکبیرات کہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ رمضان کی گنتی ہلال شوال کے طلوع ہونے پر ہی مکمل ہوتی ہے لہٰذا عید الفطر میں تکبیرات کا آغاز چاند نظر آنے پر کرنا چاہیے۔

سیّد سابق مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

التكبير فى ايام العيدين سنة ، ففى عيد الفطر قال الله تعالٰى: ﴿وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''ایام عیدین میں تکبیرات کہنا سنت ہے۔ عید الفطر کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ آیت سے تکبیرات عید الفطر مراد لی ہیں جن کا آغاز ہلال شوال سے اور اختتام عید سے فراغت پر ہے۔ [1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عید الفطر میں تکبیرات کا آغاز چاند دیکھنے سے اور اختتام عید سے فارغ ہونے پر ہے۔ اور عید سے فارغ ہونے سے مراد صحیح قول کے مطابق امام کا خطبہ سے فارغ ہونا ہے۔ [2]

امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: كتاب الام: ١/٢٦٤.

[2] مجموع الفتاوىٰ: ٥/٤٢٧.

قال علماؤنا: معناه، تکبروا اذا رایتم الهلال، ولا یزال التکبیر مشروعا حتی تصلی صلاة العید. ❶

ہمارے علماء نے فرمایا کہ ﴿ولتکبروا الله ....﴾ کا معنی تکبیرات ہیں جو عید کا چاند نظر آنے سے لے کر نماز عید سے فارغ ہونے تک کہی جائیں۔

عید کے مسائل:

⊙ عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔ ❷
⊙ عید کے دن صاف ستھرے لباس کے ساتھ خوب صورت بننا مستحب ہے۔ ❸
⊙ عید الفطر کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھانا اور عید الاضحیٰ کے لیے جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔ ❹
❀ نمازِ عید الفطر کے لیے نکلنے سے پہلے طاق تعداد میں کھجوریں کھانا مسنون ہے۔ ❺
❀ نماز عید الفطر میں عورتیں اور بچے سب شریک ہوں۔ ❻
❀ نماز عید گاہ میں ادا کرنا مسنون ہے۔ ❼
❀ کسی عذر کی بنا پر نماز عید مسجد میں ادا کرنا بھی جائز ہے۔ ❽
❀ نماز عید دو رکعت ہے۔ ❾

---

❶ احکام القرآن: ١/١١٦.

❷ موطا، رقم: ٤٢٨؛ ابن ماجه، رقم: ١٠٩٨، قال الحافظ زبیر علی زئی: حسن.

❸ بخاری، رقم: ٩٤٨؛ سنن الکبری للبیهقی، رقم: ٦١٤٣ وسنده صحیح.

❹ ابن ماجه، رقم: ١٧٥٦ قال الالبانی: صحیح.

❺ بخاری، رقم: ٩٥٣.

❻ مسلم، رقم: ٨٩٠

❼ بخاری، رقم: ٩٥٦.

❽ الفقه الاسلامی، ص: ٥٥٥؛ سنن الکبری للبیهقی، رقم: ٦٢٥٨ قال الحافظ زبیر علی زئی فی الفتاویٰ، ٤/٤٥٤: سنده قوی.

❾ بخاری، رقم: ٩٨٩.

❀ پہلی رکعت میں قرات سے قبل سات اور دوسری میں پانچ زائد تکبیرات کہی جائیں۔ ❶

نوٹ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ❷

امام مالک سے جب تکبیرات عید کے ساتھ رفع یدین کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: ہاں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرو۔ ❸

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرو۔ ❹

❀ نماز عید میں سورۃ فاتحہ کے بعد قراءت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طریقے مروی ہیں:

۱: پہلی رکعت میں سورت ق اور دوسری رکعت میں سورت القمر پڑھی جائے۔ ❺

۲: پہلی رکعت میں سورت الاعلیٰ اور دوسری میں سورت الغاشیہ پڑھی جائے۔ ❻

❀ سلام پھیرنے کے بعد امام کھڑا ہو کر خطبہ دے جبکہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھ کر خطبہ سنیں۔ ❼

❀ عید کا خطبہ سننا افضل اور بہتر ہے، واجب نہیں۔ ❽

❀ خطبے میں مسلمانوں کو صدقہ وخیرات کرنے کی بھی ترغیب دلائی جائے۔ ❾

❀ نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفلی نماز نہیں۔ ❿

---

❶ ابو داؤد، رقم: ۱۱٤۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، قال الالبانی: صحیح.

❷ ابو داؤد، رقم: ۷۲۲، قال الالبانی: صحیح.

❸ احکام العیدین، ص: ۱۸۲.

❹ ایضاً.

❺ مسلم، رقم: ۸۹۱.

❻ مسلم، رقم: ۸۷۸.

❼ بخاری، رقم: ۹٦۵.

❽ ابو داؤد، رقم: ۱۱۵۵، قال الالبانی: صحیح.

❾ بخاری، رقم: ۹۵٦، ۹۷۸.

❿ بخاری، رقم: ۹۸۹.

❀ نمازِ عید سے واپسی پر راستہ بدل لینا چاہیے۔ [1]

❀ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے۔ [2]

جمعۃ المبارک کے دن عید: عید ہفتے کے کسی بھی دن آسکتی ہے۔ بسا اوقات جمعۃ المبارک کے دن بھی عید آسکتی ہے۔ ایسی صورت حال کے متعلق ذیل میں پانچ باتیں ذکر کی جارہی ہیں:

① نبی ﷺ کے عہد مبارک میں عید جمعہ کے دن ہوئی۔ [3]
اسی طرح صحابہ کرام کے دورِ مسعود میں بھی عید جمعہ کے روز آتی رہی۔ [4]

② جمعہ کے روز عید ہونے کی صورت میں اہل اسلام عام دستور کے مطابق نمازِ عید ادا کریں البتہ جمعہ کے متعلق انھیں اختیار ہے۔ چاہیں تو ادا کرلیں اور اگر چاہیں تو نہ ادا کریں۔ [5]

③ جہاں تک امام کا تعلق ہے تو وہ ایسی حالت میں جمعہ پڑھائے تاکہ جو حضرات جمعہ ادا کرنا چاہیں وہ اس کی امامت میں ادا کرسکیں۔ [6]

④ ایسی صورت حال میں جو لوگ نمازِ عید پڑھنے کے بعد نمازِ جمعہ میں شریک نہیں ہوتے تو ان پر لازم ہے کہ وہ نمازِ ظہر ادا کریں۔

⑤ بعض لوگ عید اور جمعہ کے ایک دن جمع ہونے کو منحوس سمجھتے ہیں حالانکہ کتاب وسنت سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک اور صحابہ کرام کے دورِ مسعود میں عید جمعہ کے دن آتی رہی لیکن آپ ﷺ یا آپ

---

[1] ایضاً، رقم: ۹۸۶.

[2] ایضاً، رقم: ۱۹۹۰.

[3] ابوداؤد، رقم: ۱۰۷۰، قال الالبانی: صحیح.

[4] بخاری، رقم: ۵۵۷۲؛ ابوداؤد، رقم: ۱۰۷۲ قال الالبانی: صحیح.

[5] ابوداؤد، رقم: ۱۰۷۰، قال الالبانی: صحیح.

[6] مسلم، رقم: ۸۷۸.

کے صحابہ نے لوگوں کو کوئی ایسی بات نہیں بتلائی۔ اگر ایک ہی دن دونوں اجتماعات کے اکٹھا ہونے میں بدشگونی اور نحوست کی کوئی بات ہوتی تو وہ ضرور لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیتے۔ ❶

عید الفطر کی فضیلت کے متعلق ضعیف اور موضوع روایات:

❀ ''جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو فرشتے راستے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے گروہ مسلمین! اپنے ربّ کی بارگاہ کی طرف چلو، وہی تمھیں خیر کی توفیق عطا کر کے احسان فرماتا ہے اور ثواب عطا کرتا ہے۔ تمھیں راتوں کو قیام کا حکم دیا گیا تھا تم نے قیام کیا۔ دن کے روزے رکھنے کا حکم ملا تو تم نے روزے رکھے اور اپنے ربّ کی اطاعت کی۔ اب اپنا ثواب سمیٹ لو۔ پھر جب لوگ نماز عید پڑھ لیتے ہیں تو ایک منادی اعلان کرتا ہے: سنو! تمھارے ربّ نے تمھیں بخش دیا ہے ہدایت یافتہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ کیونکہ یہ انعام واکرام کا دن ہے۔ اور آسمانوں میں اس دن کا نام ''یوم الجائزہ'' رکھا گیا ہے۔'' ❷

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں جابر الجعفی سخت ضعیف راوی ہے۔

عید الفطر کی مخصوص نمازوں کے متعلق ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر مبعوث کیا ہے! یہ بات مجھے جبریل نے اسرافیل سے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خبر دی کہ جو شخص عید الفطر کی رات سو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں ایک بار الحمد لله، دس بار قل هو الله، جبکہ رکوع اور سجدے میں دس دس بار یہ پڑھے: سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر . پھر نماز سے فارغ ہو کر سو بار استغفار پڑھے۔ پھر سجدہ کرے اور کہے:

يا حي يا قيوم، يا ذالجلال والاكرام، يا رحمن الدنيا

---

❶ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: مسائل عیدین، ص: ۸۱ تا ۸۷.

❷ مجمع الزوائد: ۲/۳٦۲.

والاخرة ورحيمها، يا ارحم الراحمين، يا اله الاوّلين والاخرين، اغفرلی ذنوبی وتقبل صومی وصلاتی.

تو اللہ تعالیٰ کی قسم اسے سر اٹھانے سے پہلے ہی معاف کردیا جاتا ہے۔ اس کی ماہِ رمضان کی عبادت قبول کرلی جاتی ہے اور گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس نے ستر ایسے بڑے بڑے گناہ کیے ہوں کہ ہر گناہ تمام دوزخیوں کے گناہوں سے بڑھ کر ہو۔

میں نے پوچھا: اے جبریل! کیا صرف اسی کی عبادت قبول ہوتی ہے یا تمام شہر والوں کی؟ تو جبریل نے کہا: اللہ کی قسم! جو بھی یہ نماز پڑھے اور استغفار کرے، بے شک اللہ تعالیٰ اس کی نماز اور روزے قبول فرمائے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اور تم اپنے ربّ سے بخشش مانگو، بے شک وہ بخشنے والا ہے۔ پھر فرمایا: ''اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو، بے شک اللہ معاف کرنے والا، مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ''اسی سے مغفرت طلب کرو، وہ بخشنے والا ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ نماز اور ساری فضیلت صرف میری امت کے مرد وزن ہی کے لیے ہے۔ یہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔''[1]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس میں راویوں کی ایسی جماعت ہے جن کا کوئی اتا پتا نہیں۔

❀ جس نے عید الفطر کے دن نماز عید کے بعد چار نفل ادا کیے۔ پہلی رکعت میں سورہ الفاتحہ اور سورہ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں والشمس، تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں سورہ الاخلاص پڑھی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر کتاب اللہ کی قراءت کی، دنیا کے تمام پیغمبروں کو کھانا کھلایا، ان کے سر پر تیل اور خوشبو لگائی، اس کے لیے ساری مخلوق کے برابر اجر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے اور اس کے پچاس سال کے گناہ بھی معاف کردیے جائیں گے۔''[2]

---

[1] الموضوعات: ٢/ ٥٣.   [2] الموضوعات: ٢/ ٥٣.

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس میں مجہول راوی ہیں۔

عیدین کی راتوں کے قیام کے متعلق ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''جس نے ثواب کی خاطر عیدین کی راتوں میں قیام کیا، اس کا دل مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔''❶

امام بوصیری رحمہ اللہ نے اسے بقیہ بن ولید کی تدلیس کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔

ماہِ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت: ماہِ شوال کے چھ روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ جس مسلمان نے ماہِ رمضان اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سارے سال کے روزے رکھے۔ یعنی اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ چناں چہ سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ .)) ❷

''جو کوئی رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو اس نے گویا زمانہ بھر روزے رکھے ہیں۔''

''زمانہ بھر'' سے مراد سال بھر کے روزوں کا ثواب ہے۔ جیسا کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ سِتَّةَ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ ، مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا .)) ❸

''جس شخص نے عید الفطر کے بعد (شوال میں) چھ روزے رکھے تو اس کے پورے سال کے روزے ہو گئے۔ کیوں کہ جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے

---

❶ ابن ماجه، رقم: ١٧٨٢.

❷ مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صوم ستة ايام من شوال، رقم: ١١٦٤.

❸ ابن ماجه، كتاب الصيام، باب صيام ستة ايام من شوال، رقم: ١٧١٥ صحيح.

اس کا دس گنا ثواب ہے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مکمل اور پھر شوال کے چھ روزوں کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو کوئی ایک نیکی کرے اسے دس کا ثواب ملے گا۔ لہٰذا رمضان کے تیس اور شوال کے چھ کل چھتیس روزے ہوئے اور دس گنا ثواب سے (۳٦×۱۰=۳٦۰) تین سو ساٹھ ہو گئے اور تقریباً یہی تعداد سال کے دنوں کی ہوتی ہے۔ یہ چھ روزے عید کے فوراً بعد مسلسل رکھ لیے جائیں یا اس پورے مہینے میں متفرق طور پر رکھے جائیں، ہر طرح جائز اور درست ہے۔

ماہِ شوال اور عید الابرار:

عید الابرار عید الفطر کے بعد ماہِ شوال کی آٹھ تاریخ کو منائی جاتی ہے یعنی عید کے اگلے دن سے مسلسل چھ روزے رکھ کر آٹھویں دن عید منائی جاتی ہے۔ اسے جہلا عید الابرار کا نام دیتے ہیں۔ آپس میں ملتے ہیں، ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور مصافحہ کے وقت جاہلیت کے سے بول بولتے ہیں۔ پھر گھروں میں جا کر کھانے کھاتے ہیں جو اسی خاص عید کے حوالے سے تیار کیے ہوتے ہیں۔ [1]

اس بات میں شک نہیں کہ یہ عید بدعت منکرہ ہے جسے جہلاء نے ایجاد کیا اور سنت مطہرہ کی خلاف ورزی کی۔ لہٰذا اس قسم کی بے اصل اور بے بنیاد چیزوں سے دور رہنے میں ہی عافیت اور بھلائی ہے۔

الاخبار العلمية میں ہے: آٹھ شوال نہ ابرار یعنی نیک لوگوں کی عید ہے اور نہ ہی فجار یعنی برے لوگوں کی عید ہے اور نہ ہی کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اسے عید سمجھے اور نہ ہی اس میں عید والے کام کرے۔ [2]

---

[1] الاعياد، ص: ۳۸۹؛ البدع الحولية، ص: ۳۵۰.

[2] الاخبار العلمية: ۱/ ۹۹.

ماہِ شوال کے روزوں کے متعلق ضیف وموضوع روایات:

❀ سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حرمت والے مہینوں کے روزے رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''شوال کے روزے رکھا کرو۔'' چنانچہ انھوں نے حرمت والے مہینوں کے روزے چھوڑ دیے اور تا وفات ماہِ شوال کے روزے رکھتے رہے۔'' ❶

یہ روایت ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: انجاز الحاجۃ: ۶/ ۲۸

❀ جس نے رمضان، شوال اور اسی طرح بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا وہ جنت میں جائے گا۔'' ❷

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عریف بن عرفاء مجہول ہے۔

❀ ''جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے ساتھ چھ روزے شوال کے ملائے۔ وہ گناہوں سے ایسے نکل آتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔'' ❸

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔

شوال حج کا پہلا مہینا: ماہِ شوال اشہر حج میں سے پہلا مہینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ج﴾ (البقرة:۱۹۷)

''حج کے مہینے (سب کو) معلوم ہیں۔''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ شوال، ذوالقعدۃ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ ❹

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دن ہیں۔ ❺

---

❶ ابن ماجه، رقم: ١٧٤٤.

❷ احمد: ٣/ ٤١٦.

❸ السلسلة الضعيفة، رقم: ٥١٩.

❹ جامع البيان: ٢/ ٣١٩ وسنده صحيح.

❺ مصنف ابن ابی شیبه: ٨/ ٢٥٩ وسنده صحيح.

امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے ہیں۔ ❶

امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا خلاف فی ان اشهر الحج شوال وذوالقعدة وذوالحجة علی التفصيل المتقدم. ❷

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ بے شک حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔

اشہرِ حج یعنی حج کے مہینوں میں سے پہلا مہینا شوال ہی کا ہے یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں البتہ ذوالحجہ کے متعلق تھوڑا سا اختلاف ہے کہ آیا یہ پورا مہینا مراد ہے یا اس کے کچھ دن۔ اس سلسلے میں امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں وضاحت فرمائی ہے۔ ❸

ماہِ شوال میں عمرہ کرنا:

عمرہ پورے سال میں کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔ اسی طرح شوال میں بھی عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِعْتَمَرَ عَمْرَتَيْنِ، عُمْرَةً فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً فِيْ شَوَّالٍ. ❹

"رسول اللہ ﷺ نے دو عمرے کیے تھے۔ ایک ذوالقعدہ میں اور ایک ماہِ شوال میں۔"

صحیح اور درست بات تو یہی ہے کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کیے ہیں جیسا کہ صحیحین میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ❺

❶ جامع البیان: ۲/ ۳۲۰ وسندہ صحیح.

❷ احکام القرآن: ۱/ ۱۷۵. ❸ دیکھیں: ۱/ ۱۷۴، ۱۷۵.

❹ ابوداؤد، کتاب المناسك باب العمرة، رقم: ۱۹۹۱ وسندہ حسن.

❺ بخاری، رقم: ۱۷۷۵، ۱۷۷۶؛ مسلم، رقم: ۱۲۵۳.

مگر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ''دو عمرے'' بتانا شاید اس لیے ہے کہ آپ نے فعلاً اور بالاستقلال دو عمرے کیے ہیں۔ عمرہ حدیبیہ جہاں آپ کو روک دیا گیا تھا اور آپ واپس چلے آئے تھے جب کہ حج والا عمرہ ضمنی تھا۔ اس لیے انھوں نے اسے شمار نہیں کیا۔ شوال میں عمرہ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ جعرانہ کا سفر شوال ہی میں شروع ہوا تھا اس لیے سیّدہ عائشہ نے شوال کا ذکر کیا ورنہ عملاً یہ عمرہ ذوالقعدہ میں ہی ادا کیا گیا تھا۔

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جس شخص نے حج کے مہینوں میں یعنی شوال، ذی القعدہ یا ذی الحجہ میں حج سے قبل عمرہ کیا پھر وہ مکہ ہی میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اسے حج بھی مل گیا اور اس نے حج بھی کر لیا تو اس شخص کا یہ حج تمتع ہے۔ اس پر ہدی (قربانی) لازم ہے جیسے میسر ہو، اگر ہدی (قربانی) نہ ملے تو تین روزے حج میں رکھے اور سات حج سے لوٹ کر واپس گھر آ کر رکھے۔ [1]

جناب سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے شوال، ذی القعدہ یا ذی الحجہ میں عمرہ کیا پھر حج تک مکہ ہی میں ٹھہرا رہا تو وہ متمتع ہے۔ اگر وہ حج کر لے تو ایسی صورت میں اس پر اگر میسر ہو تو ہدی لازم ہے ورنہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب گھر لوٹے تو رکھنے ہوں گے۔ [2]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے شوال، ذی القعدہ یا ذی الحجہ میں عمرہ کیا اور واپس اپنے گھر لوٹ آیا پھر اسی سال حج کیا تو اس پر کوئی ہدی نہیں۔ ہدی (قربانی) تو صرف اس شخص پر ہے جو حج کے مہینوں میں عمرہ کر کے حج تک وہاں ٹھہرا رہے اور حج کرے۔ [3]

بہرحال ان آثار سے بھی پتا چلتا ہے کہ دیگر مہینوں کی طرح ماہِ شوال میں بھی عمرہ ادا کرنا جائز اور درست ہے۔

---

[1] موطا، کتاب الحج، باب ما جاء فی التمتع، رقم: ۷۷۳ و سندہ صحیح.

[2] موطا، کتاب الحج، باب ما جاء فی التمتع، رقم: ۷۷٤ و سندہ صحیح.

[3] ایضاً، رقم: ۷۷۵.

ماہِ شوال میں اعتکاف: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے لیے بیٹھنا ہوتا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے دے دی اس لیے انھوں نے بھی اپنے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگا لیا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پتا چلا تو انھوں نے بھی ایک خیمہ لگا لیا۔ صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیمے نظر آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا؟ اَلْبِرُّ؟ اَنْزِعُوْهَا فَلَا أَرَاهَا .))

''انھیں اس پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی ہے؟ (یا محض ریس) ان خیموں کو اکھاڑ دو۔ میں انھیں اچھا نہیں سمجھتا۔''

چناں چہ وہ خیمے اکھاڑ دیے گئے اور آپ نے اس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا بلکہ شوال کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا۔ ❶

ماہِ شوال میں شادی بیاہ: دورِ جاہلیت میں لوگ ماہِ شوال میں شادی بیاہ کو نحوس اور بے برکت سمجھتے تھے جس کی کئی وجوہات تھیں، مثلاً:

۱: ان کا اعتقاد تھا کہ عیدین کے درمیان شادی کا انجام برا ہوتا ہے۔ ❷

۲: شوال میں شادی کو منحوس سمجھنے کی ایک وجہ اس ماہ شوال کی وجہ تسمیہ بھی تھی، وہ کہتے تھے کہ اس مہینے میں نکاح کرنے والی عورت اپنے شوہر کو قریب نہیں آنے دیتی جب تک اونٹ کی جفتی کی ہوئی اونٹنی حاملہ ہو کر دم کو حرکت نہ دے اور اونٹ کو قریب نہ آنے دے۔ ❸

---

❶ بخاري، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف في شوال، رقم: ٢٠٤١.

❷ البداية: ٣/٥١٣.

❸ بدع و اخطأ، ص: ٤٢١.

۳: اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک دفعہ اس میں دورِ جاہلیت میں طاعون پھوٹ پڑا تھا لہٰذا وہ اسے منحوس تصور کرتے تھے۔ [1]

اس قسم کی وجوہات کی بنا پر وہ لوگ ماہِ شوال میں شادی بیاہ کو معیوب اور منحوس سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس مبارک مہینے میں نکاح کیا اور پھر اسی میں رخصتی فرما کر جاہلیت کے خیال والوں کا ردّ کیا جو اس میں شادی کرنا منحوس سمجھتے تھے۔ چناں چہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

تَزَوَّجَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَوَّالٍ، وَبَنٰی بِیْ فِیْ شَوَّالٍ، فَاَیُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اَحْظٰی عِنْدَهُ مِنِّیْ؟ قَالَ: وَکَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ اَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَ هَا فِیْ شَوَّالٍ۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال ہی میں مجھے (رخصت کراکے) اپنے گھر لائے۔ بتایئے کہ نبی کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کنبے کی عورتوں کی رخصتی شوال میں کرنا پسند کیا کرتی تھیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ماہِ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا عمل، بعض لوگوں کی اوہام پرستی کہ ''عیدین کے درمیان شادی کا انجام جدائی کی صورت میں ہوتا ہے'' کی سخت تردید کا حامل ہے خود حضرت عائشہ نے لوگوں کے اس وہم کی تردید کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ شوال میں مجھ سے شادی کی اور رخصتی بھی اسی ماہ میں ہوئی۔ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے؟ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سمجھتی تھیں کہ وہ تمام ازواجِ مطہرات میں سے رسول اللہ ﷺ کو پیاری ہیں اور ان کی یہ سوچ بالکل درست تھی جو واضح دلائل سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اس باب میں صحیح

---

[1] ابن سعد: ۸/۵۷.

[2] مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال، رقم: ۱۴۲۳.

بخاری کی روایت جو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہی فیصلہ کن ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے عرض کیا: مردوں میں سے کون؟ تو فرمایا: اس کا والد (ابوبکر)۔''[1]

ماہِ شوال واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
❀ رخصتی امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا [2]	۱ھ	اپریل ۶۲۳ء
نوٹ: دوسرا قول ۲ھ کا ہے۔		
⊙ سریہ سیّدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ از طرف رابغ [3]	۱ھ	اپریل ۶۲۳ء
⊙ ابوعفک یہودی کا قتل [4]	۲ھ	مارچ ۶۲۴ء
⊙ غزوۂ بنوقینقاع [5]	۲ھ	مارچ ۶۲۴ء
⊙ غزوۂ احد [6]	۳ھ	مارچ ۶۲۵ء

---

[1] سیرة النبی: ۱/ ۵۱۲؛ البدایه و النهایه: ۳/ ۲۸۳.

[2] مسلم، رقم: ۱۴۲۳؛ ابن سعد: ۸/۵۷؛ تاریخ خلیفة، ص: ۲۶؛ تاریخ القضاعی، ص: ۶۰؛ المنتظم: ۱/ ۲۸۴، تاریخ الاسلام: ۲/ ۶۳.

[3] ابن سعد: ۱/ ۲۴۶؛ المغازی، ص: ۴۴؛ المنتظم: ۱/ ۲۸۸؛ البدایة: ۳/ ۵۱۷.

[4] ابن سعد: ۱/ ۲۶۵؛ المغازی، ص: ۱۵۲؛ المنتظم: ۱/ ۳۰۸؛ عیون الاثر: ۱/ ۳۸۳؛ تاریخ الاسلام: ۲/ ۷۰.

[5] المغازی، ص: ۱۵۳؛ ابن سعد: ۱/ ۲۶۵؛ المنتظم: ۱/ ۳۰۸؛ عیون الاثر: ۱/ ۳۸۵؛ تاریخ الاسلام: ۲/ ۷۴.

[6] المغازی، ص: ۱۶۷؛ ابن سعد: ۱/ ۲۷۲؛ خلیفة، ص: ۲۷؛ صحیح تاریخ طبری: ۲/ ۱۷۲؛ القضاعی، ص: ۵۲؛ المنتظم: ۱/ ۳۱۸؛ عیون الاثر: ۱/ ۴۰۵؛ تاریخ الاسلام: ۲/ ۸۵؛ الکامل: ۲/ ۴۴؛ البدایة: ۴/ ۱۷۳.

⊙ غزوۂ حمراء الاسد [1]	۳ھ	مارچ ۶۲۵ء
⊙ نکاح ام المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ رسول اللہ [2]	۴ھ	مارچ ۶۲۶ء
⊙ غزوۂ خندق [3]	۵ھ	فروری ۶۲۷ء

نوٹ: دوسرا قول ۴ھ کا ہے۔

⊙ سریہ سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ از طرف زارم یہودی [4]	۶ھ	فروری ۶۲۸ء
⊙ سریہ سیدنا کرز بن جابر الفہری از طرف عرینہ [5]	۶ھ	فروری ۶۲۸ء
⊙ سریہ سیدنا بشر بن سعد رضی اللہ عنہ از طرف یمن وجبار [6]	۷ھ	فروری ۶۲۹ء
⊙ سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ از طرف بن جزیمہ [7]	۸ھ	جنوری، فروری ۶۳۰ء
⊙ غزوۂ حنین [8]	۸ھ	فروری ۶۳۰ء
⊙ غزوۂ طائف [9]	۸ھ	فروری ۶۳۰ء

---

[1] ابن سعد: ۲۸۳/۱؛ القضاعی، ص: ٥٦؛ خلیفة، ص: ٣١؛ عیون الاثر: ٥/٢؛ المنتظم: ٣٢٣/١؛ البدایة: ٢٢٨/٤.

[2] سیر: ٣٣٨/٣؛ البدایة: ٢٧٨/٤؛ ازواج النبی، ص: ١٤٩.

[3] صحیح تاریخ طبری: ١٦٣/٢؛ ابن هشام: ١٥٣/٣؛ جوامع السیرة، ص: ١٨٥؛ القضاعی، ص:٥٢؛ عیون الاثر: ٣٣/٢؛ الکامل: ٦٨/٢؛ البدایة: ٢٨٢/٤.

[4] المغازی، ص: ٤٠١؛ ابن سعد: ٣١٩/١؛ عیون الاثر: ١٠٩/٢؛ تاریخ الاسلام: ٢٠٦/٢؛ المنتظم: ٣٦٠/١.

[5] المغازی، ص: ٤٠٢؛ ابن سعد: ٣١٩/١؛ تاریخ الاسلام: ٢٠٣/٢؛ الکامل: ٩٢/٢؛ البدایة: ٣٩٣/٤.

[6] ابن سعد: ٣٤١/١؛ الکامل: ١٠٥/٢؛ المنتظم: ٣٧٦/١؛ عیون الاثر: ١٥٧/٢؛ سبل الهدی: ١٣٤/٦.

[7] ابن سعد: ٣٦٢/١؛ عیون الاثر: ٢٠٩/٢؛ المنتظم: ٣٨٧/١؛ سبل الهدی: ٢٠٠/٦.

[8] ابن سعد: ٣٦٤/١؛ خلیفة، ص: ٤٢؛ المنتظم: ٣٨٨/١؛ الکامل: ١٣٢/٢؛ تاریخ الاسلام: ٣٣٠/٢؛ جوامع السیرة، ص: ٢٤١؛ البدایة: ٥٨٣/٤.

[9] ابن سعد: ٣٧١/١؛ عیون الاثر: ٢٣١/٢؛ المنتظم: ٣٩٢/١؛ تاریخ الاسلام: ٣٤٠/٢؛ البدایة: ٦١١/٤.

- وفد سلامان کی آمد [1] ۱۰ھ جنوری ۶۳۲ء
- وفات سیّدنا عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما [2] ۱۱ھ دسمبر ۶۳۲ء
- وفات سیّدنا صہیب الرومی رضی اللہ عنہ [3] ۳۸ھ مارچ ۶۵۹ء
- وفات سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ [4] ۴۳ھ جنوری ۶۶۴ء
- وفات خلیفہ عبدالملک بن مروان وخلافت ولید [5] ۸۶ھ اکتوبر ۷۰۴ء
- وفات امام محمد بن سیرین [6] ۱۱۰ھ جنوری ۷۲۹ء
- وفات امام ابوعبداللہ جعفر الصادق [7] ۱۴۸ھ نومبر ۷۶۵ء
- فتح ہرقلہ [8] ۱۹۰ھ اگست ۸۰۶ء
- ولادت امام محمد بن اسمٰعیل البخاری [9] ۱۹۴ھ جولائی ۸۱۰ء
- ولادت امام ابویعلی احمد بن علی الموصلی [10] ۲۱۰ھ جنوری ۸۲۶ء
- وفات امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی [11] ۲۱۱ھ جنوری ۸۲۷ء
- انطاکیہ میں خوفناک زلزلہ [12] ۲۴۵ھ جنوری ۸۶۰ء

---

[1] ابن سعد: ۷۹/۲؛ الکامل: ۱۶۰/۲؛ المنتظم: ۴۰۹/۱؛ عیون الاثر: ۳۱۷/۲.

[2] المنتظم: ۴۴۵/۲؛ سیر: ۲۴۶/۲؛ الاصابة: ۱۰۱۶/۲؛ البدایة: ۵۳/۷؛ تاریخ الخلفاء، ص: ۸۱.

[3] ابن سعد: ۲۴۶/۳؛ اسد الغابة: ۸۴/۵؛ الاصابة: ۹۱۰/۲؛ سیر: ۲۵۸/۳؛ تهذیب الکمال: ۷۳۸/۴؛ الاستیعاب: ۲۸۷/۲.

[4] الاستیعاب: ۲۶۸/۳؛ خلیفة، ص: ۱۲۵؛ تاریخ الاسلام: ۴۹/۴؛ سیر: ۴۰/۴.

[5] خلیفة، ص: ۱۸۵؛ صحیح تاریخ طبری: ۱۷۱/۴؛ المنتظم: ۳۰۵/۲؛ تاریخ مدینة السلام: ۱۲۹/۱۲؛ القضاعی، ص: ۱۰۶؛ الکامل: ۲۴۲/۴.

[6] خلیفة، ص: ۲۱۹؛ تاریخ مدینة السلام: ۲۹۳/۳؛ تاریخ الاسلام: ۱۵۱/۷؛ المنتظم: ۳۷۹/۲؛ البدایة: ۱۰۸/۱۰؛ الکاشف: ۳۵/۳؛ تهذیب الکمال: ۲۷/۹.

[7] ابن خلکان: ۳۲۶/۱.

[8] المنتظم: ۱۸۱/۳؛ تاریخ الاسلام: ۲۱/۱۲؛ الکامل: ۳۳۳/۵.

[9] تاریخ مدینة السلام: ۳۲۴/۲؛ ابن خلکان: ۵۶۶/۴؛ تاریخ الاسلام: ۱۶۶/۱۹؛ سیرة البخاری، ص: ۵۷؛ البدایة: ۲۵۰/۱۱؛ تهذیب التهذیب: ۴۰/۹.

[10] سیر: ۴۲۸/۹؛ تاریخ الاسلام: ۱۳۹/۲۳؛ مقدمه مسند ابی یعلی، ص: ۴.

[11] ابن سعد: ۳۸۰/۵؛ تهذیب الکمال: ۳۲۷/۶؛ ابن خلکان: ۱۷۲/۳؛ سیر: ۳۳۱/۷؛ تاریخ الاسلام: ۱۵۰/۱۵.

[12] المنتظم: ۴۰۵/۳.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات امام محمد بن اسمٰعیل البخاری [1]	۲۵۶ھ	ستمبر ۸۷۰ء
⊙ وفات امام ابوداوٗد سلیمان بن الاشعث السجستانی [2]	۲۷۵ھ	فروری ۸۸۹ء
⊙ دیبل (سندھ) میں شدید طوفان اور زلزلے [3]	۲۸۰ھ	دسمبر ۸۹۳ء
⊙ وفات امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری [4]	۳۱۰ھ	فروری ۹۲۳ء
⊙ وفات امام عبدالباقی بن قانع البغدادی [5]	۳۵۱ھ	نومبر ۹۶۲ء
⊙ وفات امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی [6]	۳۵۴ھ	اکتوبر ۹۶۵ء
⊙ ولادت سلطان نورالدین زنگی [7]	۵۱۱ھ	فروری ۱۱۱۸ء
⊙ وفات امام ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی [8]	۵۱۶ھ	دسمبر ۱۱۲۲ء

نوٹ: دوسرا قول ۵۱۰ھ کا ہے۔

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ بغداد میں خوفناک زلزلے [9]	۵۲۹ھ	جولائی ۱۱۳۵ء
⊙ بغداد میں طوفانی بارش اور انڈے برابر اولے پڑے [10]	۵۵۳ھ	نومبر ۱۱۵۸ء
⊙ وفات سلطان نورالدین زنگی [11]	۵۶۹ھ	مئی ۱۱۷۴ء

---

[1] تاریخ مدینة السلام: ۲/۳۲٤؛ المنتظم: ۳/٤٥٠؛ ابن خلکان: ٤/٥٦٦؛ سیر: ۸/٥٦۹؛ البدایة: ۱۱/۲٥٦؛ تهذیب التهذیب: ۹/٤٠.

[2] تاریخ مدینة السلام: ۱۰/۸۱؛ المنتظم: ۳/٤۹۲؛ ابن خلکان: ۲/۳۳۷؛ سیر: ۹/۱۲۱؛ تاریخ الاسلام: ۲۰/۲٥٤؛ البدایة: ۱۱/۳۱۳.

[3] المنتظم: ٤/۱۳؛ الکامل: ٦/۳٦٥؛ تاریخ الاسلام: ۲۰/۱٦۷.

[4] البدایة: ۱۲/٥۹؛ تاریخ مدینة السلام: ۲/٥٥۳؛ ابن خلکان: ٤/٥٦۸؛ تاریخ الاسلام: ۲۳/۲۰۱.

[5] تاریخ مدینة السلام: ۱۲/۳۷۷؛ البدایة: ۱۲/۲۱٥؛ سیر: ۱۰/۲۹٦؛ تاریخ الاسلام: ۲٦/۳۱؛ المنتظم: ۳/۲۰۸.

[6] سیر: ۱۰/۳۸۸؛ تاریخ الاسلام: ۲٦/۷٥؛ لسان المیزان: ٦/۱۲.

[7] ابن خلکان: ٥/۲۱٦؛ سیر: ۱۲/٦٥٥؛ تاریخ الاسلام: ۳۹/۲٤٥.

[8] سیر: ۱۲/۲٤۸؛ البدایة: ۱٤/٥٥؛ ابن خلکان: ۲/۱۳۱.

[9] المنتظم: ٥/۱۲۷؛ الکامل: ۹/۲۹۹.

[10] المنتظم: ٥/۱۸۷؛ تاریخ الاسلام: ۳۸/۱۳.

[11] المنتظم: ٥/۲۱٦؛ سیر: ۱۲/٦٥۷؛ تاریخ الاسلام: ۳۹/۲٤۸؛ ابن خلکان: ٥/۲۱٦؛ البدایة: ۱٤/۲٥۸.

⊙ وفات علامہ فخر الدین محمد بن عمر الرازی [1]	۶۰۶ھ	مارچ ۱۲۱۰ء
⊙ وفات ابن الحاجب عثمان بن عمر النحوی [2]	۶۴۶ھ	فروری ۱۲۴۹ء
⊙ ولادت امام ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی [3]	۶۵۴ھ	نومبر ۱۲۵۶ء
⊙ ولادت قاضی کمال الدین محمد بن علی ابن الزملکانی [4]	۶۶۷ھ	جون ۱۲۶۹ء
⊙ وفات صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی [5]	۷۶۴ھ	جولائی ۱۳۶۳ء
⊙ ولادت بابا گرونانک (سکھ مذہب کے پہلے پیشوا) [6]	۸۷۳ھ	اپریل ۱۴۶۹ء
⊙ ولادت شیخ مجدد الف ثانی احمد سرہندی [7]	۹۷۱ھ	مئی ۱۵۶۳ء
⊙ ولادت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [8]	۱۱۱۴ھ	فروری ۱۷۰۳ء
⊙ وفات شیخ محمد بن عبدالوہاب [9]	۱۲۰۶ھ	جون ۱۷۹۲ء

نوٹ: دوسرا قول ذی القعدہ کا ہے۔

⊙ وفات شاہ رفیع الدین دہلوی [10]	۱۲۳۳ھ	اگست ۱۸۱۸ء
⊙ وفات شاہ عبدالعزیز دہلوی [11]	۱۲۳۹ھ	جون ۱۸۲۴ء
⊙ وفات مولانا یحییٰ علی صادق پوری [12]	۱۲۸۴ھ	فروری ۱۸۶۸ء
⊙ ولادت علامہ انور شاہ کاشمیری [13]	۱۲۹۲ھ	نومبر ۱۸۷۵ء

---

[1] ابن خلكان: ٤/٦١٤؛ سير: ١٣/٢٧٥؛ تاريخ الاسلام: ٤٣/١٤٨.

[2] المنهل الصافي: ٢/١٦٢؛ تاريخ الاسلام: ٤٧/٢٣٨؛ ابن خلكان: ٣/١٩٩.

[3] طبقات الشافعية الكبرىٰ: ٩/١٤٩؛ البدر الطالع: ٢/٢٧٩.

[4] تاريخ الاسلام: ٥٣/٢١٣؛ طبقات الشافعية الكبرىٰ: ٩/١٠٤؛ البداية: ١٦/٢٠٤.

[5] طبقات الشافعية الكبرىٰ؛ ١٠/١؛ البداية: ١٦/٤٤٥.

[6] واقعات عالم، ص: ٧٤.

[7] تاريخ دعوت وعزيمت: ٤/١٣٨. [8] ايضاً: ٥/٩٧.

[9] محمد بن عبد الوهاب ايك مظلوم اور بدنام مصلح، ص: ٢٩.

[10] تذكرة النبلاء، ص:٤٨؛ برصغير كے اهل حديث خدام قرآن، ص:١٨١.

[11] نزهة الخواطر ٧/٤١٨. [12] فقهائے هند: ٣/٤٤٤.

[13] نزهة الخواطر: ٨/١٤٤.

ولادت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ [1]	۱۳۰۷ھ	مئی ۱۸۹۰ء
ولادت مولانا غلام رسول مہر [2]	۱۳۱۲ھ	اپریل ۱۸۹۵ء
وفات سیّد جمال الدین افغانی [3]	۱۳۱۴ھ	مارچ ۱۸۹۷ء
وفات مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ [4]	۱۳۵۳ھ	جنوری ۱۹۳۵ء
پاک و بھارت جنگ وسانحہ مشرقی پاکستان [5]	۱۳۹۱ھ	دسمبر ۱۹۷۱ء
وفات علامہ آغا شورش کاشمیری [6]	۱۳۹۵ھ	اکتوبر ۱۹۷۵ء
وفات مفتی محمد شفیع دیوبندی [7]	۱۳۹۶ھ	اکتوبر ۱۹۷۶ء
وفات سیّد ابوالاعلیٰ مودودی [8]	۱۳۹۹ھ	ستمبر ۱۹۷۹ء
وفات حکیم محمد صادق سیالکوٹی [9]	۱۴۰۶ھ	جون ۱۹۸۶ء
وفات پروفیسر غلام رسول حریری [10]	۱۴۱۰ھ	مئی ۱۹۹۰ء
وفات پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری [11]	۱۴۱۱ھ	اپریل ۱۹۹۱ء
بنگلہ دیش میں سمندری طوفان سے تباہی [12]	۱۴۱۱ھ	مئی ۱۹۹۱ء
نواز شریف حکومت برطرف [13]	۱۴۱۳ھ	اپریل ۱۹۹۳ء

---

[1] برصغیر کے اھل حدیث خدام قرآن، ص: ٥١.

[2] ایضاً، ص: ٤٢٦.

[3] تاریخ ملت: ٢/٣٠٥؛ تقویم تاریخی، ص: ٣٢٩.

[4] دبستان حدیث، ص: ٢٠٤؛ نزھة الخواطر: ٣٢٧/٨.

[5] واقعات عالم، ص: ٢٢٤، ٢٣٢.

[6] اسلامی مھینوں کے فضائل واحکام، ص: ٢٠٦.

[7] ایضاً. [8] ھفت اقلیم، ص: ١٣٢.

[9] برصغیر کے اھل حدیث خدام قرآن، ص: ٥٨٨.

[10] ایضاً، ص: ٤٢١. [11] کاروان سلف، ص: ٣٥٣.

[12] واقعات عالم، ص: ٩٣.

[13] بیسویں صدی کے اھم واقعات، ص: ٤٠٦.

ماہِ ذی القعدہ

ذوالقعدہ اسلامی سال کا گیارواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: ذ مضموم (ذُ)، ل ساکن (لْ)، ق مفتوح (قَ)، ع ساکن (عْ) جب کہ د مفتوح (دَ) ہے۔ یعنی ذُلْ۔ قَعْ۔ دَہ۔ اس کے قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح (القِعدۃ) بولنا درست ہے۔ تاہم زبر زیادہ معروف ہے۔

بعض اوقات اس کے آخر کی تائے فوقانی کو حذف کر کے ذوالقعدہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مذکر استعمال ہوتا ہے اور اس کی تثنیہ ذواتا القعدتین جبکہ جمع ذَوَات القعدۃ اور ذَوَات القعدات آتی ہے۔

ذوالقعدہ دراصل دو مختلف لفظوں سے مرکب ہے۔ یعنی ذو اور القعدۃ۔

"ذُو" کا معنی ہے: اہل، والا، صاحب، مالک۔ اس کی تثنیہ ذوان اور جمع ذوون آتی ہے۔ ذو کا اعراب اسمائے خمسہ والا ہے۔ یعنی حالت رفعی میں ذو (ذوالقعدۃ) اور حالت نصبی میں ذا (ذا القعدۃ) جب کہ جری حالت میں ذی (ذی القعدۃ) استعمال ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور یہ اضافت بھی اسم ظاہر ہی کی طرف ہوتی ہے۔

اَلْقَعْدَۃ یہ اسم مرۃ ہے اور قعود سے ماخوذ ہے جو باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے مصدر واقع ہوتا ہے۔ اس کا معنی ہے: بیٹھنا۔ نماز میں سجدوں سے فارغ ہو کر التحیات پڑھتے وقت بیٹھنے کو بھی قعدہ کہتے ہیں۔ اسی طرح القعدۃ سواری اور غالیچے کو بھی کہا جاتا ہے۔

بِئْرٌ قِعْدَۃٌ وہ کنواں یا گڑھا ہے جو انسان کے بیٹھنے کی مقدار کا ہو۔ القعدۃ ان لوگوں کو بھی کہا جاتا ہے جو لڑائی اور جنگ میں شریک نہ ہوں۔ خوارج کے ایک فرقے کو بھی کہا جاتا ہے جو تحکیم کو حق سمجھتا تھا اور جنگ کرنے کا قائل نہ تھا۔ [1]

---

[1] المعجم الوسیط، القاموس الوحید، مصباح اللغات، المنجد، مادہ: ق۔ ع۔ د.

ماہِ ذی القعدہ کی وجہ تسمیہ:

ماہِ ذی القعدہ کی حرمت کے پیش نظر عرب لوگ اس میں تجارت، قتال اور سفر واسفار وغیرہ سے یکسو اور فارغ ہو کر آرام کیا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس مہینے کا نام ذی القعدہ رکھا گیا۔ چنانچہ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

القعدة بفتح القاف۔ قلت: وكسرها۔ لقعودهم فيه عن القتال والترحال.[1]

ذوالقعدۃ۔ قاف پر فتحہ یا کسرہ کے ساتھ۔ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ نہ لڑائی کے لیے نکلتے اور نہ ہی سفر کے لیے نکلتے تھے۔

علامہ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

شهر كانوا يقعدون فيه عن الأسفار.[2]

یعنی ماہ ذوالقعدہ میں عرب لوگ سفر وغیرہ کرنے سے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

ذی القعدہ کے دیگر نام: دورِ جاہلیت میں ماہِ ذی القعدہ کو بواع، ورنة، هواع اور محلس بھی کہا جاتا تھا۔

ماہ ذی القعدہ کی فضیلت: ذوالقعدہ وہ بزرگ مہینا ہے جس کو حرمت والا قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ (التوبة: ٣٦)

''مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے اس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار حرمت کے ہیں۔''

---

[1] بحواله تفسير ابن كثير: ٣٨٥/٣.

[2] القاموس المحيط: ١/ ٣١٢.

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں لوحِ محفوظ میں روزِ اوّل ہی سے سال کے مہینوں کی تعداد بارہ کی ہے جن میں کمی بیشی نہیں۔ پھر ان بارہ میں سے چار انتہائی معزز اور حرمت والے ہیں جن میں ایک ''ذوالقعدۃ'' کا ہے۔ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُوالْقَعْدَةِ، وَذُوالْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ، الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ .)) [1]

''دیکھو! زمانہ پھر لوٹ کر اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس پر اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین تو لگا تار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، جب کہ چوتھا مہینا رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ (البقرة: ۱۹۷)

''حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں۔''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أشهر الحج: شوال، و ذوالقعدة، وعشر من ذی الحجة. [2]

یعنی ''اشہر حج شوال ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے (پہلے) دس دن ہیں۔ اسے امام بخاری نے معلق جب کہ امام طبری اور حاکم اور دارقطنی وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ موصول بیان کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأجمع العلماء على أن المراد بأشهر الحج ثلاثة أولها

---

[1] بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع ارضین، رقم: ۳۱۹۷.

[2] بخاری، کتاب الحج، باب قول الله تعالی: ﴿ الحج اشهر معلومات ﴾.

شوال . ❶

''علماء کا اجماع ہے کہ اشہر حج تین ہیں جن میں سے پہلا شوال ہے۔''

یعنی شوال پہلا، ذوالقعدہ دوسرا جب کہ ذوالحجہ حج کا تیسرا مہینا ہے۔ لہٰذا ذوالقعدہ کی عظمت اور فضیلت کو دوبالا کرنے والی ایک چیز یہ بھی ہے کہ یہ اشہر حج درمیانی مہینا ہے۔ حج کے لیے زیادہ تر لوگ اسی مہینے میں اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ اشہر حج کے وسط (درمیان) میں ہے۔

ماہ ذوالقعدہ میں عمرہ: سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ . ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ کے سوا کسی اور مہینے میں عمرہ نہیں کیا۔

سیّدہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

لَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ . ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ کے سوا (کسی اور مہینے میں) عمرہ نہیں کیا۔

راجح یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے ادا فرمائے ہیں۔ ان میں سے تین ذوالقعدہ میں، جب کہ ایک بروز اتوار ۴ ذوالحجہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔ اسے ذوالقعدہ میں شمار اس لیے کیا گیا کہ مدینے سے آپ کی روانگی ماہِ ذوالقعدہ ہی میں ہوئی تھی اور احرام بھی آپ نے اسی میں باندھا تھا۔ ❹

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَ ، كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِيْ مَعَ حَجَّتِهٖ: عُمْرَةٌ ، مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ أَوْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ ذِي

---

❶ فتح الباری: ۵۲۹/۳.

❷ ابن ماجه، کتاب المناسك، باب العمرة فی ذی القعدة، رقم: ۲۹۹۶ صحیح.

❸ ایضاً، رقم: ۲۹۹۷ صحیح.

❹ فتح الباری: ۸/ ۱۳۰؛ مسلم مع شرح نووی: ۴۰۹/۱.

الْـقَعْدَةِ، وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةٌ مِنْ جِـعْـرَانَةَ حَيْـثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةٌ مَعَ حَجَّتِهِ. ❶

رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے ہیں اور یہ سارے کے سارے ذوالقعدہ ہی میں کیے سوائے اس ایک عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔ ایک عمرہ حدیبیہ تھا جو صلح حدیبیہ کے زمانے میں ذوالقعدہ میں کیا، دوسرا اس کے بعد والے سال ذوالقعدہ میں کیا، تیسرا عمرہ جعرانہ جب آپ نے غزوہ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کیا یہ عمرہ بھی ذوالقعدہ ہی میں کیا تھا، اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ذوالقعدہ میں یہ عمرے اس لیے کیے تاکہ لوگ اس مہینے کی عظمت اور فضیلت اچھی طرح جان لیں اور دوسرا اہل جاہلیت کی مخالفت کے لیے، کیوں کہ وہ اس مہینے میں عمرہ کرنا بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا آپ نے پے در پے اس مہینے میں عمرے ادا فرمائے تاکہ لوگوں کو اس کے جواز کا اچھی طرح علم ہو جائے اور ان کے ذہنوں سے دورِ جاہلیت کے یہ اثرات اچھی طرح ختم ہو جائیں۔ ❷

ماہِ ذی القعدہ کی مخصوص نمازوں اور روزوں کی حقیقت:

بعض مبتدعین نے حسب عادت اتباع سے کنارہ کشی کی اور ابتداع کی راہ کو اپناتے ہوئے ماہِ ذی القعدہ کے متعلق بھی مخصوص نوافل وصیام ذکر کیے ہیں۔ لوگوں کو سنت کی روشن شاہراہ سے ہٹا کر بدعات وخرافات کی دلدلوں میں دھکیلنے کے لیے اپنے پاس سے ان کی فضیلتیں گھڑ رکھی ہیں، حالانکہ شریعت محمدی میں ان کی کوئی اصل موجود نہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اتباع محمدی کو اپنائیں اور انھیں اعمال کو اپنی نجات کے لیے کافی سمجھیں جن کی طرف اللہ

❶ مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر النبی ﷺ وزمانهن، رقم: ۱۲۵۳.

❷ مسلم مع شرح نووی: ۱/ ۴۰۹.

اور اس کے رسول نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے؟ اور کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم ابتداع سے اپنا دامن پاک صاف رکھیں اور اپنے اوپر سے وہ تمام طوق اور بوجھ اتار پھینکیں جو اس طرح کے عاقبت نااندیش لوگوں نے دین کے نام پر ہمارے اوپر ڈال رکھے ہیں؟

ماہِ ذوالقعدہ کے متعلق اوپر جو ہم بیان کر آئے ہیں کتاب وسنت سے یہی ثابت ہے اس کے علاوہ اس ماہِ محترم میں مخصوص کسی نیک عمل کی فضیلت کے متعلق کوئی نص نہیں اور نہ ہی اس کی فضیلت کے متعلق کچھ بیان ہوا ہے۔ لہٰذا جو مسنون اعمال عام دنوں میں کیے جاتے ہیں وہ اس مہینے میں بھی کیے جائیں۔ واللہ اعلم

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ (الحجرات: ۱)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اس سے ڈرتے رہو بے شک وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

ماہِ ذی القعدۃ واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ از طرف خراز [1]	۱ھ	مئی ۶۲۳ء
⊙ غزوۂ بنو قریظہ [2]	۵ھ	مارچ، اپریل ۶۲۷ء
⊙ غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان [3]	۶ھ	مارچ ۶۲۸ء

[1] المغازی، ص: ۵ ٤؛ ابن سعد: ١/٦ ٤ ٢؛ عیون الأثر: ١/٩٨ ٢؛ المنتظم: ١/٢٨٨؛ البداية: ٣/٥١٨.

[2] المغازی، ص: ٣٥٧؛ ابن سعد: ١/٣٠٥؛ عیون الاثر: ٢/٥٠؛ الکامل: ٢/٧٥.

[3] ابن هشام: ٣/٢٢٩؛ ابن سعد: ١/٣٢١؛ القضاعی؛ ص: ٥٧؛ جوامع السيرة، ص: ٢٠٧؛ عیون الأثر: ٢/١١٣؛ المنتظم: ١/٣٦١؛ الکامل: ٢/٨٤؛ تاريخ الاسلام: ٢/٢٠٧.

⊙ عمرۃ القضاء [1]	۷ھ	مارچ ۶۲۹ء
⊙ نکاح امّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]	۷ھ	مارچ ۶۲۹ء
⊙ وفات رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی [3]	۹ھ	فروری ۶۳۱ء
⊙ حجۃ الوداع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی [4]	۱۰ھ	فروری ۶۳۲ء
⊙ جنگ فحل [5]		۱۳ھ دسمبر، جنوری ۶۳۴، ۶۳۵ء
⊙ فتح جلولاء [6]	۱۶ھ	نومبر، دسمبر ۶۳۷ء

نوٹ: دوسرا قول ۱۷ھ کا ہے۔

⊙ نکاح سیّدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا ہمراہ سیّدنا عمر [7]	۱۷ھ	نومبر ۶۳۶ء
⊙ وفات سیّدنا مسلمہ بن مخلد الانصاری رضی اللہ عنہ [8]	۶۲ھ	جولائی ۶۸۳ء
⊙ خلافت مروان بن حکم [9]	۶۴ھ	جون ۶۸۴ء
⊙ وفات قاضی شریک بن عبداللہ النخعی [10]	۱۷۷ھ	فروری ۷۹۴ء

[1] ابن سعد: ۳٤۲/۱؛ ابن هشام: ۲۸۵/٤؛ تاريخ خليفه؛ ص: ٤٠؛ صحيح تاريخ طبرى: ۲۵۵/۲؛ القضاعى، ص:۵۷؛ المنتظم: ۳۷۷/۱؛ عيون الاثر: ۱۵۸/۲؛ جوامع السيرة، ص:۲۱۹؛ تاريخ الاسلام: ۲٦۳/۲.

[2] تاريخ الاسلام: ٦٦۹/۳؛ سير: ۳۵۱/۳، بخارى، رقم: ٤۲۵۹؛ الاصابة: ۲٦۳۹/٤؛ رحمة للعالمين: ٤۲۸/۲.

[3] المنتظم: ٤۰۸/۱؛ البداية: ٦۹۲/٤؛ فتح البارى: ٤۲۳/۸.

[4] ابن سعد: ۳۸۲/۱؛ صحيح تاريخ طبرى: ۳٤۱/۲؛ ابن هشام: ٤٦٤/٤؛ المنتظم: ٤۱۲/۱؛ عيون الاثر: ۳٤۱/۲؛ الكامل: ۱٦٦/۲؛ تاريخ الاسلام: ٤۰٤/۲.

[5] حاشيه صحيح تاريخ طبرى: ۱٤۲/۳؛ المنتظم: ٤٦۵/۱؛ الكامل: ۲۷۲/۲؛ تاريخ الاسلام: ٤۲/۳.

[6] الكامل: ۳۵۰/۲؛ المنتظم: ٤۹۵/۱؛ البداية: ۱۷۷/۷.

[7] المنتظم: ۵/۲؛ الكامل: ۳٦۵/۲؛ صحيح تاريخ طبرى: ۲۵۰/۳.

[8] تاريخ الاسلام: ۱٤۸/۵؛ المنتظم: ۲۰٤/۲؛ سير: ۲۲۰/٤؛ البداية: ۳۰۷/۸؛ تهذيب الكمال: ٦۳۲/۹؛ تهذيب التهذيب: ۱۳۵/۱۰.

[9] ابن سعد: ۵۷/۳؛ خليفة، ص: ۱۵۷؛ البداية: ۳۳۹/۸؛ الكامل: ٤۵۱/۳؛ ابن خلدون: ۵۵٤/۲.

[10] المنتظم: ۱۲۹/۳؛ ابن سعد: ۳۷۸/٦؛ (مكتبة الشاملة)؛ تاريخ الاسلام: ۹۷/۱۱؛ ابن خلكان: ۳۷۸/۲.

⊙ وفات امام یحییٰ بن معین [1]	۲۳۳ھ	جون ۸۴۸ء
⊙ وفات امام علی بن عبداللہ المدینی [2]	۲۳۴ھ	جون ۸۴۹ء
⊙ وفات ذوالنون ثوبان بن ابراہیم المصری [3]	۲۴۶ھ	جنوری ۸۶۰ء

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ملتے ہیں۔

⊙ ولادت امام عبدالباقی بن قانع البغدادی [4]	۲۶۵ھ	جولائی ۸۷۹ء
⊙ وفات خلیفہ المکتفی وخلافت المقتدر باللہ [5]	۲۹۵ھ	اگست ۹۰۸ء
⊙ ولادت امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی [6]	۳۰۶ھ	اپریل ۹۱۹ء
⊙ حسین بن منصور الحلاج کو پھانسی دی گئی [7]	۳۰۹ھ	مارچ ۹۲۲ء
⊙ وفات حافظ ابوبشر محمد بن احمد الدولابی [8]	۳۱۰ھ	مارچ ۹۲۳ء
⊙ وفات امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ [9]	۳۱۱ھ	فروری ۹۲۴ء
⊙ وفات امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی [10]	۳۲۱ھ	اکتوبر ۹۳۳ء

---

[1] تاریخ مدینة السلام: ۱۶/۲۷۵؛ المنتظم: ۳/۳۶۷؛ الکاشف: ۳/۲۵۵؛ تاریخ الاسلام: ۱۷/۲۰۶؛ سیر: ۸/٥٤؛ تهذیب الکمال: ۱۰/۷۸۱.

[2] المنتظم: ۳/۳۷۲؛ تاریخ مدینة السلام: ۱۳/٤٤٠؛ تاریخ الاسلام: ۱۷/۱۳۹؛ تهذیب الکمال: ۷/۳٥٥.

[3] تاریخ مدینة السلام: ۹/۳۷۸؛ المنتظم: ۳/٤١٠؛ ابن خلکان: ۱/۳۲۰؛ الکامل: ٦/۱۲۹؛ سیر: ۸/۳۱٤.

[4] تاریخ مدینة السلام: ۱۲/۳۷٦.

[5] تاریخ مدینة السلام: ۱۳/۲۱٤؛ القضاعی، ص: ۱٤٤؛ الکامل: ٦/٤٢٥؛ البدایة: ۱۱/۳۹۲؛ ۳۹۳، تاریخ الاسلام: ۲۲/۱۰.

[6] ابن خلکان: ۳/۲٤۱؛ المنتظم: ٤/۲۸۱.

[7] تاریخ مدینة السلام: ۸/۷۱۹؛ سیر: ۹/٥۳۳؛ ابن خلکان: ۲/۱۳۹.

[8] سیر: ۹/٥۱۰؛ البدایة: ۱۲/٥٦.

[9] مقدمة صحیح ابن خزیمة: ۱/۱۱؛ المنتظم: ٤/١٠٥؛ سیر: ۹/٥٤۹؛ تاریخ الاسلام: ۲۳/۳۰۰.

[10] سیر: ۱۰/۱۷؛ المنتظم: ٤/۱۳۳؛ ابن خلکان: ۱/۷٦؛ البدایة: ۱۲/۱۰٦؛ تاریخ الاسلام: ۲٤/٥٤.

دمشق پر قرامطیوں کا قبضہ [1]	۳۶۰ھ	اگست، ستمبر ۹۷۱ء
وفات امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی [2]	۳۶۰ھ	ستمبر ۹۷۱ء
معزولی خلیفہ المطیع وخلافت الطائع [3]	۳۶۳ھ	اگست ۹۷۴ء
وفات امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی [4]	۳۸۵ھ	ستمبر ۹۹۵ء
وفات امام ابن مندہ محمد بن اسحاق الاصبہانی [5]	۳۹۵ھ	ستمبر ۱۰۰۵ء
وفات قاضی ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی [6]	۴۰۳ھ	جولائی ۱۰۱۳ء
وفات امام ابومحمد عبداللہ بن یوسف الجوینی [7]	۴۳۸ھ	مئی ۱۰۴۷ء
ولادت شیخ ابوالحسن علی بن محمد الکیا الہراسی [8]	۴۵۰ھ	دسمبر ۱۰۵۸ء
بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی ابتداء [9]	۴۵۹ھ	ستمبر ۱۰۶۷ء
وفات ابن الفارسی اسمٰعیل بن عبدالغافر [10]	۵۰۴ھ	مئی ۱۱۱۱ء
خلیفہ الآمر باحکام اللہ کو باطنیوں نے قتل کیا [11]	۵۲۴ھ	ستمبر ۱۱۳۰ء

---

[1] الكامل: ٧/٣٠٨؛ البداية: ١٢/٢٥٤.

[2] تاريخ اصبهان: ١/٣٩٤.

[3] المنتظم: ٤/٢٢٩؛ الكامل: ٧/٣٢٢؛ تاريخ الاسلام: ٢٦/١٨٩؛ البداية: ١٢/٢٦٦.

[4] تاريخ مدينة السلام: ١٣/٤٩٤؛ المنتظم: ٤/٢٨٠؛ ابن خلكان: ٣/٢٨١؛ الكامل: ٧/٤٤٢؛ تاريخ الاسلام: ٢٧/٧٤؛ البداية: ١٢/٣٤٠.

[5] تاريخ اصبهان: ٢/٢٧٨؛ سير: ١١/١٧؛ تاريخ الاسلام: ٢٧/٢٤٠.

[6] تاريخ مدينة السلام: ٣/٣٦٩؛ ابن خلكان: ٤/٦٢٧؛ سير: ١١/٩٨؛ البداية: ١٣/١٧.

[7] الكامل: ٨/٢٤٥؛ المنتظم: ٤/٣٩٤؛ ابن خلكان: ٣/٣٤؛ تاريخ الاسلام: ٢٩/٢٥٦؛ البداية: ١٣/١٠٦.

[8] ابن خلكان: ٣/٢٣٣؛ المنتظم: ٥/٦٢.

[9] المنتظم: ٤/٤٤٧؛ البداية: ١٣/١٦٧.

[10] سير: ١٢/١٥١؛ المنتظم: ٥/٦٢؛ تاريخ الاسلام: ٣٥/٦٠.

[11] المنتظم: ٥/١١٣؛ الكامل: ٩/٢٦٤؛ البداية: ١٤/٧١.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ خلیفہ المسترشد باللہ کو باطنیوں نے قتل کیا[1]	۵۲۹ھ	اگست ۱۱۳۵ء
⊙ معزولی خلیفہ الراشد باللہ وخلافت المقتضی[2]	۵۳۰ھ	اگست ۱۱۳۶ء
⊙ ولادت ابوالخطاب عمر بن حسن ابن دحیہ الکلبی[3]	۵۴۶ھ	فروری ۱۱۵۲ء

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ دمشق پر صلیبیوں کا حملہ[4]	۵۷۴ھ	اپریل ۱۱۷۹ء
⊙ بغداد میں طوفانی آندھی سے تباہی[5]	۵۷۴ھ	مئی ۱۱۷۹ء
⊙ موصل وگرد ونواح میں خوفناک زلزلے سے تباہی[6]	۶۲۳ھ	نومبر ۱۲۲۶ء
⊙ وفات حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری[7]	۶۵۶ھ	نومبر ۱۲۵۸ء
⊙ وفات حافظ ابومحمد عبدالمؤمن بن خلف الدمیاطی[8]	۷۰۵ھ	مئی ۱۳۰۵ء
⊙ وفات شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ[9]	۷۲۸ھ	ستمبر ۱۳۲۸ء
⊙ عجلون میں سیلاب سے تباہی[10]	۷۲۸ھ	ستمبر ۱۳۲۸ء
⊙ وفات حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی[11]	۷۴۸ھ	فروری ۱۳۴۸ء
⊙ ولادت حافظ احمد بن محمد القسطلانی[12]	۸۵۱ھ	جنوری ۱۴۴۸ء

---

[1] المنتظم: ٥/١٢٨؛ الكامل: ٩/٢٩٤؛ البداية: ١٤/٨٩؛ تاريخ الخلفاء، ص: ٤٠٨.

[2] المنتظم: ٥/١٣٣؛ تاريخ الاسلام: ٣٦/٣٩؛ البداية: ١١/٩٢؛ تاريخ الخلفاء، ص: ٤١٠.

[3] ابن خلكان: ٣/٣٦٣.

[4] الكامل: ١٠/٩٤؛ تاريخ الاسلام: ١٤/١٩.

[5] المنتظم: ٥/٢٣١؛ تاريخ الاسلام: ٤٠/٩٩.

[6] الكامل: ١٠/٤٧٥.

[7] البداية: ١٥/٣٣٤؛ سير: ١٤/٢٩٢؛ تاريخ الاسلام، ٤٨/٢١٢.

[8] المنهل الصافي: ٢/١٤٩؛ البداية: ١١/٤٩؛ تاريخ الاسلام: ٥٣/٣٨.

[9] البداية: ١٦/٢١٠؛ تاريخ الاسلام: ٥٣/٢٢٦؛ الدرر الكامنة، ١/٤٧.

[10] البداية: ١٦/٢١٥.

[11] البداية: ١٦/ ٣٤٠.

[12] البدر الطالع: ١/٩٥.

⦿ ولادت اورنگ زیب عالمگیر [1]	۱۰۲۷ھ	نومبر ۱۶۱۸ء
⦿ وفات علامہ محمد بن محمد الفاسی المغربی [2]	۱۰۹۴ھ	نومبر ۱۶۸۳ء
⦿ وفات اورنگ زیب عالمگیر [3]	۱۱۱۸ھ	مارچ ۱۷۰۷ء
⦿ ولادت قاضی محمد بن علی الشوکانی [4]	۱۱۷۳ھ	جولائی ۱۷۶۰ء
⦿ شہادت ٹیپو سلطان والی میسور [5]	۱۲۱۳ھ	مئی ۱۷۹۹ء
⦿ معرکہ بالاکوٹ وشہادت سیّد احمد وشاہ اسمٰعیل [6]	۱۲۴۶ھ	مئی ۱۸۳۱ء
⦿ ولادت علامہ شمس الحق محدث عظیم آبادی [7]	۱۲۷۳ھ	جولائی ۱۸۵۷ء
⦿ ولادت مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال [8]	۱۲۹۴ھ	نومبر ۱۸۷۷ء
⦿ وفات سرسیّد احمد خان [9]	۱۳۱۵ھ	مارچ ۱۸۹۸ء
⦿ ہندوستان میں مسلم لیگ کا قیام [10]	۱۳۲۴ھ	دسمبر ۱۹۰۶ء
⦿ وفات مولانا عبدالقادر قصوری [11]	۱۳۶۱ھ	نومبر ۱۹۴۲ء
⦿ اقوام متحدہ کا قیام [12]	۱۳۶۴ھ	اکتوبر ۱۹۴۵ء

---

[1] تاریخ ملت: ٢/٨٢٩؛ برصغیر میں علم فقه: ص:٢٦١.

[2] مقدمة جمع الفوائد، ص:٧.

[3] تاریخ ملت: ٢/٨٤١؛ برصغیر میں علم فقه، ص: ٢٦٤.

[4] نيل الوطر: ٢/٣٤٥.

[5] روزنامه نوائے وقت ٤ مئی ٢٠١٠؛ تقویم تاریخی، ص: ٣٠٤.

[6] تاریخ دعوت وعزیمت: ٦/٤٥٠؛ نزهة الخواطر: ٧/٩٠؛ فقهائے پاك وهند: ٣/٢٠١.

[7] نزهة الخواطر: ٨/٢٥٥؛ دبستانِ حدیث، ص: ١١٥.

[8] واقعاتِ عالم؛ ص:٢٠٩.

[9] نزهة الخواطر: ٨/٩١؛ تقویم تاریخی، ص: ٣٢٩.

[10] بیسویں صدی کے اهم واقعات، ص:١٨.

[11] تقویم تاریخی، ص:٣٤١؛ تذکرة النبلاء، ص: ١٧٦.

[12] بیسویں صدی کے اهم واقعات، ص:١٣٣.

⊙ وفات بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح [1]	۱۳۶۷ھ	ستمبر ۱۹۴۸ء
⊙ وفات مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی [2]	۱۳۸۷ھ	فروری ۱۹۶۸ء
⊙ ایران عراق جنگ کا آغاز [3]	۱۴۰۰ھ	ستمبر ۱۹۸۰ء
⊙ وفات مولانا عبدالقادر حصاروی [4]	۱۴۰۱ھ	ستمبر ۱۹۸۱ء
⊙ حکیم فیض عالم صدیقی کا قتل [5]	۱۴۰۳ھ	ستمبر ۱۹۸۳ء
⊙ وفات مولانا محمد حنیف ندوی [6]	۱۴۰۷ھ	جولائی ۱۹۸۷ء
⊙ وفات مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی [7]	۱۴۱۹ھ	مارچ ۱۹۹۹ء
⊙ وفات دکتور علامہ محمد سلیمان الاشقر	۱۴۳۰ھ	نومبر ۲۰۰۹ء

---

[1] تقویم تاریخی، ص: ۳٤۲.

[2] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ۵۳۳؛ مخدوم العلماء، ص: ۳۳.

[3] واقعات عالم، ص: ۱۷٦.

[4] کاروانِ سلف، ص: ۲٤۸.

[5] ہفت روزہ الاعتصام: ۲۹/٦۲، ص: ۲۱.

[6] ارمغانِ حنیف، ص: ۳۵۳.

[7] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ۲۵٦.

ماہِ ذی الحجہ

ذوالحجہ اسلامی سال کا بارھواں اور آخری قمری مہینا ہے۔ تلفظ کے سلسلے میں ذُو کا اعراب گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے جب کہ الحجہ میں ح کو مفتوح اور مکسور، زبر اور زیر کے ساتھ دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ مگر ج بہرصورت مشدد ہی رہے گی۔ لہٰذا اس کی ادائیگی یوں ہے: ذُل۔ حَ۔ جَّۃ۔ اسے بھی بسا اوقات آخر کی تائے فوقانی کو حذف کر کے ذوالحج کہہ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لفظ بھی مذکر استعمال ہوتا ہے اور ذوات الحجۃ اس کی جمع ہے۔

الحجة، حج: ایک بار حج کرنا یا سال کو کہتے ہیں، کیونکہ یہ اسم مرة ہے اور حجّاً سے ماخوذ ہے جو باب نصر ینصر سے مصدر آتا ہے۔ لہٰذا ذوالحجہ کا پورا معنی یہ ہوا: ایک حج والا یا سال والا مہینا۔

ماہِ ذی الحجہ کی وجہ تسمیہ:

اس مہینے کو ذوالحجہ کہنے کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں:

۱: چونکہ سال میں صرف ایک ہی بار حج ہوسکتا ہے جو اس مہینے میں کیا جاتا ہے اس لیے اسے ذوالحجہ کہا گیا۔

۲: اس مہینے کے اختتام پر ایک اسلامی سال مکمل ہوجاتا ہے اس لیے اسے ذوالحجہ کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

۳: اس مہینے میں فریضہ حج ادا کیا جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے ذوالحجہ کہہ دیا گیا۔

ماہِ ذی الحجہ کے دیگر نام:

ماہِ ذی الحجہ کو دورِ جاہلیت میں برك اور مسبل بھی کہا جاتا تھا۔

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت:

① ذوالحجہ بھی بڑا بابرکت مہینا ہے، یہ ان چار بزرگ اور محترم مہینوں میں سے ایک ہے جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِنۡهَآ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ (التوبة: ٣٦)

یعنی ’’سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔‘‘

❀ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے ’’سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین لگاتار: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، جب کہ چوتھا رجبِ مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔‘‘ ❶

❀ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو منی میں خطبہ دیا۔ خطبے میں آپ نے پوچھا: ((یٰـاَیُّهَا النَّاسُ! اَیُّ یَوْمٍ هٰذَا)) ’’اے لوگو! آج کون سا دن ہے؟‘‘ لوگ بولے: یہ حرمت والا دن ہے۔‘‘

پھر آپ نے پوچھا:

((فَأَیُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ .))

’’یہ شہر کون سا ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا: حرمت والا شہر ہے۔

پھر پوچھا:

((فَأَیُّ شَهْرٍ هٰذَا؟))

’’یہ مہینہ کون سا ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا: یہ حرمت والا مہینا ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَـإِنَّ دِمَـاءَ کُمْ وَ أَمْوَالَکُمْ وَ إِعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا .))

’’بے شک تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر کی حرمت اور اس مہینے کی حرمت ہے۔‘‘

اس بات کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ! هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ .))

---

❶ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع ارضین، رقم: ٣١٩٧.

''اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے؟''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپ کی یہ وصیت آپ کی ساری امت کے لیے ہے کہ حاضر (جاننے والا) غائب (ناواقف) کو پہنچا دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .))[1]

''میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کفر میں نہ لوٹنا۔''

② اسی طرح یہ اَشْهُرِ حَج کا آخری مہینا ہے جن کا قرآن مجید میں یوں ذکر ملتا ہے:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾

''حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں۔''

③ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چار عمروں میں سے ایک عمرہ اسی مہینے میں حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا تھا جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

④ ماہ ذی الحجہ وہ عظیم اور بابرکت مہینا ہے جس میں دنیا بھر سے مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ شریف پہنچتے ہیں اور اسے ادا کرتے ہیں۔

⑤ ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا آخری قمری مہینا ہے، اس کے اختتام پر اسلامی سال کی تکمیل ہوتی ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت:

ماہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ کتاب وسنت کی رُو سے افضل ترین عشرہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْفَجْرِ o وَلَیَالٍ عَشْرٍ o ﴾ (الفجر: ۱۔۲)

''فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم۔''

---

[1] بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی، رقم: ۱۷۳۹.

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ [1]

امام عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔ [2]

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتبر مفسرین کے اجماع کے پیش نظر ہمارے نزدیک درست یہی ہے کہ ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔ [3] نیز امام ابن کثیر و دیگر مفسرین بھی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا ان ایام کی قسم کھانا ہی ان کی عظمت اور فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کیوں کہ رب العالمین کسی عظمت والی چیز ہی کی قسم اٹھاتا ہے۔

⊙ عشرہ ذی الحجہ میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ تعالیٰ کو دوسرے دنوں میں کیے ہوئے نیک اعمال سے زیادہ پیارا ہے۔ چناں چہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ أَيَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ)) يَعْنِيْ أَيَّامَ الْعَشْرِ ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ)) [4]

"اللہ تعالیٰ کو کوئی نیک عمل کسی دن میں اس قدر پیارا نہیں جتنا کہ ان دنوں میں پیارا ہے۔" یعنی ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں۔ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور پھر کچھ واپس نہ لایا ہو (شہید ہوگیا ہو)۔"

---

[1] جامع البیان، ۱۵/۱۸۴۔۱۸۵ وسندہ صحیح۔

[2] ایضاً وسندہ صحیح۔

[3] ایضاً۔

[4] ابو دؤاد، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر، رقم: ۲۴۳۸ صحیح۔

❀ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ اَيَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ ، وَلَا الْعَمَلُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ ، فَاَكْثِرُوْا فِيْهَا مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّحْمِيْدِ ، يَعْنِىْ اَيَّامَ الْعَشْرِ .)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ اور اس میں کیے جانے والے نیک اعمال جس قدر عظیم اور محبوب ہیں، کسی اور دن کے نہیں، لہٰذا ان میں تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) کثرت سے کیا کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عشرہ ذی الحجہ کی اس فضیلت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((والذى يظهر ان السبب فى امتياز عشر ذى الحجة لمكان اجتماع امهات العبادة فيه وهى الصلاة والصيام والصدقة والحج ولا ياتى ذلك فى غيره .)) [2]

عشرہ ذی الحجہ کی اس امتیازی شان کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بنیادی عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور حج یہ سب اکٹھی ہو جاتی ہیں جو ان کے علاوہ کسی اور دن میں جمع نہیں ہوتیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ذوالحجہ کے اس عشرے کی فضیلت رمضان کے آخری عشرے سے بھی زیادہ ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالصواب فيه أن يقال: ليالى العشر الاخير من رمضان افضل من ليالى عشر ذى الحجة ، وايام عشر ذى الحجة افضل من ايام عشر رمضان ، وبهذا التفصيل يزول الاشتباه ويدل عليه

---

[1] مسند ابی عوانۃ، رقم: ۲۴۲۸ حسن.

[2] فتح الباری ۲/ ۵۹۳.

ان ليالي العشر من رمضان انما فضلت باعتبار ليلة القدر، وهي من الليالي، وعشر ذي الحجة انما فضل باعتبار ايامه اذ فيه يوم النحر، ويوم عرفة، ويوم التروية.)) [1]

اس میں زیادہ درست رائے یہ ہے کہ رمضان کی آخری دس راتیں ذوالحج کی دس راتوں سے افضل ہیں اور ذوالحج کے دس دن رمضان کے ان دس دنوں سے افضل ہیں۔ لہٰذا اس تفصیل سے یہ تمام اشکال دور ہو جاتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ رمضان کی دس راتیں اس لیے افضل ہیں کہ ان میں لیلۃ القدر ہے اور ذی الحجہ کے دس دن اس لیے افضل ہیں کہ یوم النحر، یوم عرفہ اور یوم ترویہ انھی میں آتے ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمختار ان ايام هذه العشر افضل ليوم عرفة، وليالي عشر رمضان افضل لليلة القدر، لأن يوم عرفة أفضل ايام السنة، وليلة القدر أفضل ليالي السنة، ولذا قال: ((مامن ايام)) ولم يقل: من ليالي. [2]

قول مختار یہ ہے کہ یوم عرفہ کی وجہ سے ذوالحجہ کے دس دن افضل ہیں اور شب قدر کی وجہ سے رمضان کی (آخری) دس راتیں افضل ہیں۔ کیوں کہ یوم عرفہ سال کے تمام دنوں سے افضل ہے اور شب قدر سال کی سب راتوں سے افضل ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: ((مامن ايام)) یہ نہیں فرمایا ((مامن ليال))۔"

---

[1] زادالمعاد ١/ ١٩۔

[2] تحفة الاحوذي، ٣/ ٥٣٠.

ضعیف وموضوع روایات:

❀ ''﴿وَالْفَجْرِ ٥ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ سے عشرہ ذی الحجہ مراد ہے۔ والوتر سے یوم عرفہ اور والشفع سے یوم نحر مراد ہے۔''❶

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں ابوالزبیر مدلس اور روایت عنعن سے ہے۔

❀ ''دنیا کے دنوں میں کوئی دن ایسا نہیں جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو عشرہ ذی الحجہ کی عبادت سے زیادہ محبوب ہو۔ ان میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ان کی ایک رات شب قدر کے برابر ہے۔''❷

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں النھاس بن قھم ضعیف جبکہ قتادہ مدلس ہے۔

❀ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن افضل نہیں اور کسی اور دن میں کیا جانے والا عمل صالح ان دنوں میں کیے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب نہیں۔ ان دنوں میں تم تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ کثرت سے کیا کرو۔ بے شک ان میں ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ان میں نیک عمل کا ثواب سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔''❸

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عبداللہ بن محمد بن وھب الدینوری متروک راوی ہے۔

❀ 'ایک نوجوان ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کر دیتا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان ایام کے روزے رکھنے پر کس نے آمادہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ ایام اللہ کی نشانیوں اور حج کے ایام ہیں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے حاجیوں کی دعا میں شامل فرمالے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس عشرے کا ہر دن تیرے لیے ثواب میں سو گردنیں آزاد کرنے، سو قربانیاں اور اللہ کی راہ میں دیے ہوئے سو گھوڑوں

---

❶ سنن نسائی الکبری، رقم: ۱۱۶۰۸.

❷ ابن ماجہ، رقم: ۱۷۲۸.

❸ شعب الایمان، رقم: ۳۵۹۹.

کے برابر ہے جن پر سواری کی جائے۔ جبکہ یوم عرفہ دو ہزار گردنیں، دو ہزار قربانیاں اور دو ہزار اللہ کی راہ میں دیے ہوئے گھوڑوں کے برابر ہے جن پر سواری کی جائے۔ نیز دو سال پہلے اور دو سال بعد کے روزوں کے برابر ہے۔'' ❶

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس میں محمد بن المحرم لوگوں میں سے بدترین جھوٹا انسان ہے۔ امام یحییٰ نے کہا کہ یہ حدیث کے معاملے میں کوئی شے نہیں۔

❀ جس نے عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھے اس کے لیے ہر دن کے بدلے مہینے بھر کے روزوں جتنا ثواب ہے اور یوم ترویہ کے روزے کا ثواب ایک سال جبکہ یوم عرفہ کے روزے کا ثواب دو سال کے روزوں کے ثواب جتنا ہے۔ ❷

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ سلیمان التیمی نے کہا کہ اس میں الطبی کذاب راوی ہے۔

❀ ''اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن افضل نہیں۔'' ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ عشرہ افضل ہے یا اس کے برابر دنوں میں جہاد فی سبیل اللہ کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے برابر دنوں میں جہاد کرنے سے بھی یہ عشرہ افضل ہے۔ اور اللہ کے ہاں یوم عرفہ سے افضل کوئی دن نہیں۔ یوم عرفہ میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اہل زمین کی وجہ سے آسمان والوں کے سامنے فخر فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے: اے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو جو میرے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ بال بکھرے ہوئے ہیں، چہرے گرد آلود ہیں، اور دھوپ برداشت کر رہے ہیں۔ یہ تمام دور دراز کے علاقوں سے یہاں پہنچے ہیں۔ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب کو انھوں نے نہیں دیکھا۔ جتنے لوگ یوم عرفہ کو جہنم سے آزاد ہوتے ہیں کسی اور دن میں اس قدر آزاد نہیں ہوتے دیکھے گئے۔'' ❸

---

❶ الموضوعات: ۲/۱۱۱.

❷ الموضوعات: ۲/۱۱۲. ❸ ابن حبان، رقم: ۳۸٤۲.

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں ابوالزبیر مدلس اور روایت عنعن سے ہے۔

یومِ ترویہ:

ماہِ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو یومِ ترویہ کہا جاتا ہے۔ ترویہ کا مطلب ہے سیراب کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں چونکہ منی، مزدلفہ اور عرفات وغیرہ میں پانی نہیں ملتا تھا اس لیے لوگ منیٰ روانہ ہونے سے قبل آٹھ ذی الحجہ کو اپنے اونٹوں کو خوب پانی پلا لیا کرتے تھے تاکہ حج کے چار، پانچ دن اونٹ پانی پیئے بغیر گزارہ کرسکیں، اس لیے اس دن کو ''یومِ ترویہ'' کہا جاتا۔

جو لوگ حج تمتع کر رہے ہوں اور عمرہ کر کے احرام کھول چکے ہوں، وہ یومِ ترویہ کو اپنی قیام گاہ سے غسل کر کے حج کا احرام باندھ لیتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے لیے ایک ساتھ احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قِران کیا) جب ہم مکہ آئے تو آپ کے حکم سے (جن لوگوں نے حج تمتع کا حرام باندھا تھا) اس نے احرام کھول دیا۔ پھر یومِ ترویہ کو سب نے حج کا احرام باندھا۔ [1]

حجاج کرام اس روز یعنی یومِ ترویہ کو نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی نماز فجر منیٰ میں جا کر ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یومِ ترویہ کو صحابہ کرام نے (مکہ سے ہی) احرام باندھا اور منیٰ کے لیے روانہ ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی سواری پر نکلے اور منیٰ میں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور اگلے دن کی نماز فجر ادا کیں۔ [2]

یومِ عرفہ:

یومِ عرفہ نو ذی الحجہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن حجاج کرام میدانِ عرفات میں ہوتے ہیں۔ یہ وہی دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمائی اور اہل اسلام پر اپنی

---

[1] بخاری، کتاب الحج، باب التحمید والتسبیح ......، رقم: ۱۵۵۱.

[2] مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، رقم: ۱۲۱۸.

نعمت کو پورا کیا۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس (کے نزول کے) دن کو یوم عید بنا لیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے جواب دیا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم اس دن اور اس مقام کو خوب جانتے ہیں، جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں جمعہ کے دن کھڑے ہوئے تھے''۔ [1]

ایک روایت میں یوں وضاحت ہے کہ جناب کعب احبار رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر یہ آیت اس امت (مسلمہ) کے علاوہ کسی اور امت پر نازل ہوتی تو وہ اس کے یوم نزول کو عید بنا لیتے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے کعب! وہ کون سی آیت ہے؟ تو کعب نے کہا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں یہ نازل ہوئی۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور یوم عرفہ تھا جب کہ یہ دونوں دن ہی ہمارے لیے الحمد للہ عید کے دن ہیں۔ [2]

جناب عمار بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ.....الخ﴾ کی تلاوت فرمائی تو وہاں ان کے پاس ایک یہودی بھی تھا

---

[1] بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، رقم:٤٥.

[2] جامع البیان ٦/ ١٠٠، صحیح.

وہ کہنے لگا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (تو ایک عید کی بات کرتا ہے) یہ تو دو عیدوں یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے۔ ❶

سیّدنا عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن ہمارے ہاں عید ہی شمار ہوتا ہے، اس لیے ہمیں بھی اس آیت کے نزول پر دلی خوشی ہے۔ جمعہ کا دن ہفتہ کے ایام میں عید کا دن ہے جس کی بہت زیادہ فضیلت ہے جب کہ یوم عرفہ کے عید ہونے کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں:

ا: یوم عرفہ کے بعد آئندہ جو رات آتی ہے اس کے متصلاً یوم نحر آ جاتا ہے یعنی یوم نحر یوم عرفہ سے ملا ہوا ہے اور کسی شے کے قریب اور متصل جو چیز ہو، اسے بھی اسی شے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ جیسے حدیث میں ہے: (شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ: شَهْرَا عِيْدٍ، رَمَضَانُ وَ ذُوالْحَجَّةِ) ❷ ''عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے یعنی رمضان اور ذوالحجہ۔'' ذوالحجہ تو عید کا مہینا ہے لیکن رمضان کو عید کا مہینا اس لیے قرار دیا گیا کیونکہ عید اس سے متصل ہے۔ اسی طرح یوم عرفہ چوں کہ یوم نحر سے متصل ہے لہٰذا اسے یوم عید قرار دے دیا گیا۔

۲: یوم عرفہ کو یوم عید قرار دینے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یوم نحر تو عید ہے ہی لیکن یوم عرفہ بھی لوگوں کے لیے خصوصاً حجاج کے لیے یوم عید ہی ہے کیونکہ اس دن حج کا اہم رکن وقوف عرفہ ادا ہوتا ہے۔ حجاج کی دعاؤں کی برکت سے لوگوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں، حجاج کے مراتب اور درجات بلند ہوتے ہیں، اس لیے یہ دن بھی عید ہی ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝﴾ (البروج: ۱۔۳)

---

❶ ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۴۴، قال الالبانی: صحیح الاسناد.

❷ بخاری، کتاب الصوم، باب شهرا عید ......، رقم: ۱۹۱۲.

''برجوں والے آسمان کی قسم! اور اس دن (قیامت) کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا ہے شاہد اور مشہود کی قسم۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''شاہد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد یوم عرفہ ہے۔''[1]

اسی طرح امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''شاہد سے جمعہ اور شہود سے عرفہ کا دن مراد ہے۔''[2]

③ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ o﴾ (الفجر:۳)

''شفع اور وتر کی قسم۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''وَالشفع سے مراد یوم نحر اور والوتر سے مراد یوم عرفہ ہے۔''[3]

امام عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''والشفع سے یوم نحر اور والوتر سے یوم عرفہ مراد ہے۔''[4]

اللہ تعالیٰ کا یوم عرفہ کی قسم کھانا اس کی عظمت اور فضیلت کی بین دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی عظمت اور فضیلت والی چیز ہی کی قسم کھاتا بلکہ کسی چیز کی قسم کھانا دراصل اس کی عظمت کو واضح کرنا ہے۔

مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے علاوہ جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں اس سے ان چیزوں کی فضیلت یا ان کی منفعت اور افادیت کو بتلانا مقصود ہے یعنی مقسم بہ کا بڑی چیز ہونا یا صفات جلیلہ والا ہونا یا بڑی شان والا ہونا معلوم کروانا ہے۔[5]

---

❶ جامع البیان: ۱٤۱/۳۰ وسنده صحيح.

❷ ایضاً وسنده صحيح.

❸ جامع البیان: ۱۸٦/۳۰ وسنده صحيح.

❹ ایضاً وسنده صحيح. ❺ اقسام القرآن، ص: ۳۳.

④ یوم عرفہ کے فضائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ سال کے دوسرے دنوں کے مقابلے میں لوگوں کی زیادہ تعداد کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَامِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَاِنَّهُ لَيَدْنُوْا ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُوْلُ: مَا اَرَادَ هٰؤُلَاءِ ؟)) [1]

''اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا (اس دن) وہ (اپنے بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: یہ میرے بندے کس ارادے سے آئے ہیں؟''

❀ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِي بِاَهْلِ عَرَفَاتٍ اَهْلَ السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُ لَهُمْ: اُنْظُرُوْا اِلٰى عِبَادِيْ جَاؤُوْنِيْ شُعْثًا غُبْرًا.)) [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ اہل عرفات پر آسمان والوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: میرے بندوں کی طرف دیکھو وہ میرے پاس بکھرے ہوئے بالوں، غبار آلود چہروں کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔''

❀ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے ایک شخص سوار تھا۔ وہ نوجوان شخص عورتوں کی طرف دیکھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِبْنَ اَخِيْ! اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ مَنْ مَلَكَ فِيْهِ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَلِسَانَهُ

---

[1] مسلم، كتاب الحج، باب فضل يوم عرفة، رقم: ١٣٤٨.

[2] حاكم ١/٤٦٦؛ ابن حبان، رقم: ٣٨٤١؛ وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين؛ وقال الهيثمي في المجمع، ٣/٢٥١: رواه احمد و رجاله رجال الصحيح.

غُفِرَ لَهُ .)) [1]

''اے بھتیجے! بے شک آج کا دن وہ ہے کہ جو شخص اس میں اپنے کان، آنکھ اور زبان پر قابو رکھے گا اس کی مغفرت فرما دی جائے گی۔''

یوم عرفہ کا روزہ:

سیّدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ .)) [2]

''وہ گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ ، إِنِّيْ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ .)) [3]

''یوم عرفہ کے روزوں کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دے گا۔''

ان احادیث میں یوم عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت بیان ہوئی ہے لیکن اس سلسلے میں دو باتیں ذہن نشین کرنی چاہیے:

۱: یوم عرفہ کا روزہ صرف ان حضرات کے لیے ہے جو حج میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات جو عرفات میں موجود ہوں، وہ روزہ نہیں رکھیں گے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں اس دن کا روزہ نہیں رکھا تھا۔ چناں چہ ام فضل بنت

---

[1] احمد: ۱/ ۳۲۹ وسنده حسن.

[2] مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام...... رقم: ۱۱۶۲.

[3] ترمذی، كتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل صوم يوم عرفة، رقم: ۷۴۹، وقال: حديث ابی قتادہ حديث حسن.

حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے سامنے کچھ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق اختلاف کیا۔ بعض نے کہا کہ آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا۔ اس لیے انہوں (ام فضل) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پی لیا۔ [1]

۲: یوم عرفہ کے روزے کے متعلق ہمارے ہاں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کہ کس دن رکھا جائے؟ بعض کے نزدیک عرفہ کے دن ہی رکھا جائے خواہ ملک کے حساب سے قمری تاریخ آٹھ یا نو ہو، کیوں کہ حدیث میں یوم عرفہ کا ذکر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یوم عرفہ نو ذی الحجہ ہی کا دن ہے لہٰذا اسی دن روزہ رکھنا چاہیے جیسے عیدین، رمضان کے روزے اور شب قدر وغیرہ ہر علاقے کی اپنی رؤیت کے اعتبار سے ہے، ایسے ہی یوم عرفہ کا معاملہ ہے۔ کیونکہ اس بات پر تو تقریباً سب ہی متفق ہیں کہ یوم ترویہ، یوم النحر، یوم قرّ اور ایام تشریق وغیرہ بالترتیب آٹھ، دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کی تاریخ کے نام ہیں۔ اسی طرح یوم عرفہ نو ذی الحجہ کا نام ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

> پاکستان اور سعودی عرب کے مابین قمری تاریخ کا فرق ہے، کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم۔ معلوم ہے بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق منائی جاتی ہے، اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے مطابق ہوتا ہے۔ ان تینوں امور میں اپنے ملک کی قمری تاریخ کو ہی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے جو دلائل ہیں، وہ نو ذی الحجہ پر بھی صادق آتے ہیں لہٰذا نو ذی الحجہ میں بھی اپنے ملک کی ہی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

جناب کریب مولیٰ ابن عباس سے مروی ایک حدیث بیان کر کے مزید فرماتے ہیں:

---

[1] بخاری، کتاب الحج، باب الوقوف، علی الدابة بعرفة، رقم: ١٦٦١.

''اس حدیث سے پتا چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی (یعنی مقامی) طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا، روزہ میں، عیدین میں، یوم عاشوراء میں، یوم عرفہ میں اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں ہر علاقے کی اپنی رؤیت معتبر ہوگی۔''[1]

ضعیف وموضوع روایات:

- ''بہترین دعا یومِ عرفہ کی دعا ہے اور بہترین (کلمہ) جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا وہ یہ ہے: اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اور سب تعریفیں بھی اسی کی ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''[2]

  یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں حماد بن ابی حمید منکر الحدیث ہے۔
- ''شیطان کسی دن اتنا کمینہ، ذلیل، حقیر اور اتنا غصے میں نہیں دیکھا گیا جتنا یومِ عرفہ میں دیکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس دن وہ رحمت الٰہی کا نزول اور اللہ تعالیٰ کا بندوں کے بڑے بڑے گناہوں سے درگزر کرنا دیکھتا ہے۔ البتہ بدر کی لڑائی کے دن اسے اسی طرح دیکھا گیا تھا کیونکہ وہاں اس نے جبریل کو فرشتوں کی صفیں درست کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔''[3]

  یہ روایت مرسل ہے۔
- رسول اللہ ﷺ نے عرفات کے دن (دوران وقوف) اپنی امت کی بخشش کے لیے دعا فرمائی۔ اللہ کی طرف سے آپ کو جواب دیا گیا کہ میں نے انھیں بخش دیا ہے سوائے ظالم کے۔ کہ میں اس سے مظلوم کا حق لے کر رہوں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یا رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت سے اس کی مظلومیت کے بدلے نعمتیں عطا کر دے اور ظالم کو معاف کر دے۔ اس دن آپ کی یہ دعا قبول نہ ہوئی، صبح کو جب آپ مزدلفہ میں

---

[1] احکام و مسائل ۲/۴۱۹.

[2] ترمذی، رقم: ۳۵۸۵.

[3] الموطا، رقم: ۹۶۲.

تھے تو آپ نے دوبارہ یہ دعا کی جو قبول فرمالی گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، ایسے وقت آپ ہنسا نہیں کرتے۔ تو آج آپ کس لیے ہنسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور میری امت کو بخش دیا ہے تو اس نے خاک لے کر اپنے سر پر ڈالنا شروع کر دی اور چلانے لگا: ہائے تباہی، ہائے خرابی، اس کی پریشانی دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔''[1]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عبداللہ بن کنانہ اور کنانہ بن عباس دونوں باپ بیٹا مجہول ہیں۔

❀ ''جو بھی مسلمان یومِ عرفہ کی شام عرفہ میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے سو مرتبہ یہ پڑھے: لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير پھر سو مرتبہ قل هو الله احد پڑھے اور پھر سو مرتبہ یہ درود پڑھے: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وال ابراهيم انك حميد مجيد، وعلينا معهم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کو کیا بدلہ دیا جائے اس نے میری تسبیح، تہلیل، تکبیر اور میری عظمت و بڑائی بیان کی، مجھ کو پہچانا اور میری تعریف کی اور میرے نبی پر درود بھیجا۔ اے میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے اسے معاف کر دیا اور اس کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمالی۔ اگر یہ میرا بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں تمام اہل عرفات کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمالوں۔''[2]

یہ روایت ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن محمد الطلحی مجہول اور عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی مدلس ہے۔

---

[1] ابن ماجه، رقم: ٣٠١٣.

[2] فضائل الاوقات، رقم: ١٩٦.

❀ جو کوئی عرفہ کی رات یہ دس کلمات ایک ہزار دفعہ پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کرے گا سوائے قطع رحمی کرنے والے گناہ گار کے: سبحان الذی فی السماء عرشه، سبحان الذی فی الارض موطعه، سبحان الله فی البحر سبيله، سبحان الذی فی النار سلطناه، سبحان الذی فی الجنة رحمته، سبحان الذی فی القبور قضاء ه، سبحان الذی فی الهواء روحه، سبحان الذی رفع السماء، سبحان الذی وضع الارض، سبحان الذی لا منجا منه الا اليه. [1]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عزرہ بن قیس ضعیف ہے، ام الفیض کے مجھے حالات نہیں ملے۔

❀ ''جب یوم عرفہ کی شام ہوتی ہے تو ہر اس شخص کو بخش دیا جاتا ہے جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا بھی ایمان ہو۔'' سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ بخشش صرف اہل عرفات کی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی۔'' [2]

امام الہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کو طبرانی نے معجم الکبیر میں بیان کیا ہے اور اس میں ابوداؤد الاعمی ہے، جو سخت ضعیف ہے۔

❀ ''جو کوئی عرفہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعات اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورہ الفاتحہ اور پچاس دفعہ سورہ الاخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھے گا۔ ہر حرف کے بدلے جنت میں ایک درجہ بلند کرے گا کہ ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کا ہے۔ قرآنِ مجید کے ہر حرف کے بدلے جنت میں ایک حور کے ساتھ اس کی شادی ہوگی۔ ہر حور کے ساتھ ستر ہزار موتی اور یاقوت کے بنے دستر خوان ہوں گے۔ ہر دستر خوان پر ستر ہزار مختلف رنگوں

---

[1] مسند ابی یعلی، رقم: ٥٣٨٣.

[2] مجمع الزوائد: ٣/٤٢٢.

کے پرندوں کا گوشت ہوگا۔ جن کی ٹھنڈک برف جیسی، مٹھاس شہد جیسی، خوشبو کستوری جیسی۔ جسے نہ آگ چھوئے گی اور نہ ہی اس کا ذائقہ بدلے گا۔ جیسا پہلے کے لیے ویسا ہی آخری کے لیے۔ پھر اس کے پاس سرخ یاقوت کے دو پروں والا پرندہ آئے گا جس کی چونچ سونے کی ہوگی، وہ انتہائی سریلی آواز میں کہے گا: اہل عرفات کو خوش آمدید۔ اور وہ پرندہ جنتی کے پیالے میں گر پڑے گا۔ اس کے ہر پر کے نیچے سے ستر رنگ کے کھانے نکلیں گے جسے وہ کھائے گا۔ قبر میں قرآن کے ہر حرف کے بدلے روشنی ہوگی اور جنت کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے۔ تو جب جنتی اس قدر عزت افزائی اور ثواب دیکھے گا تو پکار اٹھے گا کہ اے میرے رب! قیامت قائم فرما، اے میرے رب! قیام قائم فرما۔'' [1]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔

❀ ''جس نے عرفہ کے دن دو رکعت نماز اس طرح ادا کی کہ ہر رکعت میں تین بار سورہ فاتحہ پڑھی، ہر بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے۔ پھر تین بار سورہ الکافرون اور سو بار سورہ اخلاص پڑھے، ہر سورہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا ہے۔'' [2]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں۔ ابن انعم کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اس سے کچھ بھی نہیں بیان کرتے۔ اور امام ابن حبان نے کہا کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور محمد بن سیّد سے تدلیس بھی کرتا ہے۔

---

[1] الموضوعات: ٢/ ٥٤.

[2] الموضوعات: ٢/ ٥٥.

یوم نحر و یوم قَرّ:

یوم نحر ذوالحج کا دسواں دن ہے کیونکہ اس دن عام مسلمان اپنے قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہی دن مسلمانوں کی عیدالاضحیٰ کا دن ہے اور یوم قَرّ سے مراد ذوالحج کا گیارہواں دن ہے۔ اسے یوم قر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن حجاج کرام منیٰ میں قرار کرتے ہیں یعنی ٹھہرتے ہیں یا حج کے اعمال سے فارغ ہو کر اس دن آرام کرتے ہیں۔

① یوم نحر اور یوم قَرّ بھی بڑے ہی مبارک اور بزرگ ایام ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اَعْظَمَ الْاَیَّامِ عِنْدَاللّٰهِ ، یَوْمُ النَّحْرِ ، ثُمَّ یَوْمُ الْقَرِّ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر عظمت والا دن یوم نحر ہے پھر اس کے بعد یوم قَرّ ہے۔''

دوسری روایت میں یوں ہے:

((اَفْضَلُ الْاَیَّامِ عِنْدَاللّٰهِ یَوْمُ النَّحْرِ وَیُوْمُ الْقَرِّ)) [2]

''سب سے زیادہ فضیلت والے دن اللہ کے ہاں یوم نحر اور (پھر) یوم قَرّ ہیں۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ یوم نحر تمام دنوں سے افضل ہے، لیکن علما کی ایک جماعت اس طرف ہے کہ جمعہ کا دن افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

((خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة))

اس صحیح حدیث کو ابن حبان نے بیان کیا ہے۔ اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اور سال کے دنوں میں یوم نحر افضل ہے۔ بہر حال یوم نحر سال کے تمام دنوں میں سے افضل ہے جن میں یوم جمعہ اور دیگر

---

[1] ابو دؤاد، كتاب المناسك، باب ، رقم: ١٧٦٥ و اسناده صحيح.

[2] ابن حبان، كتاب الصلاة، باب العيدين، رقم : ٢٨٠٠ صحيح.

ایام بھی آ جاتے ہیں اور یوم جمعہ ہفتہ کے ایام میں سے افضل ہے۔ اگر یوم نحر جمعہ کے دن آئے تو دو فضیلتیں جمع ہو گئیں، اگر الگ الگ ہوں تو افضیلت یوم نحر ہی کو ہوگی جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔"[1]

(۲) یوم نحر کو قرآن مجید میں ﴿يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ﴾ (التوبة: ٣) "حج اکبر کا دن" بھی کہا گیا ہے۔ چناں چہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم حج اکبر کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ یوم نحر ہے۔"[2]

❀ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

((هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ))[3]

"یہ حج اکبر کا دن ہے۔"

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوم نحر کو بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھے بھی منیٰ میں یہ اعلان کرنے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر نہ کرے اور حج اکبر کا دن یوم نحر ہے۔ اسے حجِ اکبر اس لیے کہا گیا کہ لوگ (عمرہ کو) حج اصغر کہنے لگے تھے نیز ابوبکر صدیق نے اس سال مشرکوں سے جو عہد لیا تھا، اسے بھی واپس کر دیا اور دوسرے سال حجۃ الوداع میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کوئی مشرک شریک نہیں ہوا۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج سے ایک سال پہلے نو ہجری میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا تھا اور اس موقع پر سورہ توبہ کی آیات کے ذریعے سے کفار سے

---

[1] تعلیقات الحافظ ابن القیم علی سنن ابی داؤد.

[2] ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی یوم الحج الاکبر، رقم: ۹۵۷، و سندہ صحیح.

[3] بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة، ایام منی، رقم: ۱۷۴۲.

[4] بخاری، کتاب الجزیة، باب کیف ینبذ الی اهل العهد، رقم: ۳۱۷۷.

اعلان برأت کیا گیا تھا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن شداد سے حج اکبر اور حج اصغر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ یوم نحر حج اکبر کا دن ہے چونکہ لوگ عمرے کو حج اصغر کہا کرتے تھے اس لیے حج کو حج اکبر کہا گیا تا کہ یہ عمرے سے ممتاز ہو۔ اور عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ جو حج جمعہ والے دن ہو وہ حج اکبر ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔

ایامِ تشریق:

ذوالحج کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو ایامِ تشریق کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ان میں عرب لوگ قربانیوں کا گوشت دھوپ میں رکھ کر خشک کیا کرتے تھے۔

① قرآنِ مجید میں ایامِ تشریق کو ''ایامِ معدودات'' بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾ (البقرة:۲۰۳)

''اور اللہ تعالیٰ کو گنتی کے چند دنوں میں یاد کرو، جو شخص دو دن میں جلدی کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ رعایت) اُس کے لیے (ہے) جو ڈر گیا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔''

آیت کے سیاق سے پتا چل رہا ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ یہاں ایامِ معدودات سے مراد ایامِ تشریق ہیں۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ایام معدودات سے ایامِ تشریق مراد لیتے تھے۔ [2]

---

[1] جامع البیان: ۹/۵۸ حسن۔ [2] جامع البیان: ۲/۳۷٤ وسندہ حسن۔

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم بیان کیا کرتے تھے کہ ایام معدودات ایام تشریق ہیں۔ ❶

بہر حال ایام معدودات ایام تشریق ہی ہیں لہٰذا ان دنوں میں بہ کثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے۔ رمی جمار کے وقت بھی تکبیرات کہی جائیں اور دیگر حالات میں بھی۔ بازاروں میں اور چلتے پھرتے بھی یعنی ہر وقت تکبیرات پڑھتے رہنا چاہیے۔ نیز دیگر اذکار مسنونہ بھی پابندی کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔ کیوں کہ ایام تشریق کو ایامِ ذکر اللہ بھی کہا گیا ہے۔ چناں چہ سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ .)) ❷

''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ طَعْمٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ .)) ❸

''ایامِ تشریق کھانے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔''

ایامِ تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ رکھنا منع ہے جیسا کہ ابومرہ مولیٰ ام ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا تو انھوں نے (ہم) دونوں کو کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھاؤ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ تو سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کھاؤ۔ اس لیے کہ ان دنوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں افطار کا حکم دیا کرتے تھے اور روزوں سے منع فرماتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایامِ تشریق ہیں۔ ❹

---

❶ ایضاً وسنده صحيح.

❷ مسلم، كتاب الصيام، باب تحريم صوم ايام التشريق، رقم: ١١٤١.

❸ احمد: ٢/ ٢٢٩.

❹ ابوداؤد، كتاب الصيام، باب صيام ايام التشريق، ٢٤١٨ واسناده صحيح.

④ ایامِ تشریق کو ایام منیٰ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ حاجی حضرات ان دنوں میں منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (کعب کو) اور اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا:

((اِنَّـهٗ لَا یَـدْخُـلُ الْـجَـنَّةَ اِلَّا مُـؤْمِـنٌ ، وَاَیَّـامُ مِنٰـی اَیَّـامُ اَکْلٍ وَشُرَبٍ))[1]

''جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور ایام منیٰ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

❀ سیّدنا عبدالرحمٰن بن معمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْـحَـجُّ عَـرَفَاتٌ ، اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ ، اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ ، اَیَّامُ مِنًی ثَـلَاثٌ ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَـلَا اِثْمَ عَلَیْهِ ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا اِثْـمَ عَـلَیْـهِ ، وَمَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ اَنْ یَطْلُعَ الْفَجْرُ ، فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ .))[2]

''حج عرفات (میں ٹھہرنا) ہے، حج عرفات (میں ٹھہرنا) ہے، حج عرفات (میں ٹھہرنا) ہے۔ ایام منیٰ تین ہیں، پھر جو کوئی جلدی کرے اور منیٰ سے دو دن میں چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اور جس نے وقوف عرفات کو سورج طلوع ہونے سے پہلے پالیا تو گویا اس نے حج کو پالیا۔''

ایامِ منیٰ دراصل ایام تشریق ہی ہیں، جو تین ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو فرض قرار دیا ہے جیسا کہ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں۔ تاہم منیٰ میں پورے تین دن قیام کرنے کو فرض قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ جو دو دن کے اندر ہی منی سے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں

---

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم ایام التشریق، رقم: ١١٤٢.

[2] ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ٢٩٧٥، وقال: هذا حدیث حسن صحیح.

اور جو تاخیر کرے اور تیسرے دن جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

③ ایامِ تشریق وہ مبارک ایام ہیں جنھیں اہل اسلام کے لیے عید (خوشی) قرار دیا گیا ہے۔

چناں چہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيْدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ .)) [1]

''یومِ عرفہ، یومِ نحر اور ایامِ تشریق ہم اہل اسلام کے لیے عید کے ایام ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

ایامِ تشریق اصلاً عید ہی کے ایام ہیں، ان میں عام نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں البتہ حج تمتع کرنے والا اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس پر دس روزے لازم آتے ہیں۔ تین ایامِ حج میں اور سات گھر آ کر۔ چناں چہ اسے رخصت ہے کہ ایامِ تشریق میں یہ روزے رکھ لے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۹۶ میں ہے۔ البتہ اس میں یومِ عرفہ کا جو ذکر ہے کہ اس دن بھی روزہ رکھنا صحیح نہیں تو یہ بات حاجیوں کے لیے ہے۔ ان کے لیے روزہ نہ رکھنا بہتر ہے تاکہ وہ عرفات میں وقوف کی عبادت صحیح طریقے سے کر سکیں۔ لیکن غیر حاجیوں کے لیے یومِ عرفہ کے روزے کی یہی فضیلت ہے کہ ان کے لیے یہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ [2]

ذوالحجہ میں کرنے والے اعمال:

ماہِ ذی الحجہ میں اہل اسلام کو جن خصوصی عبادات کا حکم دیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

ا: حج:

حج اسلام کے محکم اور قطعی فرائض میں سے ایک فریضہ اور اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ اس لیے مسلمان صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض

---

[1] ابو داؤد، کتاب الصیام، باب صیام ایام التشریق، رقم: ۲٤۱۹؛ ترمذی، رقم: ۷۷۳، وقال: حسن صحیح.

[2] ابو داؤد مع فوائد سعیدی: ۲/۸۳۵.

ہے۔ اس کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آلِ عمران:٩٧)

''اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس کی طرف راہ چلنے کی طاقت رکھے، پس جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔''

❀ اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (البقرة: ١٩٦)

''حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔''

احادیث میں بھی حج کی فرضیت کا بڑی وضاحت سے ذکر ہوا ہے۔ چناں چہ سیدنا ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا.))

''اے لوگو! بے شک تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔''

ایک آدمی نے عرض کیا: کیا ہر سال (حج فرض ہے) اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ حتیٰ کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا:

((لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ.)) [1]

''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (حج ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔''

❀ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا اقرع بن حابس نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا حج ہر سال (فرض) ہے یا (زندگی میں) ایک ہی بار؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] مسلم، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، رقم: ١٣٣٧.

((بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ .)) ❶

''نہیں! بلکہ ایک ہی بار (فرض) ہے جو اس سے زیادہ کرے تو وہ نفل ہے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر پوری امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ پوری زندگی میں (صاحب استطاعت پر) ایک بار حج وعمرہ فرض ہے۔ ❷

حج کی فضیلت:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ .))❸

''جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں کوئی فحش بات اور برائی کا کام نہ کیا تو وہ اس دن کی طرح گناہوں سے پاک ہوکر لوٹے گا جس دن اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''

❀ سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

((وَإِنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ .)) ❹

''بے شک حج (بھی) پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

❀ سیّدنا ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ترین عمل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ .))

''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔'' پوچھا گیا کہ اس کے بعد؟ فرمایا:

((جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .))

---

❶ ابوداؤد، کتاب الحج، باب فرض الحج، رقم: ۱۷۲۱، قال الالبانی: صحیح.

❷ نیل الاوطار بحوالہ سوئے حرم، ص:۳۵.

❸ بخاری، کتاب المناسک، باب الحج المبرور، رقم: ۱۵۲۱.

❹ مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یهدم ما کان قبله ......، رقم: ۱۲۱.

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' پوچھا گیا: پھر اس کے بعد؟ فرمایا:

((حَجٌّ مَبْرُوْرٌ .)) ❶

''حج مبرور۔''

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو تمام اعمال سے افضل دیکھتے ہیں پھر ہم (خواتین) بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا ، وَلٰكِنْ اَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)) ❷

''نہیں، بلکہ افضل جہاد حج مبرور ہے۔''

❀ صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں ہے: ''عورتوں پر ایسا جہاد (فرض) ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے۔'' ❸

❀ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ ، كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةَ)) ❹

''حج اور عمرہ ایک دوسرے کے بعد کرو کیوں کہ یہ دونوں تنگ دستی اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ (آگ کی) بھٹی لوہے اور سونے، چاندی کے زنگ کو دور کرتی ہے۔ اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔''

حج مبرور سے مراد وہ مقبول حج ہے جس میں کوئی معصیت کا کام سرزد نہ ہوا ہو۔

❀ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگا کہ میں کمزور دل آدمی ہوں اور بوڑھا بھی ہوں (جہاد نہیں کرسکتا۔ کیا

---

❶ بخاری، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، رقم: ١٥١٩.

❷ بخاری، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، رقم: ١٥٢٠.

❸ ابن خزیمه، رقم: ٣٠٧٤.

❹ ترمذی، كتاب الحج، باب ثواب الحج والعمرة، رقم: ٨١٠، وقال حسن صحيح غريب.

کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

((هَلُمَّ إِلٰى جِهَادٍ، لا شَوْكَةَ فِيْهِ، اَلْحَجُّ .)) ❶

''ایسے جہاد کی طرف چلو جس میں کوئی ہتھیار نہیں اٹھانا پڑتا یعنی حج کرو۔''

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جِهَادُ الْكَبِيْرِ، وَالصَّغِيْرِ، وَالضَّعِيْفِ، وَالْمَرْأَةِ، اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ)) ❷

''بوڑھوں، بچوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔''

❀ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان عرفات میں ایک شخص وقوف کیے ہوئے تھا کہ اچانک اپنی سواری سے گر پڑا اور اس کے کچلنے سے جاں بحق ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَأَلْبِسُوْهُ ثَوْبَيْهِ، وَلا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّى .)) ❸

''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، دو کپڑوں میں کفن دو، خوشبو مت لگانا اور نہ اس کے سر کو ڈھانپنا۔ کیوں کہ یہ روزِ قیامت تلبیہ کہتا ہوا اللہ کی بارگاہ میں اٹھے گا۔''

فضائل حج کے متعلق اور بھی بہت ساری مرویات موجود ہیں جنھیں ہم بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کر رہے۔ کیوں کہ مومن مسلمان کے لیے تو ایک حدیث ہی کافی ہے۔ لہٰذا جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ اتنی طاقت دے کہ وہ حج کو جاسکے تو اسے ضرور بالضرور وقت کو غنیمت جاننا چاہیے۔

---

❶ طبرانی فی الاوسط: ٣/ ١٩٠، رقم: ٤٢٨٧، قال الهیثمی فی المجمع ٣/ ٣٥٥: رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجاله ثقات.

❷ نسائی، کتاب الحج، باب فضل الحج، رقم: ٢٦٢٦ قال الالبانی: حسن.

❸ مسلم، کتاب الحج، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات، رقم: ١٢٠٦.

آج ہم شادی بیاہ کی فضول رسموں پر جتنا مال برباد کرتے ہیں اگر اسی کو کام میں لائیں تو یہ فریضہ بآسانی ادا کر سکتے ہیں مگر لوگوں نے جہیز اور شادی کی دیگر رسومات کو فرض اور حج کو نعوذ باللہ ایک زائد چیز سمجھ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس فریضے کا ذوق اور شوق نصیب فرمائے، آمین۔

اعمالِ حج:

حج کے اعمال پانچ یا چھ دنوں میں ادا کیے جاتے ہیں۔ ان کی ابتدا آٹھ ذی الحجہ سے ہوتی ہے، اس دن کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ اس دن سفرِ حج کی تیاری کے لیے اونٹوں کو پانی پلایا جاتا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقعے پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دن منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ نو ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں ظہر سے غروبِ آفتاب تک ٹھہرنا حج کا عظیم رکن ہے۔ حجاج کرام نو ذی الحجہ کا دن عرفات میں گزار کر اور اس کے بعد رات مزدلفہ میں بسر کر کے دس ذی الحجہ کو منیٰ جاتے ہیں اور چار کام کرتے ہیں:

۱: جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارتے ہیں۔
۲: حج تمتع اور حج قران والے قربانی کرتے ہیں۔
۳: حجامت کرواتے ہیں۔
۴: طواف زیارت کرتے ہیں۔ حج تمتع کرنے والے صفا و مروہ کی سعی بھی کرتے ہیں۔ حج قران والے جن لوگوں نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو وہ بھی سعی کرتے ہیں۔

نوٹ: مسائل حج سے مکمل آگاہی کے لیے اس موضوع پر تالیف کردہ کتب ملاحظہ فرمائیں۔

۲: عید الاضحیٰ:

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سال بھر میں خوشی کے لیے خصوصی طور پر صرف دو تہوار دیے ہیں۔ پہلا تہوار عید الفطر کا ہے جو شوال المکرّم کی یکم تاریخ کو منایا جاتا ہے، جب کہ دوسرا مہتم بالشان تہوار عید الاضحیٰ کا ہے جو ذی الحجہ کی دس تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اسے عید

قربان اور بقرعید بھی کہا جاتا ہے۔عید الاضحیٰ کے دن کو یومِ نحر بھی کہا جاتا ہے۔جس کی فضیلت آپ گزشتہ سطور میں پڑھ آئے ہیں۔ اسی طرح عید کے احکام ومسائل بھی گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

۳: قربانی:

ماہِ ذی الحجہ میں تیسرا اہم کام جس کی بڑی تاکید کی گئی ہے وہ قربانی کا ہے جس کا آغاز دس ذی الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد ہوتا ہے جب کہ اختتام کے متعلق مختلف اقوال ہیں جن میں سے معروف دو ہی ہیں۔

① تیرہ ذی الحجہ تک۔ امام حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم، جمہور اور عام علمائے اہل حدیث کا یہی قول ہے۔

② بارہ ذی الحجہ تک۔سیدنا علی، انس بن مالک، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ امام مالک، ابوحنیفہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا یہ قول ہے یعنی بارہ ذی الحجہ تک قربانی کرنے میں سب متفق ہیں، لیکن تیرہویں میں اختلاف ہے۔لہٰذا ہمارے نزدیک احوط پہلو کو اپنانا ہی زیادہ مناسب ہے۔

قربانی کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ﴾ (الحج:٣٤)

''اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں دے رکھے ہیں۔''

❀ اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

(الانعام:١٦٢)

''کہہ دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب

العالمین کے لیے ہے۔''

❀ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر:۲)

''پس اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھ اور (اسی کے لیے) قربانی کر۔''

❀ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا .)) [1]

''جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔''

قرآنِ مجید کی ان آیات اور مذکورہ حدیث سے قربانی کی اہمیت خوب واضح ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ

① رسول اللہ ﷺ سے قربانی کا ترک کرنا قطعاً ثابت نہیں۔ بالفاظ دیگر آپ ہمیشہ قربانی کرتے رہے۔

② جو صحابہ کرام انجانے میں نماز عید سے قبل قربانی کر بیٹھے انھیں آپ نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔

③ قربانی کے متعلق حضرات صحابہ کرام کا اہتمام اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے حالت سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قربانی کی۔

قربانی کی اس اہمیت کے پیش نظر بعض علماء نے قربانی کو فرض اور واجب قرار دیا ہے تاہم جمہور کا مسلک یہ ہے کہ قربانی سنت ہے۔

احادیث میں بھی قربانی کے لیے سنت ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک ہم عید الاضحیٰ کے دن سب سے پہلے نماز عید پڑھیں گے پھر قربانی کریں گے۔ تو جس نے ایسے ہی کیا

---

[1] ابن ماجه، كتاب الاضاحي، باب الاضاحي واجبة هي ام لا؟ رقم: ۳۱۲۳، قال الالباني: حسن.

(پہلے نماز پھر قربانی) ''فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا'' بے شک اس نے ہماری سنت کو پالیا۔''[1]

❀ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی اس نے محض اپنی خاطر جانور ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی تو اس کی قربانی ہوگئی ''وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِیْنَ '' اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔''[2]

((فقد اصاب سنتنا)) اور ((اصاب سنة المسلمين)) کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ قربانی سنت ہے، فرض نہیں۔

❀ اسی طرح سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو ((وَاَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یُضَحِّیَ)) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے باز رہے۔''[3]

یہاں ((واراد احدكم ان يضحى)) کے الفاظ قابل غور ہیں۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی کے حکم کو ارادہ سے معلق کیا گیا ہے، جب کہ واجب کو ارادہ سے معلق نہیں کیا جاتا، لہٰذا قربانی واجب نہیں۔[4]

علاوہ ازیں سیّدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ اس بات کی ناگواری کی وجہ سے قربانی نہیں کیا کرتے تھے کہ کہیں ان کی اس میں اقتدا نہ کی جائے۔[5]

سیّدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تو قربانی ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اس ڈر سے کہ اسے حتمی اور واجب نہ سمجھ لیا جائے حالانکہ میں تم سب سے بڑھ کر آسانی سے

---

[1] بخاري، كتاب الاضاحي، باب سنة، الاضحية، رقم: ٥٥٤٥.

[2] ايضاً، رقم: ٥٥٤٦.

[3] مسلم، كتاب الاضاحي، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة، رقم: ١٩٧٧.

[4] المغنى: ٥٨١/٣.

[5] سنن الكبرى للبيهقى: ٤٩١/٩ قال الالبانى: سند صحيح.

قربانی کرسکتا ہوں۔ [1]

معلوم ہوا کہ قربانی سنت ہے نہ کہ فرض۔

④ قربانی کا جانور دو دانتا ہونا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی مشکل بن جائے تو پھر بھیڑ کی نسل سے جذعہ ذبح کیا جاسکتا ہے۔ [2]

⑤ قربانی کا جانور عیب دار مثلاً واضح کانا، بیمار، لنگڑا، نہایت لاغر یا کان میں نقص والا نہ ہو۔ [3]

⑥ قربانی کے لیے جانور بھیمۃ الانعام یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سے ہونا چاہیے۔ [4]

ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور مثلاً بھینس وغیرہ کی قربانی نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہاں ان کی قربانی نہ کرنا ہی احوط ہے۔

⑦ بال اور ناخن نہ کٹوانا: بال اور ناخن نہ کٹوانے کی پابندی صرف اسی شخص کے لیے ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اور یہ پابندی ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے لے کر قربانی کرنے تک برقرار رہے گی۔ چناں چہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أُهِلَّ هَلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ، وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ)) [5]

"جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لیے کوئی قربانی ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے تو وہ قربانی کرنے تک اپنے بال نہ ترشوائے اور نہ ناخن کاٹے۔"

یعنی ناخنوں کو نہ قلم کرے اور نہ ہی توڑے۔ اسی طرح بال ہیں، نہ انھیں مونڈھے نہ

---

[1] ایضاً: ۴۹۲/۹ وسندہ صحیح.

[2] مسلم، رقم: ۱۹۶۳.

[3] ابوداؤد، رقم: ۲۸۰۲ وسندہ صحیح.

[4] فتح القدیر: ۱۱۵/۵.

[5] مسلم، کتاب الاضاحی، باب نھی من دخل علیه عشر ذی الحجة، رقم: ۱۹۷۷.

ہلکے کرے، نہ نوچے اور نہ ہی جلا کر انھیں ختم کرے۔ وہ بال جسم کے کسی بھی حصے کے ہوں (ظاہری یا اندرونی) انھیں بالکل نہ چھیڑے۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس نے قربانی نہیں کرنی تو اس کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کسی صحیح حدیث میں نہیں۔ البتہ اگر ایسا شخص قربانی کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ عید کے روز اپنے بال اور ناخن تراش لے، مونچھیں کاٹ لے اور اندرونی بال صاف کرے۔ [1]

قربانی کی فضیلت میں ضعیف وموضوع روایات:

- ''یوم نحر کو انسان خون بہانے سے بہتر کوئی عمل نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کو اس سے محبوب ترین ہو۔ بلاشبہ قربانی کرنے والا روز قیامت قربانی کے سینگ، بال اور کھریاں لے کر حاضر ہوگا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اللہ کے ہاں قبولیت کے مکان میں ثبت ہو جاتا ہے۔ سو اس قربانی سے دلی خوشی محسوس کرو۔ [2]

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں ابو المثنی ضعیف راوی ہے۔

- زید بن ارقم کہتے ہیں کہ اصحاب رسول نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ تمہارے بابا ابراہیم کی سنت ہیں۔'' انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمہارے لیے ہر بال کے عوض نیکی ہے۔'' انھوں نے پوچھا: قربانی کی اون میں کیا اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔'' [3]

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں ابوداؤد نفیع بن الحارث الاعمیٰ کذاب اور عائذ اللہ منکر الحدیث ہے۔

---

[1] ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ایجاب الاضاحی، رقم: ۲۷۸۹؛ حاکم: ۲۲۳/٤ وقال: ھذا حدیث صحیح الاسناد ووافقہ الذھبی۔

[2] ترمذی، رقم: ۱٤۹۳۔

[3] ابن ماجہ، رقم: ۳۲۱۷۔

❀ ''روز عید قربانی سے افضل کوئی رقم خرچ نہیں ہوتی۔''❶

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں ابراہیم بن یزید الخوزی سخت ضعیف ہے۔

❀ ''جس نے خوش دلی اور طلب ثواب کی نیت سے اپنی قربانی ذبح کی وہ روز قیامت اس کے لیے جہنم سے پردہ بنے گی۔''❷

یہ روایت موضوع ہے۔ اس میں سلیمان بن عمرو النخعی کذاب راوی ہے۔

❀ ''لوگو! قربانی کیا کرو اور قربانی کے خون سے طلب ثواب کی نیت رکھو اس لیے کہ یہ خون زمین پر گرتا ہے لیکن وہ حرز اللہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔''❸

یہ روایت بھی موضوع ہے۔ اس میں عمرو بن حصین العقیلی متروک راوی ہے۔

❀ ''اے فاطمہ! قربانی کی طرف اٹھو اور ذبح کے وقت قربانی کے پاس حاضر رہو۔ کیونکہ قربانی کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے اور اس وقت یہ دعا پڑھنا: ((قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین، لا شریك له وبذلك امرت وانا اوّل المسلمین.)) سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قربانی سے گناہوں کی تلافی آپ کے لیے اور آپ کے اہل بیت کے لیے ہی خاص ہے یا عام مسلمانوں کے لیے بھی یہ مغفرت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ یہ تو تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔''❹

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں ابوحمزہ الثمالی سخت ضعیف راوی ہے۔

❀ ''اے فاطمہ! اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو۔ بے شک اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور روزِ قیامت یہ قربانی اپنے

---

❶ سلسلة الضعيفة، رقم: ٥٢٤.

❷ ایضاً، رقم: ٥٢٩.

❸ ایضاً، رقم: ٥٣٠.

❹ حاکم: ٤/ ٢٢٢.

گوشت اور خون سے ستر گنا موٹی بنا کر لائی جائے گی حتی کہ تیرے میزان میں رکھ دی جائے گی۔''

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ آلِ محمد کے لیے خاص ہے یا آلِ محمد اور عام مسلمانوں کے لیے بھی؟ آپ نے فرمایا: بلکہ آل محمد اور عام مسلمانوں کے لیے ہے۔''[1]

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس میں عمرو بن خالد ضعیف جبکہ محمد بن علی کے آباء مجہول ہیں۔

۴: تکبیرات:

ماہِ ذی الحجہ کا ایک اور اہم حکم جس کی بہت زیادہ تبلیغ کی ضرورت ہے، وہ تکبیرات کا ہے۔ اس میں امام، مقتدی، منفرد، مرد، عورت، مسافر، مقیم، شہر والے اور گاؤں والے سب شامل ہیں۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ (البقرة:۲۰۳)

''اور اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں (خوب) یاد کرو۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عام ہے جو سب مسلمانوں کے لیے۔ محمد بن ابوبکر ثقفی راوی ہیں کہ ہم منٰی سے عرفات کی طرف جا رہے تھے تو میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ لوگ عہد نبوی میں تلبیہ کیسے کہتے تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے اور تکبیر کہنے والے تکبیر کہتے، اور کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا۔[2]

❀ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (رسول اللہ کے دور میں) ہمیں عید کے دن عید گاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی تکبیر کہتیں اور جب

---

[1] سنن الکبریٰ للبیهقی: ۵۲۷/۹.

[2] بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منی……، رقم: ۹۷۰.

وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔ ❶

جہاں تک ان تکبیرات کے آغاز اور اختتام کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار سے یہ چیز ملتی ہے کہ یہ تکبیرات یوم عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کی نماز فجر سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی شام (نماز مغرب سے پہلے) تک پڑھی جائیں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نو ذی الحجہ کی نماز فجر سے لے کر تیرھویں ذی الحجہ کی شام (نماز مغرب سے پہلے) تک یہ تکبیرات پڑھتے تھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُّ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ یوم عرفہ کی نماز فجر سے لے کر آخری یوم تشریق کو نماز عصر کے بعد تک تکبیرات پڑھتے تھے۔ ❸

امام ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ یوم عرفہ کی نماز فجر سے لے کر آخری یوم تشریق کی عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔ ❹

تکبیرات کے الفاظ:

❀ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ مِرَارًا ، اَللّٰهُمَّ! اَنْتَ اَعْلٰى وَاَجَلَّ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ صَاحِبَةٌ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ وَلَدٌ ، اَوْ يَكُوْنَ لَكَ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ ، اَوْ يَكُوْنَ لَهُ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ ، وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ تَكْبِيْرًا ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا . ❺

❀ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُّ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ

❶ بخاری، كتاب العيدين، باب التكبير في ايام منى......، رقم: ٩٧١.

❷ مصنف ابن ابی شيبة: ١٩٨/٤ وسنده صحيح.

❸ مصنف ابن ابی شيبة: ١٩٥/٤ وسنده صحيح.

❹ مصنف ابن ابی شيبة: ٤/ ١٩٨ صحيح.

❺ مصنف عبدالرزاق: ٢٩٥/١١، سنن الكبرىٰ للبيهقي: ٧٥٦/٣ عن سلمان وسنده صحيح.

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . [1]

❀ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُّ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَا هَدَانَا . [2]

❀ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . [3]

۵: عشرہ ذی الحجہ کے روزے:

امہات المومنین میں سے ایک کا بیان ہے کہ رسول محترم ﷺ ذی الحجہ کے (پہلے) نو دن، عاشورہ محرم، ہر مہینے میں تین دن اور ہر مہینے کے پہلے سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ [4]

اسی طرح گزشتہ سطور میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ عام دنوں سے عشرہ ذی الحجہ میں اعمال زیادہ فضیلت والے ہیں۔ حتی کہ عام دنوں کا جہاد بھی عشرہ ذی الحجہ سے بہتر اور افضل نہیں ماسوائے اس مجاہد کے جس نے اپنی جان اور مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ [5]

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ یعنی اس کے ابتدائی نو دونوں میں روزے رکھنے اور دیگر نیک اعمال کرنے کی انتہائی فضیلت ہے۔ جہاں تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا تعلق ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو عشرہ ذی الحجہ میں کبھی بھی روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ [6]

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کس عارضے مثلاً سفر یا مرض کی بنا پر ان دنوں میں روزے نہیں رکھے۔ یا پھر یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ان دنوں میں روزہ رکھتے

---

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴/۱۹۸ عن ابن عباس وسندہ صحیح.

[2] سنن الکبری للبیھقی عن ابن عباس، وسندہ صحیح.

[3] مصنف عبدالرزاق: ۴/۱۹۹ عن ابراھیم النخعی، وسندہ صحیح.

[4] ابو داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر، رقم: ۲۴۳۷، وسندہ صحیح.

[5] بخاری، رقم: ۹۶۹. [6] مسلم، رقم: ۱۱۷۶.

نہیں دیکھا۔ یہ مطلب نہیں کہ ان دنوں میں آپ نے فی نفسہٖ روزے نہیں رکھے۔

٦: معاصی سے بچنے کا خاص اہتمام:

ذوالحجہ کا مہینا حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس لیے اس کی حرمت کا یہ تقاضا ہے کہ اس میں چھوٹے بڑے ظلم اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے۔

❀ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾ (التوبة:٣٦)

''پس ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔''

تفسیر جلالین میں ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ﴾ ای الاشهر الحرم ﴿اَنْفُسَكُمْ﴾ بالمعاصی فانها فيها اعظم وزرا، وقيل فى الاشهر كلها.[1]

یعنی ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ کیوں کہ ان مہینوں میں گناہ کا وبال اَور بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تمام مہینوں میں گناہ کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

ماہِ ذی الحجہ اور عید غدیر خم:

غدیر خم دراصل مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ رافضیوں کے بقول نبی ﷺ دس ہجری کو حجۃ الوداع سے واپس آتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر کم وبیش ایک لاکھ صحابہ کے مجمع میں کھڑے ہو کر آپ نے خطبہ دیا جس میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا واضح طور پر حکم دیا تھا لہٰذا اس خوشی میں یہ حضرات ١٨ ذی الحجہ کو عید غدیر کے نام سے جشن مناتے ہیں۔ یہ عید ان کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی بڑھ کر فضیلت والی ہے۔ اس لیے اسے عید الاکبر بھی کہتے ہیں۔[2]

---

[1] تفسير جلالين، ص:١٥٨.

[2] تحفه اثنا عشريه، ص:٤٩٣.

رافضی حضرات اس دن کا خاص اہتمام کرتے ہیں اور طرح طرح کی فرحت ومسرت ظاہر کرتے ہیں۔ رنگ برنگے کھانے تیار کرتے ہیں دفاتر اور دکانیں بند رکھتے ہیں۔ تقریریں کرتے ہیں اور مقالات ومحاضرات ماتم کی مجلسوں میں پیش کرتے ہیں۔

جہاں تک اس عید کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ہر وہ شخص جس کو ذرہ برابر بھی علم ہے اس پر یہ مخفی نہیں کہ یہ عید بدعت ہے جسے رافضیوں نے ۳۵۰ھ کے بعد ایجاد کیا۔ دین اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نہ سیّد المرسلین ﷺ کی شریعت میں اس کی کوئی سند ہے، نہ قرآنِ مجید میں اس کا ذکر ہے، نہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے اور نہ ہی اہل بیت مطہرین سے، کیونکہ ان حضرات نے اس دن نہ یہ عید منائی اور نہ ہی منانے کا حکم دیا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اٹھارہ ذی الحجہ دس ہجری کو نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپس آتے ہوئے ''غدیرخم'' کے مقام پر خطبہ دیا اور خطبہ میں کتاب اللہ کی اتباع کی وصیت کی تھی، نیز اپنے اہل بیت کے متعلق بھی وصیت کی تھی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ [1]

لیکن بعض لوگوں نے اس میں طرح طرح کے اضافے کردیے ہیں حتی کہ یہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا واضح طور پر حکم دیا تھا اور انھیں بلند جگہ پر بٹھایا تھا لیکن بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ساز باز کرکے یہ وصیت چھپا ڈالی، وصی کا حق غصب کرلیا اور فسق وکفر میں پڑ گئے! حالانکہ اگر اس طرح کی کوئی بات ہوئی ہوتی تو اس کا چھپانا ناممکن تھا۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کی دیانت داری اور ایمان داری دیکھتے ہوئے ایک لمحے بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے ایسا کیا ہو۔

یہاں مسئلہ امامت پر بحث مقصود نہیں، صرف یہ بیان کرنا ہے کہ اس دن کو عید قرار دینا بدعت ہے، کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں۔ اسے سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم نے عید

---

[1] صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالبؓ، حديث: ٢٤٠٨.

سمجھا، نہ اہل بیت میں سے کسی نے خیال کیا کہ اس کی تعظیم وتخصیص کرنی چاہیے۔ عیدیں وہی ہیں جو مشروع کردی گئی ہیں، لہٰذا اس بارے میں اتباع چاہیے نہ کہ ابتداع۔

اور اگر محض غدیرخم میں خطبے کی وجہ سے اس دن کو کوئی خصوصیت حاصل ہوسکتی ہے تو دوسرے ایام میں بھی نبی کریم ﷺ نے خطبے دیے ہیں۔ وصیتیں کی ہیں اور اہم واقعات پیش آئے۔ مثلاً وہ دن جس میں بدر، حنین، خندق، فتح مکہ، ہجرت اور مدینہ میں داخلہ جیسے عظیم الشان واقعات پیش آئے لیکن محض ان واقعات کی وجہ سے ان دنوں کو عید قرار نہیں دیا گیا۔

اس طرح کے کام تو نصاریٰ کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تاریخی ایام کو عید بنا لیتے ہیں، یا یہ یہود کا طریقہ ہے۔ اسلام میں تو عید، شریعت کے حکم پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن کو مقرر کردیا ہے، بس وہی عید ہے۔ اسی کو منانا چاہیے اور نئی نئی عیدیں ایجاد کرکے دین میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ [1]

ماہِ ذی الحجہ واقعات وحوادث کے آئینے میں

واقعات وحوادث	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ غزوۂ سویق [2]	۲ھ	مئی ۶۲۴ء
⊙ وفات سیّدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ [3]	۲ھ	مئی ۶۲۴ء

نوٹ: دوسرا قول شعبان ۳ھ کا ہے۔

⊙ وفات سیّدہ امّ رومان زوجہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [4]	۷ھ	اپریل ۶۲۹ء

[1] فکر وعقیدہ کی گمراھیاں، ص: ۷۲، ۷۳.

[2] المغازی، ص:۱۵٦؛ ابن سعد: ۱/۲٦٦؛ ابن هشام: ۳/۵؛ خلیفة؛ ص:۲۱، القضاعی؛ ص:۵۵، جوامع السیرة، ص:۱۵۳؛ تاریخ الاسلام: ۲/۷۱؛ البدایة: ٤/۱۵۸.

[3] صحیح تاریخ طبری: ۲/۱۹۹؛ الکامل: ۲/۳۸.

[4] الاستیعاب: ٤/٤۹۰؛ الاصابة: ٤/ ۲٦۹۳؛ ۲٦۹٤.

نوٹ: سن ہجری کے متعلق اختلاف ہے۔

واقعہ	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ سریہ ابن ابی العوجاء از طرف بنی سلیم [1]	۷ھ	اپریل ۶۲۹ء
⊙ ولادت سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بن سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم [2]	۸ھ	مارچ ۶۳۰ء
⊙ حج زیر امارت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [3]	۹ھ	مارچ ۶۳۱ء
⊙ حجۃ الوداع [4]	۱۰ھ	مارچ ۶۳۲ء
⊙ وفات داماد رسول سیّدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ [5]	۱۲ھ	فروری ۶۳۴ء
⊙ شہادت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ [6]	۲۳ھ	اکتوبر ۶۴۴ء

نوٹ: دوسرا قول محرم ۲۴ھ کا ہے۔

واقعہ	سن ہجری	سن عیسوی
⊙ شہادت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ [7]	۳۵ھ	جون ۶۵٦ء
⊙ خلافت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [8]	۳۵ھ	جون ۶۵٦ء
⊙ وفات سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [9]	۴۴ھ	فروری ۶۶۵ء

---

[1] المغازی، ص:٥٠٥؛ ابن سعد: ١/٣٤٤؛ المنتظم: ١/٣٧٧؛ عیون الاثر: ٢/١٦٠؛ البدایة: ٤/٤٦٨.

[2] المنتظم: ١/٣٩٣؛ عیون الاثر: ٢/٣٦٦؛ الکامل: ٢/١٤١؛ الاصابة: ١/١٠٥.

[3] المنتظم: ١/٤٠٦؛ ابن سعد: ١/٣٧٩؛ خلیفة، ص:٤٥؛ جوامع السیرة، ص: ٢٥٨؛ الکامل: ٢/١٥٧.

[4] بخاری مع الفتح: ٨/١٣٠.

[5] صحیح تاریخ طبری: ٣/٧٥؛ المنتظم: ١/٤٥٣؛ الکامل: ٢/٢٤٤؛ الاصابة: ٤/٢٢٨٩؛ الاستیعاب: ٤/٢٦٦.

[6] صحیح تاریخ طبری: ٣/٢٩٣؛ ابن سعد: ٣/١٢٣؛ خلیفة، ص: ٨٧؛ مستدرك حاکم: ٣/٩٠،٩٢؛ سیر: ٢/٣١٨؛ ابن خلدون : ١/٣٠٧.

[7] صحیح تاریخ طبری: ٣/٣٦٢؛ الیعقوبی: ٢/٢٨٥؛ المسعودی: ٢/٢٨٥؛ خلیفة، ص: ١٠٤؛ القضاعی، ص:٩٢؛ ابن خلدون: ١/٣٦٤؛ تهذیب الکمال: ٧/٥٩؛ البدایة: ٧/٣٤٣.

[8] ابن سعد: ٣/١٥٧؛ الیعقوبی: ٢/٢٨٨؛ تهذیب الکمال: ٧/٣٢٤؛ البدایة: ٧/٤٠٠؛ ابن خلدون: ١/٣٧٧.

[9] تذکرة الحفاظ: ١/٤٣؛ تقویم تاریخی، ص:١١.

نوٹ: سن ہجری کے متعلق دوسرے اقوال بھی ہیں۔

⊙ واقعہ حرہ [1] ۶۳ھ اگست ۶۸۳ء

⊙ قتیبہ بن مسلم الباھلی کا قتل [2] ۹۶ھ اگست ۷۱۵ء

⊙ وفات جناب سالم بن عبداللہ بن عمر [3] ۱۰۶ھ مئی ۷۲۵ء

نوٹ: دوسرا قول ذی القعدہ کا ہے۔

⊙ وفات امام طاؤس بن کیسان [4] ۱۰۶ھ اپریل ۷۲۵ء

⊙ خلافت بنوامیہ کا خاتمہ وخلافت بنوعباس کا آغاز [5] ۱۳۲ھ اگست ۷۵۰ء

⊙ وفات خلیفہ ابوالعباس السفاح وخلافت ابوجعفر المنصور [6] ۱۳۶ھ جون ۷۵۴ء

⊙ وفات امام ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز رحمہ اللہ [7] ۱۵۰ھ جنوری ۷۶۸ء

⊙ ولادت خلیفہ ہارون الرشید [8] ۱۵۰ھ جنوری ۷۶۸ء

نوٹ: دوسرے اقوال بھی ملتے ہیں۔

⊙ وفات خلیفہ المنصور وخلافت المہدی [9] ۱۵۸ھ اکتوبر ۷۷۵ء

---

[1] صحیح تاریخ طبری: ٤/٨٤؛ خلیفة، ص: ١٥٥؛ المنتظم: ٢/٢٠٦؛ الكامل: ٣/٤٣٣؛ تاريخ الاسلام: ٥/٢١؛ البداية: ٨/٣١٢.

[2] سير: ٤/٥٥٠؛ ابن خلكان: ٤/٤٨٨؛ البداية: ٩/٣٥٩.

[3] ابن سعد: ٥/١٧١؛ المنتظم: ٢/٣٧٠؛ ابن خلكان: ٢/٢٨٩؛ تهذيب الكمال: ٤/١٥؛ سير: ٤/٥٨١.

[4] تاريخ الاسلام: ٧/٦٨؛ سير: ٥/٢٧.

[5] خليفة، ص: ٢٦٤؛ اليعقوبى: ٢/٥٥٥؛ الكامل: ٥/٧٦.

[6] خليفة، ص: ٢٧٠؛ القضاعى، ص: ١٢١؛ ١٢٢؛ تاريخ مدينة السلام: ١١/٢٣٧؛ ٢٤٥؛ الكامل: ٥/١٠١؛ البداية: ١٠/٢٨٦.

[7] ابن سعد: ٥/٣٥٢؛ تاريخ الاسلام: ٩/١٣٣؛ تهذيب التهذيب: ٨/ ٣٥٥.

[8] تاريخ مدينة السلام: ١٦/٩؛ المنتظم: ٣/١٠٥؛ الكامل: ٥/٢٧٢.

[9] خليفة، ص: ٢٨٧؛ القضاعى، ص: ١٢٤؛ المسعودى: ٣/٣٧٣؛ تاريخ مدينة السلام: ٣/٢٨٢؛ الكامل: ٥/٢١٣؛ البداية: ١٠/ ٣٧٦.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات امام حماد بن سلمہ بن دینار [1]	۱۶۷ھ	جولائی ۷۸۴ء
⊙ وفات امام حفص بن غیاث النخعی [2]	۱۹۴ھ	ستمبر ۸۱۰ء
⊙ وفات محمد بن عمر الواقدی [3]	۲۰۷ھ	اپریل ۸۲۳ء
⊙ وفات امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل [4]	۲۱۲ھ	مارچ ۸۲۸ء
⊙ وفات بشر بن غیاث المریسی [5]	۲۱۸ھ	دسمبر ۸۳۳ء
⊙ وفات خلیفہ الواثق وخلافت المتوکل [6]	۲۳۲ھ	اگست ۸۴۷ء
⊙ وفات امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی [7]	۲۵۵ھ	نومبر ۸۶۹ء
⊙ وفات قاضی ابواسحاق اسمٰعیل بن اسحاق الازدی [8]	۲۸۲ھ	جنوری ۸۹۶ء
⊙ وفات ابوبکر الشبلی الصوفی [9]	۳۳۴ھ	جولائی ۹۴۶ء
⊙ وفات ابن النحاس احمد بن محمد النحوی [10]	۳۳۸ھ	مئی ۹۵۰ء
⊙ بدعت عید غدیر کی ابتدا [11]	۳۵۲ھ	جنوری ۹۶۴ء

[1] خليفة، ص: ٢٨٩؛ تهذيب الكمال: ١١٧/٣؛ سير: ٢٧٣/٦؛ تاريخ الاسلام: ٨٣/١٠.

[2] ابن سعد: ٣٨٩/٦ (الشامله)؛ تاريخ مدينة السلام: ٨٣/٩.

[3] ابن سعد: ٣٢٣/٥؛ تاريخ مدينة السلام: ٣١/٤؛ المنتظم: ٢٦٥/٣؛ ابن خلكان: ٦٩٥/٤؛ سير: ٢٦٣/٧؛ تاريخ الاسلام: ١٩٩/١٤.

[4] خليفة، ص: ٣١٤؛ ابن سعد: ٢٠٩/٧؛ سير: ٢٧٦/٧؛ تاريخ الاسلام: ١٠٥/١٥.

[5] تاريخ مدينة السلام: ٢٤٥/٧؛ المنتظم: ٣١٢/٣؛ ابن خلكان: ٢٨٦/١؛ تاريخ الاسلام: ٤٩/١٥.

[6] القضاعي؛ ص: ١٣٤؛ ١٣٥؛ تاريخ مدينة السلام: ٢٣/١٦، ٤٧/٨؛ الكامل: ٨٩/٦؛ تاريخ الاسلام: ١٩١/١٧؛ البداية: ١٢٧/١١.

[7] تاريخ مدينة السلام: ٢١٣/١١؛ سير: ٤٤٦/٨؛ الكامل: ٢٠٩/٦؛ تاريخ الاسلام: ١٢٤/١٩.

[8] تاريخ مدينة السلام: ٢٨١/٧.

[9] تاريخ مدينة السلام: ٥٧٢/١٦؛ ابن خلكان: ٢٣٩/٢؛ الكامل: ٢١١/٧؛ البداية: ١٧٢/١٢.

[10] المنتظم: ١٨٧/٤؛ ابن خلكان: ١٠٤/١؛ سير: ٢٢٠/١٠؛ البداية: ١٨١/١٢.

[11] المنتظم: ٢٠٨/٤؛ الكامل: ٢٦٧/٧؛ تاريخ الاسلام: ٦/٢٦؛ البداية: ٢١٦/١٢؛ تقويم تاريخى، ص: ٨٨.

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ واسط میں خوفناک زلزلہ [1]	٣٦٣ھ	اگست ٩٧٤ء
⊙ وفات امام ابوبکر احمد بن علی الرازی [2]	٣٧٠ھ	جون ٩٨١ء
⊙ وفات ابن شاہین امام ابوحفص عمر بن احمد [3]	٣٨٥ھ	جنوری ٩٩٦ء
⊙ وفات قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ القضاعی [4]	٤٥٤ھ	دسمبر ١٠٦٢ء

نوٹ: دوسرا قول ذی القعدہ کا ہے۔

واقعہ	ہجری	عیسوی
⊙ وفات حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی [5]	٤٦٣ھ	ستمبر ١٠٧١ء
⊙ بصرہ میں طوفانی آندھی سے تباہی [6]	٤٦٦ھ	اگست ١٠٧٤ء
⊙ وفات امام ابوعبداللہ محمد بن نصر الحمیدی الاندلسی [7]	٤٨٨ھ	دسمبر ١٠٩٥ء
⊙ طرابلس پر فرنگیوں کا قبضہ [8]	٥٠٣ھ	جولائی ١١١٠ء
⊙ بغداد میں خوفناک زلزلے سے تباہی [9]	٥١١ھ	اپریل ١١١٨ء
⊙ وفات علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری [10]	٥٣٨ھ	جولائی ١١٤٤ء
⊙ بغداد میں خوفناک زلزلہ [11]	٥٤٤ھ	اپریل ١١٥٠ء

---

(1) الکامل: ٣٢٨/٧.

(2) تاریخ مدینة السلام: ٥١٥/٥؛ المنتظم: ٢٤٧/٤؛ تاریخ الاسلام: ٣٢١/٢٦؛ البدایة: ٣٠٤/١٢.

(3) المنتظم: ٣٨٠/٤؛ الکامل: ٤٤١/٧؛ تاریخ الاسلام: ٧٦/٢٧؛ سیر: ٥٩٨/١٠؛ البدایة: ٣٣٩/١٢.

(4) تاریخ دمشق: ١٧٠/٣؛ سیر: ٤١٩/١١؛ الوافی فی الوفیات: ٣٤٥/١؛ تاریخ الاسلام: ٢٦٠/٣٠.

(5) تاریخ دمشق: ٣٨/٥؛ المنتظم: ٤٥٩/٤؛ ابن خلکان: ٩٨/١؛ الکامل: ٣٦٣/٨؛ سیر: ٥١٩/١١؛ تاریخ الاسلام: ٥٩/٣١؛ البدایة: ١٧٨/١٣.

(6) البدایة: ١٨٨/١٣؛ المنتظم: ٤٦٦/٤.

(7) المنتظم: ٣١/٥؛ ابن خلکان: ٦٣٧/٤؛ الکامل: ٤٨٧/٨؛ سیر: ٦٩/١٢؛ البدایة: ٢٥٤/١٣.

(8) الکامل: ١٤٢/٢؛ تاریخ الاسلام: ١١/٣٥.

(9) المنتظم: ٧٣/٥؛ الکامل: ١٧٨/٩؛ تاریخ الاسلام: ١٧٩/٣٥.

(10) المنتظم: ١٥٧/٥؛ ابن خلکان: ٢٠٢/٥؛ سیر: ٤٣٢/١٢؛ البدایة: ١١١/١٤.

(11) المنتظم: ١٦٨/٥؛ تاریخ الاسلام: ١٤/٣٧.

⦿ وفات خواجہ نصیر الدین الطوسی [1]	۶۷۲ھ	جون ۱۲۷۴ء
⦿ ہندوستان میں علاؤ الدین خلجی کی حکومت [2]	۶۹۵ھ	اکتوبر ۱۲۹۶ء
⦿ ولادت حافظ ابن العراقی احمد بن عبدالرحیم [3]	۷۶۲ھ	اکتوبر ۱۳۶۱ء
⦿ وفات قاضی تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی [4]	۷۷۱ھ	جولائی ۱۳۷۰ء
⦿ وفات حافظ ابن حجر احمد بن علی العسقلانی [5]	۸۵۲ھ	فروری ۱۴۴۹ء
⦿ وفات شیخ محمد فاخر الٰہ آبادی [6]	۱۱۶۴ھ	نومبر ۱۷۵۱ء
⦿ ولادت بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح [7]	۱۲۹۳ھ	دسمبر ۱۸۷۶ء
⦿ وفات علامہ شبلی نعمانی [8]	۱۳۳۲ھ	نومبر ۱۹۱۴ء
⦿ ولادت سید بدیع الدین شاہ الراشدی [9]	۱۳۴۳ھ	جولائی ۱۹۲۵ء
⦿ ریاست جوناگڑھ پر بھارتی قبضہ [10]	۱۳۶۶ھ	نومبر ۱۹۴۷ء
⦿ وفات مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی [11]	۱۳۷۸ھ	جون ۱۹۵۹ء
⦿ وفات علامہ محمد یوسف کاندھلوی [12]	۱۳۸۴ھ	اپریل ۱۹۶۵ء
⦿ وفات مفتی محمود دیوبندی [13]	۱۴۰۰ھ	اکتوبر ۱۹۸۰ء
⦿ مصری صدر انور السادات کا قتل [14]	۱۴۰۱ھ	اکتوبر ۱۹۸۱ء
⦿ منیٰ میں ہولناک آتشزدگی	۱۴۱۷ھ	اپریل ۱۹۹۷ء
⦿ وفات مولانا محمد صادق خلیل	۱۴۲۴ھ	فروری ۲۰۰۴ء
⦿ سانحہ لیاقت باغ راولپنڈی	۱۴۲۸ھ	دسمبر ۲۰۰۷ء
⦿ وفات مولانا محمد علی جانباز	۱۴۲۹ھ	دسمبر ۲۰۰۸ء

---

[1] سیر: ۱۵/۳۶۶؛ البدایة: ۱۵/۴۴۳. [2] تاریخ ملت: ۲/۷۰۲؛ تقویم تاریخی، ص:۱۷۴.
[3] الضوء اللامع: ۱/۲۱۶؛ البدر الطالع: ۱/۷۲. [4] المنهل الصافی: ۲/۱۵۳.
[5] شذرات الذهب: ۷/۲۷۳؛ النجوم الزاهرة: ۴/۳۴۲؛ مقدمه تهذیب التهذیب: ۱/۳۰.
[6] نزهة الخواطر: ۶/۴۱۴. [7] واقعات عالم، ص: ۲۳۷. [8] یاد رفتگاں، ص:۲۹.
[9] کاروانِ سلف، ص: ۴۳۹. [10] نوائے وقت، ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء.
[11] برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، ص: ۲۷۹. [12] تقویم تاریخی، ص: ۳۴۶.
[13] اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام، ص:۲۳۵. [14] بیسویں صدی کے اہم واقعات، ص: ۳۴۸.

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم:

کتب تفسیر:

۲۔ جامع البیان عن تاویل ای القرآن: لابی جعفر محمد بن جریر الطبری، الطبعۃ الاولیٰ، دار الفکر بیروت، لبنان

۳۔ الجامع لاحکام القرآن: لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، بتحقیق عبدالرزاق المہدی، طبع ۱۴۲۷ھ، دارالکتاب العربی، بیروت لبنان

٤۔ احکام القرآن: لابی بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی، بتحقیق عمار زکی البارودی، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ، مصر

٥۔ تفسیر القرآن العظیم: لابی الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، بتحقیق عبدالرزاق المہدی، وحیدی کتب خانہ پشاور، پاکستان

٦۔ تفسیر القرآن العظیم: لابی محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی، المکتبۃ الشاملۃ

۷۔ فتح القدیر: لقاضی محمد بن علی الشوکانی، المکتبۃ الشاملۃ

۸۔ تفسیر الجلالین: لجلال الدین محمد بن احمد المحلی ولجلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی پاکستان

۹۔ اقسام القرآن: لابی عبداللہ رفیع الدین، طبع ۲۰۰۳، مکتبہ رحمانیہ، میلسی چوک کہروڑ پکا، پاکستان

۱۰۔ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن: محمد نعیم الدین مراد آبادی، اتفاق پبلشرز، لاہور

۱۱۔ قصص القرآن: محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور پاکستان

۱۲۔ مفردات القرآن: حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، ترجمہ وحواشی محمد عبدہ فیروز پوری، طبع ۱۹۸۷ء، شیخ شمس الحق، لاہور پاکستان

کتب حدیث:

۱۳۔ صحیح البخاری: لابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، الطبعۃ الثانیۃ، المکتبۃ

دار السلام، الریاض، العربیۃ السعودیۃ
١٤۔ صحیح مسلم :لابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری، الطبعۃ الثانی، المکتبۃ دار السلام، الریاض، العربیۃ السعودیۃ
١٥۔ سنن ابی داؤد :لابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، بتحقیق الالبانی، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ المعارف الریاض
١٦۔ سنن الترمذی :لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، بتحقیق الالبانی، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ المعارف، الریاض
١٧۔ سنن النسائی :لابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی، بتحقیق الالبانی، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ المعارف الریاض
١٨۔ سنن ابن ماجہ :لابی عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، بتحقیق الالبانی، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ المعارف الریاض
١٩۔ الموطا: لامام مالک بن انس، الطبعۃ الثالثۃ، دار الفکر، بیروت
٢٠۔ المسند: لابی عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، بتحقیق شعیب الارناوط، الطبعۃ الثانیۃ، موسسۃ الرسالۃ، بیروت
٢١۔ سنن الدارمی :لابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، بتحقیق فواد احمد زمرلی، قدیمی کتب خانہ، کراچی
٢٢۔ صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان :لابی حاتم محمد بن حبان التمیمی، بیت الافکار الدولیۃ
٢٣۔ صحیح ابن خزیمہ :لابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ النیسابوری، بتحقیق محمد مصطفیٰ الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت
٢٤۔ سنن الدار قطنی :لابی الحسن علی بن عمر الدارقطنی، بتحقیق مجدی بن منصور، الطبعۃ الثانیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
٢٥۔ سنن الکبریٰ :لابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی، بتحقیق جاد اللہ بن حسن، الطبعۃ

الاولیٰ، مکتبۃ الرشد، الریاض
۲۶۔ سنن الکبریٰ: لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی، بتحقیق اسلام منصور عبدالحمید، طبع ۱۴۲۹ھ، دارالحدیث القاہرہ، مصر
۲۷۔ مسند ابی یعلی: لابی یعلی احمد بن علی الموصلی، بتحقیق [illegible] مامون، الطبعۃ الاولیٰ، دارالمعرفۃ، بیروت
۲۸۔ مسند ابی عوانۃ: لابی عوانۃ یعقوب بن اسحاق النیسابوری، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۲۹۔ مصنف عبدالرزاق: لامام عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی، بتحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی، الطبعۃ الثانیۃ، المکتب الاسلامی، بیروت
۳۰۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: لابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی، بتحقیق محمد عوامہ، الطبعۃ الاولیٰ، المجلس العلمی، بیروت
۳۱۔ مستدرک حاکم: لابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری، بتحقیق حمدی الدمرداش، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرّمۃ
۳۲۔ المعجم الکبیر: لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۳۳۔ المعجم الاوسط: لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، بتحقیق محمد حسن الشافعی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۳۴۔ شعب الایمان: لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی، المکتبۃ الشاملۃ
۳۵۔ فضائل الاوقات: لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی، بتحقیق عدنان عبدالرحمٰن مجید القیسی، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ المنارۃ، مکۃ المکرّمۃ

کتب تخریج:

۳۶۔ مجمع الزوائد: نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی، بتحقیق محمد عبدالقادر، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۳۷۔ جمع الفوائد: محمد بن محمد بن سلیمان المغربی، بتحقیق سلیمان بن دریع، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ الرشد
۳۸۔ الفوائد المجموعۃ: لقاضی محمد بن علی الشوکانی، المکتبۃ الشاملۃ
۳۹۔ الموضوعات: لابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی، الطبعۃ الثانیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۴۰۔ الموضوعات الکبریٰ: لملاعلی القاری، بتحقیق محمد السعید زغلولی، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۴۱۔ المقاصد الحسنۃ: محمد عبدالرحمٰن السخاوی، بتحقیق محمد عثمان الخشت، طبع ۱۴۲۹ھ، دار الکتاب العربی، بیروت
۴۲۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: محمد ناصر الدین الالبانی، الطبعۃ الثانی، مکتبۃ المعارف، الریاض
۴۳۔ الترغیب والترھیب: حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، بتحقیق محی الدین دیب مستو، الطبعۃ الثالثۃ، دار ابن کثیر، بیروت

کتب شروحِ حدیث

۴۴۔ فتح الباری: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الطبعۃ الاولیٰ، دار السلام، الریاض
۴۵۔ توفیق الباری شرح صحیح بخاری: ڈاکٹر عبدالکبیر محسن، طبع ۲۰۰۷، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
۴۶۔ صحیح بخاری ترجمہ وتشریح: مولانا محمد داؤد راز، طبع ۲۰۱۱، مکتبہ قدوسیہ لاہور
۴۷۔ صحیح مسلم مع شرح نووی: درسی، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۸۔ شرح صحیح مسلم: غلام رسول سعیدی، الطبع الحادی عشر، فرید بک سٹال، لاہور
۴۹۔ تحفۃ الاحوذی: حافظ محمد عبدالرحمٰن المبارکفوری، الطبعۃ الثالثۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت
۵۰۔ عون المعبود: لابی الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی، تحقیق محمد عبدالرحمٰن عثمانی، قدیمی کتب خانہ کراچی

٥١۔ سنن ابو داؤد : ترجمہ وفوائد ابوعمار عمر فاروق سعیدی، تحقیق حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی، دارالسلام، لاہور
٥٢۔ تعلیقات ابن القیم علی سنن ابی داؤد: مکتبہ کتب التسعۃ مع الشروح
٥٣۔ انجاز الحاجۃ: مولانا محمد علی جانباز، الطبعۃ الاولیٰ، المکتبۃ القدوسیۃ، لاہور
٥٤۔ سنن ابن ماجہ : ترجمہ وفوائد مولانا عطاء اللہ ساجد، تحقیق حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی، دارالسلام، لاہور
٥٥۔ مرعاۃ المفاتیح: ابوالحسن عبید اللہ بن محمد عبدالسلام المبارکفوری، المکتبۃ السّلفیہ، لاہور
٥٦۔ فیض القدیر: عبدالرؤف المناوی، الطبعۃ الاولیٰ، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر

کتب فقہ:

٥٧۔ مشکل الآثار: ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، المکتبۃ الشاملۃ
٥٨۔ کتاب الام: امام محمد بن ادریس الشافعی، المکتبۃ الشاملۃ
٥٩۔ المجموع: امام محی الدین النووی، المکتبۃ الشاملۃ
٦٠۔ المغنی: عبدالرحمٰن بن قدامہ، المکتبۃ الشاملۃ
٦١۔ مختصر الفقہ الاسلامی: محمد بن ابراہیم التویجری، بیت الافکار الدولیۃ
٦٢۔ السیل الجرار : قاضی محمد بن علی الشوکانی، تحقیق محمود ابراہیم زاہد، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
٦٣۔ الاخبار العلمیۃ من الاختیارات الفقہیۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ : علاء الدین ابوالحسن علی بن محمد البعلی الدمشقی الحنبلی، المکتبۃ الشاملۃ
٦٤۔ برصغیر میں علم فقہ: محمد اسحاق بھٹی، طبع ٢٠٠٩، کتاب سرائے، لاہور

فتاویٰ جات:

٦٥۔ مجموع الفتاویٰ: شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، المکتبۃ الشاملۃ
٦٦۔ الحاوی للفتاویٰ: جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، المکتبۃ الشاملۃ
٦٧۔ کتاب المسائل : اسحاق بن منصور الکوسج، تحقیق طلعت بن فواد الحلوانی، الطبعۃ

الاولیٰ، دار التدمریۃ، القاہرہ، مصر
٦٨۔ فتاویٰ اسلامیہ: ترجمہ خالد سیف، دار السلام، لاہور
٦٩۔ فتاویٰ اہل حدیث: حافظ عبداللہ محدث روپڑی، ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، سرگودھا،
٧٠۔ فتاویٰ اصحاب الحدیث: حافظ عبدالستار الحماد، طبع ٢٠٠٦ء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
٧١۔ احکام ومسائل: حافظ عبدالمنان نور پوری، المکتبۃ الکریمیہ، لاہور، گوجرانوالہ
٧٢۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل: ابوالحسن مبشر احمد ربانی، طبع ٢٠٠٤ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور
٧٣۔ فتاویٰ علمیۃ المعروف توضیح الاحکام: حافظ زبیر علی زئی، طبع ٢٠٠٩، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
٧٤۔ فتاویٰ سلفیہ: مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی، طبع ١٩٩١ء، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور
٧٥۔ فتاویٰ برکاتیہ: مولانا ابوالبرکات احمد، جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ
٧٦۔ احکامِ شریعت: احمد رضا خان بریلوی، طبع ٢٠٠٥ء، اکبر بک سیلرز، لاہور
٧٧۔ تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ: رشید احمد گنگوہی، طبع ١٩٩٢ء، ادارہ اسلامیات، لاہور
٧٨۔ فتاویٰ ورسائل: محمد بن ابراہیم آل الشیخ، تحقیق محمد عبدالرحمٰن بن قاسم، الطبعۃ الاولیٰ، مطبعۃ الحکومۃ بمکۃ المکرّمۃ
٧٩۔ فتاویٰ ثنائیہ: ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری، طبع جولائی ٢٠١٠، مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور

کتب سیرت:

٨٠۔ سیرت ابن ھشام: ابومحمد عبدالملک بن ہشام المعافری، تحقیق جمال ثابت، طبع ١٤٢٧ھ، دار الحدیث، القاہرہ
٨١۔ عیون الاثر: ابن سیّد الناس، المکتبۃ الشاملۃ
٨٢۔ الروض الانف: ابوالقاسم عبدالرحمٰن السھیلی، المکتبۃ الشاملۃ
٨٣۔ سبل الھدیٰ والرشاد: محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی، المکتبۃ الشاملۃ
٨٤۔ الایام النظرۃ والسریۃ العطرۃ: صالح بن عواد المغامسی، المکتبۃ الشاملۃ

۸۵۔ المختصر الکبیر فی سیرۃ الرسول: عز الدین بن جماعۃ الکنانی، المکتبۃ الشاملۃ
۸۶۔ المغازی: محمد بن عمر الواقدی، تحقیق مارسدن جونس، الطبعۃ الاولیٰ، عالم الکتب، بیروت
۸۷۔ جوامع السیرۃ: ابومحمد علی بن احمد ابن حزم، ادارہ احیاء السنہ گوجرانوالہ، پاکستان
۸۸۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی: قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ، تحقیق حسین عبدالحمید نیل، وحیدی کتب خانہ، پشاور
۸۹۔ زاد المعاد: حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الدمشقی، تحقیق عبدالرزاق المہدی، وحیدی کتب خانہ، پشاور
۹۰۔ مختصر سیرۃ الرسول: عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، طبع ۱۹۹۹ء، جامعۃ العلوم الاثریۃ جہلم، پاکستان
۹۱۔ اٹلس سیرت نبوی: ڈاکٹر شوقی ابوخلیل، ترجمہ حافظ محمد امین، دارالسلام، لاہور
۹۲۔ رحمۃ للعالمین: قاضی محمد سلیمان منصور پوری، تخریج میاں طاہر، مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد
۹۳۔ سیرۃ النبی: علامہ شبلی نعمانی وسلیمان ندوی، طبع ۲۰۰۰ء، حذیفہ اکیڈمی، لاہور
۹۴۔ الرحیق المختوم: صفی الرحمٰن مبارک پوری، طبع ۱۹۹۸ء، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور
۹۵۔ صحیح السیرۃ النبویۃ: محمد ناصر الدین الالبانی، الطبعۃ الاولیٰ، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان، الاردن
۹۶۔ السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء: لابی حاتم محمد بن احمد ابن حبان، الطبع الثالثۃ، دارالفکر، بیروت
۹۷۔ المقتضی من سیرۃ المصطفی: حسن بن عمر بن حبیب، تحقیق مصطفیٰ محمد حسین الذہبی، طبع ۱۹۹۶ء، دارالحدیث، القاہرہ، مصر
۹۸۔ الوفاء فی فضائل المصطفٰی: لابی الفرج عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
۹۹۔ عہد نبوت کے ماہ وسال: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی، ترجمہ یوسف لدھیانوی،

طبع ۲۰۰۸ء، مکتبہ لدھیانوی، کراچی

کتب تاریخ:

۱۰۰۔ تاریخ خلیفۃ بن خیاط : ابوعمر و خلیفہ بن خیاط العصفری، الطبعۃ الاولیٰ، مکتبۃ دارالباز، مکہ المکرّمۃ

۱۰۱۔ صحیح وضعیف تاریخ طبری: ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، تحقیق محمد بن طاہر البرزنجی، الطبعۃ الاولیٰ، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت

۱۰۲۔ تاریخ الکبیر : احمد بن زہیر ابن ابی خیثمہ، تحقیق ابوعبداللہ عمار بن ربیعی، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰۳۔ تاریخ مدینۃ السلام: حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، تحقیق دکتور بشار عواد، الطبعۃ الاولیٰ، دارالغرب الاسلامی، بیروت

۱۰٤۔ تاریخ القضاعی: ابوعبداللہ محمد بن سلامہ القضاعی، تحقیق احمد فرید المزیدی، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰۵۔ تاریخ اصبھان : حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی، تحقیق سیّد کسروی حسن، الطبعۃ الاولیٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰٦۔ المنتظم: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی، المکتبۃ الشاملۃ

۱۰۷۔ الکامل فی التاریخ : ابوالحسن علی بن محمد ابن الاثیر الجزری، تحقیق خیری سعید، المکتبۃ التوفیقیۃ القاہرہ، مصر

۱۰۸۔ تاریخ الاسلام: محمد بن احمد الذہبی، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرہ، مصر

۱۰۹۔ البدایۃ والنھایۃ: حافظ ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر الدمشقی، تحقیق محی الدین دیب مستو، مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان

۱۱۰۔: تاریخ ابن خلدون: علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون، ترجمہ حکیم احمد حسین الہٰ آبادی، طبع ۲۰۰۳ء، نفیس اکیڈمی، کراچی

۱۱۱۔ تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی : حافظ ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی، تحقیق

خلیل المنصور، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١١٢۔ تاریخ المسعودی: ابوالحسن علی بن حسین المسعودی، ترجمہ پروفیسر کوکب شادانی، طبع ١٩٨٥ء، نفیس اکیڈمی، کراچی
١١٣۔ تاریخ الیعقوبی: احمد بن ابی یعقوب، ترجمہ اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی، کراچی
١١٤۔ تاریخ الخلفاء: جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، ترجمہ اقبال الدین احمد، طبع پنجم، نفیس اکیڈمی، کراچی
١١٥۔ تاریخ ابن خلکان: قاضی شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان، مترجم علامہ اختر فتح پوری، طبع ٢٠٠٠ء، نفیس اکیڈمی، کراچی
١١٦۔ تاریخ اسلام: مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، طبع ١٩٨٦ء، نفیس اکیڈمی، کراچی
١١٧۔ تاریخ اسلام: شاہ معین الدین ندوی، حذیفہ اکیڈمی، لاہور
١١٨۔ تاریخ ملت: مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، طبع ٢٠٠٤ء، المیزان، لاہور
١١٩۔ تاریخ دعوت عزیمت: سیّد ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی
١٢٠۔ تقویم تاریخی: عبدالقدوس ہاشمی، طبع ١٩٨٧ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان
١٢١۔ فتوح البلدان: احمد بن یحییٰ البلاذری، ترجمہ سیّد ابوالخیر مودودی، طبع ١٩٨٧ء، نفیس اکیڈمی، کراچی
١٢٢۔ اٹلس فتوحات اسلامیہ: احمد عادل کمال، ترجمہ واضافہ محسن فارانی، دارالسلام لاہور
١٢٣۔ تاریخ اہل حدیث: مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، طبع ٢٠٠٠ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور
١٢٤۔ بیسویں صدی کے اہم واقعات: مرتضیٰ انجم، اشاعت جنوری ٢٠٠٢ء، یو پبلشر، لاہور
١٢٥۔ واقعاتِ عالم: عدنان رشید چوہدری، طبع ٢٠٠٨ء، العصر پبلی کیشنز، لاہور
١٢٦۔ الشماریخ فی علم التاریخ: علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، تحقیق محمد بن ابراہیم الشیبانی، الدار السلفیہ، الکویت

۱۲۷۔ البدء والتاریخ: مطہر بن طاہر المقدسی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۲۸۔ مراۃ الزمان: شمس الدین ابوالمظفر یوسف سبط ابن الجوزی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۲۹۔ الاحاطہ فی اخبار غرناطۃ: لسان الدین ابن الخطیب، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۰۔ حوادث دمشق الیومیۃ: شہاب الدین احمد بن بدیر البدیری الحلاق، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۱۔ ذیل مراۃ الزمان: الیونینی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۲۔ مراۃ الجنان: ابومحمد عبداللہ بن اسعد الیافعی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۳۔ تاریخ دمشق: حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن الدمشقی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۴۔ النجوم الزاہرۃ: ابن تغری بردی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۵۔ العبر: محمد بن احمد الذہبی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۶۔ الکواکب السائرۃ: النجم الغزی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۷۔ ابناء الغمر: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۸۔ التدوین فی اخبار قزوین: ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن الرافعی القزوینی، الطبعۃ العزیزیۃ، حیدرآباد، انڈیا

<u>کتب تراجم:</u>

۱۳۹۔ طبقات ابن سعد: محمد بن سعد، ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی، نفیس اکیڈمی، کراچی
۱۴۰۔ طبقات ابن سعد: محمد بن سعد، المکتبۃ الشاملۃ
۱۴۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر القرطبی، تحقیق الشیخ علی محمد معوض، الطبعۃ الثانیۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۱۴۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ابوالحسن علی بن محمد ابن الاثیر الجزری، ترجمہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی، المیزان، لاہور
۱۴۳۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تحقیق خلیل مامون، الطبعۃ الاولیٰ، دارالمعرفۃ، بیروت
۱۴۴۔ کتاب ازواج النبی ﷺ: محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی، تحقیق محمد نظام الدین

التقیح، الطبعۃ الخامسۃ، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت
١٤٥ ۔ سیر الصحابیات: مولانا سعید انصاری، تخریج محمد سرور عاصم، طبع ٢٠٠٥ء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
١٤٦ ۔ تہذیب الکمال: حافظ ابوالحجاج جمال الدین المزی، تحقیق عمرو سیّد شوکت، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١٤٧ ۔ سیر اعلام النبلاء : حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١٤٨ ۔ الکامل فی ضعفاء الرجال: حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی، تحقیق الشیخ عادل احمد عبدالموجود، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١٤٩ ۔ تہذیب الاسماء واللغات : حافظ ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١٥٠ ۔ میزان الاعتدال: ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی، تحقیق علی محمد البجاوی، دار الفکر
١٥١ ۔ تذکرۃ الحفاظ: ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی، ترجمہ محمد اسحاق، طبع سوم، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور
١٥٢ ۔ الکاشف: ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی، الطبعۃ الاولیٰ، دار الفکر، بیروت
١٥٣ ۔ الکنی والاسماء: حافظ ابوالبشر محمد بن احمد الدولابی، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١٥٤ ۔ تہذیب التہذیب : حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
١٥٥ ۔ لسان المیزان : حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، الطبعۃ الثانیۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت
١٥٦ ۔ نیل الوطر : محمد بن محمد الصنعانی، تحقیق الشیخ عادل احمد عبدالوجود، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

١٥٧ ۔ الدرر الكامنة: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، المکتبۃ الشاملۃ
١٥٨ ۔ الضوء اللامع: محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، المکتبۃ الشاملۃ
١٥٩ ۔ معجم المؤلفين: عمر کحالۃ، المکتبۃ الشاملۃ
١٦٠ ۔ الوافی بالوفيات: صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی، المکتبۃ الشاملۃ
١٦١ ۔ العقود الدرية : حافظ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی، تحقیق محمد حامد الفقی، دارالکاتب العربی، بیروت
١٦٢ ۔ احسن المحاضرة: جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، المکتبۃ الشاملۃ
١٦٣ ۔ طبقات الشافعية الكبرىٰ: تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی، المکتبۃ الشاملۃ
١٦٤ ۔ البدر الطالع: قاضی محمد بن علی الشوکانی، المکتبۃ الشاملۃ
١٦٥ ۔ المنهل الصافی: ابن تغری بردی، المکتبۃ الشاملۃ
١٦٦ ۔ شذرات الذهب: ابوالفلاح عبدالحی بن العماد الحنبلی، الطبعۃ الاولیٰ، دارالفکر، بیروت
١٦٧ ۔ سيرة البخاری: مولانا عبدالسلام مبارکپوری، تعلیق وتخریج ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی، طبع ٢٠٠٩ء، نشریات، لاہور
١٦٨ ۔ ديوان الاسلام: ابوالمعالی محمد بن عبدالرحمٰن ابن الغزی، المکتبۃ الشاملۃ
١٦٩ ۔ طبقات الحفاظ: جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، المکتبۃ الشاملۃ
١٧٠ ۔ نزهة الخواطر: سیّد عبدالحی الحسنی، ترجمہ مولانا انوارالحق قاسمی، طبع ٢٠٠٨ء، دارالاشاعت کراچی
١٧١ ۔ دبستان حديث: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
١٧٢ ۔ برصغیر کے اهل حديث خدام قرآن: محمد اسحاق بھٹی، طبع ٢٠٠٥ء، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
١٧٣ ۔ کاروان سلف: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، ٢٠٠٣ء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور
١٧٤ ۔ فقهائے پاك و هند: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
١٧٥ ۔ میاں فضل حق اور ان کی خدمات: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، میاں فضل

حق ویلفیئر ٹرسٹ، لاہور
١٧٦۔ صوفی محمد عبداللہ: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، شاکرین، لاہور
١٧٧۔ قاضی محمد سلیمان منصورپوری: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، المکتبۃ السّلفیہ، لاہور
١٧٨۔ ارمغانِ حنیف: محمد اسحاق بھٹی، طبع اوّل، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
١٧٩۔ ھفت اقلیم: محمد اسحاق بھٹی، طبع ٢٠٠٩ء، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
١٨٠۔ قافلہ حدیث: محمد اسحاق بھٹی، طبع ٢٠٠٣ء، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
١٨١۔ بزمِ ارجمنداں: محمد اسحاق بھٹی، طبع ٢٠٠٦ء، مکتبہ قدوسیہ، لاہور
١٨٢۔ سیرۃ ثنائی: مولانا عبدالمجید سوہدروی، طبع اوّل، نعمانی کتب خانہ، لاہور
١٨٣۔ استادِ پنجاب: مولانا عبدالمجید سوہدروی، طبع ٢٠٠٢ء، مسلم پبلی کیشنز، لاہور
١٨٤۔ چالیس علمائے اھل حدیث: عبدالرشید عراقی، طبع ٢٠٠٣ء، نعمانی کتب خانہ، لاہور
١٨٥۔ تذکرۃ النبلاء: عبدالرشید عراقی، طبع ٢٠٠٤ء، کتاب سرائے، لاہور
١٨٦۔ محمد بن عبدالوھاب ایك مظلوم اور بدنام مصلح: مولانا مسعود عالم ندوی، المکتبۃ السّلفیہ، لاہور
١٨٧۔ مخدوم العلماء مولانا محمد اسمٰعیل سلفی: محترمہ سعدیہ ارشد، طبع اوّل، درالدعوۃ السّلفیہ، لاہور
١٨٨۔ مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری: مولانا محمد رفیق اثری، طبع ٢٠٠٦ء، اثری ادارہ نشر وتالیف، جلال پور
١٨٩۔ الانتقاد: مدیر محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، عظیم آبادی نمبر، مکتبہ دارالاحسن، کراچی
١٩٠۔ ابقاء المنن بالقاء المحن: نواب محمد صدیق حسن خان، طبع دوم، دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور
١٩١۔ یادِ رفتگاں: سیّد سلیمان ندوی، طبع ٢٠٠٣ء، مجلس نشریات اسلام، کراچی
١٩٢۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری: آغا شورش کاشمیری، طبع ششم، مطبوعات چٹان، لاہور

۱۹۳۔ سوانح قاسمی: سیّد مناظر احسن گیلانی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
۱۹٤۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور موجودہ مسلمان: حافظ مبشر حسین لاہوری، طبع جولائی ۲۰۰۴ء، مبشر اکیڈمی لاہور

<u>کتب لغت:</u>

۱۹۵۔ تاج العروس: محمد مرتضیٰ ابوالفیض محمد بن محمد الزبیدی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۹٦۔ القاموس المحیط: محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، المکتبۃ الشاملۃ
۱۹۷۔ مصباح اللغات: ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی، المصباح، لاہور
۱۹۸۔ المنجد اردو: لوییس معلوف، فرید بک ڈپو
۱۹۹۔ المعجم الوسیط: ابراہیم مصطفیٰ، مترجم ابن سرور محمد اویس، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
۲۰۰۔ القاموس الوحید: مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی، اشاعت اوّل، ادارہ اسلامیات، لاہور
۲۰۱۔ لسان العرب: محمد بن مکرم بن منظور المصری، الطبعۃ الاولیٰ، دار صادر، بیروت
۲۰۲۔ فیروز اللغات اردو: مولوی فیروز الدین، طبع ۲۰۰۵ء، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور
۲۰۳۔ المزهر فی علوم اللغۃ: جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، تحقیق فواد علی منصور، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۰٤۔ لغات الحدیث: علامہ وحید الزماں، طبع ۲۰۰۵ء، نعمانی کتب خانہ، لاہور

<u>متفرقات:</u>

۲۰۵۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ: ابوعلی احمد بن محمد الاصفہانی، الطبعۃ الاولیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۰٦۔ لطائف المعارف: حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی، تحقیق یاسین محمد السواس، الطبعۃ الثامنۃ، دار ابن کثیر دمشق، بیروت
۲۰۷۔ صبح الاعشی: ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی، طبع ۱۳۸۳ھ، نشر المؤسسۃ المصریۃ، القاہرہ

٢٠٨۔ معجم البلدان: ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی، دار الفکر، بیروت
٢٠٩۔ الاعیاد: سلیمان بن سالم، الطبعۃ الاولیٰ، الجامعۃ الاسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ
٢١٠۔ البدع الحولیة: عبداللہ بن عبدالعزیز التویجری، الطبعۃ الاولیٰ، دار الفضیلۃ، الریاض
٢١١۔ بدع واخطاء تتعلق بالایام والشهور: احمد بن عبداللہ السلمی، الطبعۃ الاولیٰ، دار القاسم، الریاض
٢١٢۔ الباعث علی انكار البدع والحوادث: ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل المقدسی، المکتبۃ الشاملۃ
٢١٣۔ الابداع فی مضار الابتداع: شیخ علی المحفوظ، الناشر دار الاعتصام، الدمام
٢١٤۔ احسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الاحكام: علامہ محمد بخیت حنفی
٢١٥۔ رسالتان فی التحذير من البدع: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، مدار الوطن للنشر
٢١٦۔ المواعظ والاعتبار: علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی، المکتبۃ الشاملۃ
٢١٧۔ فضائل شهر رجب: حافظ ابومحمد الحسن بن محمد الخلال البغدادی، تحقیق مولانا ارشاد الحق الاثری، الطبعۃ الاولیٰ، ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد
٢١٨۔ تبيين العجب بما ورد فی فضل رجب: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، تحقیق مولانا ارشاد الحق الاثری، الطبعۃ الاولیٰ، ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد
٢١٩۔ عید میلاد النبی ﷺ: استاد مفتی ابوالحسن مبشر احمد ربانی، مکتبۃ الدعوۃ الاسلامیۃ، لاہور
٢٢٠۔ بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم: علامہ احمد بن حجر القاضی، ترجمہ مولانا رئیس الاحرار ندوی، دار الکتب السلفیہ، لاہور
٢٢١۔ میلاد النبی ﷺ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری، طبع ہفتم، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور
٢٢٢۔ فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراطِ مستقیم کے تقاضے: شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، دار السلام، لاہور
٢٢٣۔ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام: روح اللہ نقشبندی، طبع ٢٠٠٨ء،

دارالاشاعت، کراچی
۲۲۴۔ بارہ مھینوں کی نفلی عبادات: محمد الیاس عادل، مشتاق بک کارنر، لاہور
۲۲۵۔ دوران سال ۱۲ ماہ کی نفلی عبادات مسنونہ: امیر علی خاں، طبع ۲۰۰۵ء، خزینہ علم وادب، لاہور
۲۲۶۔ غنیة الطالبین: شیخ عبدالقادر جیلانی، ترجمہ مولانا راغب رحمانی، طبع ۱۹۸۹ء، نفیس اکیڈمی، کراچی
۲۲۷۔ اسلامی مھینے اور مروجہ بدعات: تفضیل احمد ضیغم، طبع اوّل، دارالاندلس، لاہور
۲۲۸۔ محفل میلاد: ابوبکر جابر الجزائری، ترجمہ مشتاق احمد ندوی، طبع ۱۹۹۹ء، انس اکیڈمی، لاہور
۲۲۹۔ بدعت اور بدعتی: حافظ مؤمن خان عثمانی، طبع ۲۰۰۴ء، دارالکتاب، لاہور
۲۳۰۔ تفھیم توحید: پروفیسر اکرم نسیم ججہ، طبع دوم، التوحید اکیڈمی، لاہور
۲۳۱۔ ملفوظات: احمد رضا خان بریلوی، طبع ۲۰۰۹ء، احمد رضان خان بریلوی کتب خانہ، کراچی
۲۳۲۔ جاء الحق: مفتی احمد یار خاں نعیمی، طبع ۲۰۰۲ء، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
۲۳۳۔ گیارھویں شریف: علامہ صائم چشتی، طبع ۱۹۹۴ء، چشتی کتب خانہ فیصل آباد
۲۳۴۔ گوھر غوثیہ: گوہر علی خان، پبلشر محبّ علی خاں قادری خلف اکبر گوہر رامپوری
۲۳۵۔ باغ فردوس: سیّد ایوب علی رضوی، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور
۲۳۶۔ تحفة اثنا عشریه: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ترجمہ خلیل الرحمٰن نعمانی، اشاعت اوّل، دارالاشاعت کراچی
۲۳۷۔ اصلاح شیعه: ڈاکٹر علی موسی الموسوی، اردو ترجمہ ابو مسعود آل امام، طبع ۱۹۹۰ء
۲۳۸۔ زاد الخطیب: حافظ محمد اسحاق زاہد، اشاعت اوّل، جمعیة احیاء التراث الاسلامی
۲۳۹۔ اسلامی خطبات: مولانا عبدالسلام بستوی، طبع ۱۹۹۶ء، المکتبة السّلفیہ لاہور
۲۴۰۔ سفرنامہ حجاز: مولانا غلام رسول مہر، طبع دوم، عبدالمجید کھوکھر یادگار لائبریری، گوجرانوالہ

۲٤۱۔ دوامِ حدیث: حافظ محمد گوندلوی، تحقیق حافظ شاہد محمود، طبع اوّل، امّ القریٰ پبلی کیشنز، گوجرانوالہ

۲٤۲۔ سوئے حرم: محمد منیر قمر، تخریج حافظ عبدالرؤف، مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ

۲٤۳۔ کتاب الاجماع: امام ابوبکر محمد ابن المنذر النیشاپوری، ترجمہ ابوالقاسم عبدالعظیم، طبع ۲۰۰۵ء، مکتبۃ الامام البخاری، کراچی

۲٤٤۔ مسائل عیدین: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور

۲٤٥۔ ایمان بچائیے: ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی، ترجمہ انصار زبیر محمدی، اشاعت ۲۰۰۹ء، صبح روشن، لاہور

۲٤٦۔ تعداد رکعات قیامِ رمضان: حافظ زبیر علی زئی، طبع ۲۰۰٦ء، مکتبہ اسلامیہ، لاہور

۲٤۷۔ الملل والنحل: محمد بن عبدالکریم الشہرستانی، ترجمہ پروفیسر علی محسن صدیقی، طبع اوّل، قرطاس، کراچی

۲٤۸۔ شرح ابن عقیل: قاضی بہاء الدین عبداللہ بن عقیل، قدیمی کتب خانہ کراچی

۲٤۹۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور: جلد نمبر ٦۲، شمارہ نمبر ۲۳، ۲۹

۲٥۰۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور: جلد نمبر ۷۰، ٤ مئی، ۲۷ نومبر، ۱۷ دسمبر ۲۰۱۰ء

۲٥۱۔ عید میلاد النبی: ام عبد منیب، مکتبہ مشربہ علم وحکمت لاہور۔

اسلامی مہینے
اور ان کا
تعارف
محرم
صفر
ربیع الاول
ربیع الثانی
جمادی الاول
جمادی الثانی
رجب
شعبان
رمضان
شوال
ذوالقعدہ
ذوالحجہ